شرح

اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

المعروف بہ

شمیمِ رسالت

تالیف

ابو مظہر علی اصغر چشتی

نام کتاب	تعمیم رسالت (شرح اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم)
تالیف	ابو مظہر علی اصغر چشتی
مساعی جمیلہ	محمد بلال احمد بٹ چشتی
بار	اول
تعداد	۵۰۰
سال تالیف	۱۴۱۵ھ
سال اشاعت	۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
پروف ریڈنگ	محمد بلال احمد بٹ چشتی، محمد اظہر سہیل چشتی
	مفتی محمد سہیل چشتی ایم اے (اسلامیات)
	حافظ محمد مظہر عالم چشتی
ہدیہ	۱۳۰ روپے

معاونین اشاعت

مفتی محمد سہیل ایم-اے

محمد اظہر سہیل چشتی

حاجی محمد اسحٰق چشتی

حافظ محمد مظہر عالم چشتی

فہرست

نمبر شمار	اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم		صفحہ نمبر

سال اشاعت

إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ

۱۴۱۶ھ

سَہّل اَغْفِرلی

۱۴۱۶ھ

انتساب

محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم

اے کہ تیرے وجود پر خالقِ دو جہاں کو ناز
اے کہ تیرا وجود ہے وجہِ وجودِ کائنات
مدحتِ شہِ دوسرا مجھ سے بیاں ہو کس طرح
تنگ میرے تصورات پست میرے تخیلات

شرح اسماء النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۱) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۹۲ = ۱۱)

محمد (ﷺ) نبی اکرم ﷺ کا ذاتی نام ہے۔ اور ہزارہا اسماء آپ کی صفات میں ہیں۔

اللہ جل مجدہٗ الکریم کے نام پاک اور حضور ﷺ کے نام پاک محمد میں چند طرح مناسبت ہے

اسم اللہ میں چار حروف ہیں	اسم محمد میں بھی چار حروف ہیں
ا ل ل ہ	م ح م د
اللہ کے چاروں حروف بے نقطہ ہیں اللہ میں ایک شد ہے	محمد کے بھی چاروں حروف بے نقطہ ہیں محمد میں بھی ایک شد ہے
اللہ کے تین حروف حرکت والے ہیں	محمد کے تین حروف بھی متحرک ہیں۔
اللہ ادا کرنے میں دونوں ہونٹ علیحدہ ہوتے ہیں۔ ایک ہونٹ اوپر اور دوسرا نیچے کھلتا ہے۔	محمد لفظ کی ادائیگی میں دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں۔ ایک ہونٹ اوپر اور دوسرا نیچے کھلتا ہے گویا کہ وہ نیچے والوں کو اوپر (ملائکہ) والوں سے ملاتے ہیں۔ محمد کا نام لینے سے نچلی مخلوق کو بلندی حاصل ہوتی اور وہ ملائکہ سے ملتے ہیں۔ مراۃ شرح مشکوۃ

اللہ کے ٦٦ عدد ہیں جن کا قلبی عدد ۱۲ ہے۔

(ا + ل + ل + ہ) = (۱ + ۳۰ + ۳۰ + ۵) = ٦٦ = (٦ + ٦) = ۱۲

محمد کے ۹۲ عدد ہیں جن کا قلبی عدد ۱۱ ہے۔

(م + ح + م + د) (۴۰ + ۸ + ۴۰ + ۴) = ۹۲ (۲ + ۹) = ۱۱

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ارفع و اعلیٰ فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یا صاحب الجمال ویا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کے ساتھ حضور ﷺ کا نام نامی

تفسیر خزائن العرفان میں حضرت مولانا صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ زیر آیت **فتلقی ادم من ربہ کلمت**........ تفسیر فرماتے ہیں۔ سیدنا "آدم علیہ السلام نے زمین پر آنے کے بعد تین سو برس تک حیاء سے آسمان کی طرف نہ دیکھا اور نہ سر اٹھایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کثیر **البکا** تھے' آپ کے آنسو تمام زمین والوں کے آنسوؤں سے زیادہ ہیں مگر حضرت آدم علیہ السلام اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو حضرت داؤد علیہ السلام اور تمام اہل زمین کے آنسوؤں کے مجموعہ سے بڑھ گئے۔ (خازن) طبرانی۔ و حاکم و ابو نعیم و بیہقی نے حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مرفوعاً" روایت کی ہے کہ جب آدم علیہ السلام پر عتاب ہوا تو آپ فکر توبہ میں حیران تھے۔ اس پریشانی کے عالم میں یاد آیا کہ وقت پیدائش میں نے سر اٹھا کر دیکھا تھا تو عرش پر لکھا تھا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

میں سمجھا تھا کہ بارگاہ الٰہی میں وہ رتبہ کسی کو میسر نہیں جو حضرت محمد ﷺ کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام اپنے نام اقدس کے ساتھ عرش پر مکتوب فرمایا۔ آپ نے اپنی دعا میں **ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین** کے ساتھ یہ عرض کیا۔

اسئلک بحق محمد ان تغفرلی

(میں سوال کرتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ کے صدقے میں مجھے بخش دے) ابن منذر کی روایت میں یہ کلمے ہیں۔

اللھم انی اسئلک بجاہ محمد عبدک و کرامتہ علیک ان تغفرلی خطیئتی

(اے اللہ میں تجھ سے تیرے بندے خاص محمد مصطفیٰ ﷺ کے جاہ و مرتبت کے طفیل میں اور اس کرامت کے صدقہ میں جو انہیں تیرے دربار میں حاصل ہے۔ مغفرت چاہتا ہوں۔)

بس اللہ تعالیٰ نے نام محمد (ﷺ) کے صدقہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔ ۔

کتنا محترم ہے نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قرآن مجید میں نام محمد (ﷺ) چار مرتبہ آیا۔

(ا) وما محمد الا رسول اور محمد تو ایک رسول ہیں۔

اور رسولوں کی بعثت کا مقصود رسالت کی تبلیغ اور حجت کا لازم کر دینا ہے نہ کہ اپنی قوم کے درمیان ہمیشہ قائم رہنا۔

جنگ احد میں جب کافروں نے غلط افواہ پھیلانے کے لیے پکارا کہ محمد (مصطفیٰ ﷺ) شہید ہو گئے اور یہ افواہ شیطان کے بہکانے پر تھی۔ صحابہ کرام کو بہت اضطراب ہوا اور ان میں سے کچھ لوگ بھاگ نکلے اور پھر جب یہ ندا کی گئی کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم تشریف رکھتے ہیں تو صحابہ کی ایک جماعت واپس آئی۔ حضور ﷺ نے انہیں ہزیمت پر ملامت کی۔ انہوں نے عرض کیا "ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ کی شہادت کی خبر سن کر ہمارے دل ٹوٹ گئے اور ہم سے ٹھہرا نہ گیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا اور نصیحت کی گئی کہ

محمد اللہ کے رسول ہیں'

انبیاء علیہم السلام کے بعد بھی ان کی امتوں پر ان کے دین کا اتباع لازم رہتا ہے

تو اگر ایسا ہو بھی جاتا کہ سرکار اس عالم ناسوت سے عالم بقا کی طرف انتقال فرما جاتے تو آپ ﷺ کے دین کا اتباع مسلمانوں پر قیامت تک کے لیے لازم رہتا اور دین اسلام کی حمایت بھی تا قیامت مسلمانوں پر فرض رہتی (خزائن العرفان)

(ف) جو شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس پر لازم اور فرض ہے کہ اپنی زندگی محبوب ﷺ کے اصولوں کے مطابق بسر کرے۔

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبین وکان اللّٰہ بکل شئی علیما (۴۰ : ۳۳)

ترجمہ : (محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں' ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔)

حضرت زید ابن حارثہ' حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے۔ سیدہ نے حضرت زید کو حضور ﷺ کی خدمت کے لیے مامور فرما دیا۔ حضور ﷺ نے زید کو آزاد کر کے اپنا متبنیٰ بنا لیا اور اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت عمیمہ بنت عبدالمطلب سے نکاح کرنے کے لیے حضرت زینب کے گھر پیغام بھیجا۔ حضرت زینب اور ان کے بھائی عبداللہ نے انکار کر دیا۔ اسی وقت سورۃ احزاب کی ۳۶ ویں آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ "نہ کسی مرد مومن کو حق پہنچتا ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب فیصلہ فرما دے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا تو پھر انہیں کوئی اختیار ہو اپنے اس معاملہ میں جو نافرمانی کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔"

جب یہ ارشاد خداوندی حضرت زینب اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ نے سنا تو فوراً" حضرت زید رضی اللہ عنہ سے حضرت زینب کا نکاح کرنے پر اپنی رضا مندی کا اظہار کر دیا۔ لٰہذا خود حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پڑھایا اور دس درہم مہر ادا کیا۔ کچھ پارچات' گھریلو ضرورت کا سامان اور خورد و نوش کی چیزیں ان کے ہاں بھیج دیں۔ لیکن حضرت زینب اور حضرت زید کا نبھا نہ ہو سکا۔ نوبت طلاق تک پہنچ گئی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی دلی خواہش تھی کہ وہ حضور ﷺ سے نکاح کر کے آخرت کی نعمتیں حاصل کریں اسی لیے زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو نکاح کا پیغام ملا تھا اس پر انکار کر دیا گیا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا جب نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ہو گیا تو مزاج اور طبیعت میں تفاوت قائم رہا۔ حضرت زینب کو جو اپنی خاندانی عظمت اور شریف النفس ہونے پر جو فخر تھا اس سے ان کی خانگی زندگی تلخیوں سے دو چار ہوتی رہتی تھی۔ وہ اپنے خاوند سے تلخ کلامی کرتی رہتی تھیں۔ حضرت زید جو ایک غیرتمند جوان تھے۔ وہ آئے دن کی تلخ کلامیوں سے اکتا گئے۔ زندگی کو خوشگوار بنانے میں ان کی تمام کوششیں ناکام ہو گئی تھیں۔ حضرت زید چپکے سے طلاق بھی نہ دے سکتے تھے۔ کیونکہ نکاح حضور ﷺ نے خود کوشش کر کے کیا تھا۔ حضرت زید نے سارا قصہ حضور ﷺ کے گوش گزار کیا۔ حضور ﷺ کو زید کے ارادہ سے بڑی تکلیف ہوئی اور حضرت زید کو سمجھایا لیکن انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! خوشگوار زندگی بنانے کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں۔ لہٰذا حضرت زید نے طلاق دے دی۔

اس واقعہ کے بعد عدت گزرنے پر حضور ﷺ نے حضرت زینب سے اللہ کے حکم کے مطابق نکاح کر لیا۔ حضرت جبریل آئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ" آپ کا نکاح حضرت زینب سے آسمانوں پر ہو گیا ہے۔ آپ حضرت زینب کے گھر تشریف لے جائیں۔ لہٰذا حضور ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے شرم سے عرض کیا "یا رسول اللہ آپ بغیر اطلاع کے گھر تشریف لے آئے ہیں"۔ فرمایا "زینب! اللہ نے عرش پر تیرا عقد مجھ سے کر دیا ہے۔" (یہ واقعہ ۵ ھ کا ہے اسوقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر ۳۶ سال تھی اور حضور ﷺ کی ۵۷ سال تھی۔ ۶ سال تک حضور ﷺ کی خدمت میں ازدواجی زندگی بسر کی۔ ۵۱ سال کی عمر میں ۲۰ھ میں فوت ہوئیں) حضرت زینب رضی اللہ عنہا فخر سے فرمایا کرتی تھیں کہ سب ازواج مطہرات کا نکاح حضور ﷺ سے فرش (زمین) پر ہوا لیکن میرا نکاح عرش پر ہوا۔

آیت کا شان نزول: حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جب حرم نبوت میں رونق

افروز ہوئیں تو بہتان تراشی کے جس طوفان کا اندیشہ تھا وہ امنڈ کر آ گیا اور بدباطن یہودیوں اور منافقوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ دیکھو اپنے بیٹے کی بیوی کو اپنی زوجہ بنا لیا۔ کبھی ایسا اندھیر بھی ہوا تھا جیسے اس نبی نے کر دکھایا۔ حالانکہ خود بھی یہی بتاتے چلے آئے ہیں کہ بیٹے کی بیوی سے نکاح نہیں ہو سکتا اب خود یہی کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے جواب میں ایک جملہ ارشاد فرما کر ان کی زبانیں بند کر دیں۔ **ما کان محمدابا احد من رجالکم** (محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں) زید حارثہ کے بیٹے ہیں۔ ہمارے پیارے (رسول) محمد (ﷺ) کے بیٹے نہیں۔ کسی کو زبان سے بیٹا کہنے سے بیٹا نہیں بن جاتا۔ بیٹا وہ ہوتا ہے جو صلبی ہوتا ہے۔

نکتہ **من رجالکم** فرما کر یہ بھی واضح کر دیا کہ حضرت محمد ﷺ حضرت ابراہیم' قاسم' عبداللہ کے تو باپ ہیں لیکن وہ بچپن میں فوت ہو گئے۔ مرد کی عمر تک نہیں پہنچے۔

صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی نے فرمایا۔

"اور سب رسول ناصح شفیق اور واجب التوقیر و لازم الطاعۃ ہونے کے لحاظ سے اپنی امت کے (روحانی) باپ کہلاتے ہیں۔ بلکہ ان کے حقوق حقیقی باپ کے حقوق سے بھی بہت زیادہ ہیں۔ لیکن اس سے امت حقیقی اولاد نہیں ہو جاتی اور حقیقی اولاد کے تمام احکام وراثت وغیرہ اس کے لیے ثابت نہیں ہوتے۔

(نوٹ) **ولکن رسول اللہ** اور خاتم النبیین کا بیان انشاء اللہ آئندہ ہو گا۔

(۳) والذین امنوا وعملوا الصلحت وامنو بما نزل علی

محمد

وھوا الحق من ربھم کفر عنھم سیاتھم واصلح بالھم

اور ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اس پر ایمان لائے جو **محمد** پر اتارا گیا۔ اور وہی ان کے رب کے پاس سے حق ہے۔ اللہ نے ان کی برائیاں اتار دیں اور ان کی حالتیں سنوار دیں۔ (۴۷:۲)

یعنی جو لوگ خوش نصیب ہیں دولت ایمان سے مالا مال ہوئے کجروی کو چھوڑ کر انہوں نے راست روی اختیار کی۔ اپنے اعمال کو رضائے الٰہی اور اطاعت مصطفوی کے سانچے

میں ڈھال لیا' قرآن کریم جو اللہ تعالی نے اپنے محبوب محمد رسول ﷺ پر نازل کیا اس کو تسلیم کر لیا' ان کے ساتھ ہمارا رویہ یہ ہو گا کہ جو گناہ آج تک وہ کرتے چلے آئے ہیں- وہ سب معاف کر دیئے جائیں گے- عادات و شمائل کی طرح طرح کی جو خرابیاں ان میں پیدا ہو گئیں ہیں وہ دور کر دی جائیں گی- اب وہ سوچیں گے تو صحیح نہج پر' قدم اٹھائیں گے تو سیدھی راہ پر

اللہ تعالی نے اپنے محبوب پر ایمان لانے کی وجہ سے ان کے حالات کو درست کر دیا ہے- پہلے وہ مفلس اور کمزور ہے' اب وہ تونگر اور طاقت ور ہیں- پہلے وہ کفار کے جبر و تشدد کا نشانہ بنے رہتے تھے- اب کفار ان کے دامن رحمت میں پناہ تلاش کرتے ہیں' پہلے وہ آزادی سے عبادت بھی نہیں کر سکتے تھے- اب ان کی عظمت کا پرچم سارے جزیرہ عرب میں لہرا رہا ہے-

(ف) آج عالم اسلام کے حالات نہایت ناگفتہ بہ ہیں- ہر طرف بے چینی ہی بے چینی ہے- عیسائیت اور یہودیت مسلمانوں کو ختم کر دینے پر تلی ہوئی ہے اور ادھر مسلمان آپس ہی میں دست بگریبان ہیں- ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ اپنے اختلافات چھوڑ کر ایک ہو جائیں جیسا کہ حضور ﷺ نے ہمیں یکجا کیا تھا- اللہ تعالی کی رحمت ہمیں پھر اسی مقام پر پہنچا دے گی جس پر ہمارے اسلاف تھے-

اعتصموا حبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا (۳:۱۰۳)

(اور اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو سب آپس میں مل کر' اور آپس میں پھٹ نہ جانا)

(۴) محمد رسول اللّٰہ (۴۸:۲۹)

(جان عالم) محمد اللہ کے رسول ہیں

یعنی اللہ تعالی اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد اس کے رسول ہیں جیسا کہ سورۃ منافقون کے شروع میں ارشاد فرمایا-

ازا جائک المنافقون قالوا نشھد انک لرسول اللّٰہ واللّٰہ یعلم انک لرسولہ (۶۳:۱)

(جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ

آپ اللہ کے رسول ہیں- ہاں اللہ تو جانتا ہی ہے کہ آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں)
یعنی منافق لوگ جو فقط اپنی زبانوں سے شہادت دیتے اور ان کے دل آپ کی رسالت کو
تسلیم نہیں کرتے- ان کی شہادتوں سے کیا بنتا ہے-

اللہ تعالی کے ازلی علم میں یہ بات ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں

اس آیت کریمہ میں حضور کا نام بھی بتایا گیا اور منصب بھی بتا دیا گیا ہر دو اعتبار
سے آیت کریمہ خصوصیات نبویہ کی مظہر ہے- اس آیت کریمہ میں حضور ﷺ کی
رفعت شان کا اظہار ہے-

انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کا اسم پاک ایسا نہیں جس میں اس کی نبوت و
رسالت کے کمالات ہوں یا اس میں ان کے رسول اور نبی ہونے کی گواہی ہو- صاحب
رحمتہ للعلمین نے چند اسماء بطور نمونہ پیش کیے ہیں-

سیدنا آدم علیہ السلام - آدم کے معنی گندم گوں ہیں- ابو البشر کا اسم پاک ان
کے جسمانی رنگ کو ظاہر کرتا ہے-

سیدنا نوح علیہ السلام- صاحب رحمتہ اللعلمین نے نوح کے معنی آرام بتایا ہے
جبکہ یہ معنی ان کی حیات پاک سے مناسبت نہیں رکھتے کیونکہ آپ کی زندگی درد و الم
سے بھری پڑی ہے- دوسرے علماء کرام نے نوح کے معنی رونے والا کیا ہے- آپ قوم
کے غم میں کثرت سے رویا کرتے تھے- اللہ تعالی نے وحی بھیجی یا **نوح الی کم تنوح**
(اے رونے والے تو کب تک روئے گا) آپ کا نام اخنوخ تھا- رونے کے سبب سے
نوح پکارا جانے لگا- بہرحال آپ کے نام سے آپ کی ایک حالت کا اظہار ہوتا ہے-

سیدنا اسحٰق علیہ السلام - اسحٰق کے معنی ضاحک کے ہیں یعنی ہشاس بشاس چہرے
والے- ان کے نام میں فقط ان کے خوش مزاج ہونے کا پتہ چلتا ہے-

سیدنا یعقوب علیہ اسلام - یعقوب کے معنی پیچھے آنے والا- اللہ تعالی فرماتا ہے-

فبشر نها باسحق ومن ورا اسحق یعقوب (۱۱:۷۱)

(تو ہم نے اسے (حضرت سارہ کو) اسحٰق کی خوشخبری دی اور اسحٰق کے پیچھے
یعقوب کی) قرآن مجید نے ان معنوں کی تصدیق کی کہ سیدنا اسحٰق کے بعد حضرت سارہ

علیہا اسلام کو ان کے پوتے سیدنا یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دی گئی۔ لہٰذا آپ کے نام میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بعد پیدا ہوئے۔ اور حضرت سارہ علیہما السلام کو بیٹے اور پوتے کی خوشی کی خبر سنائی گئی۔

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرعون نے ان کو پانی سے نکالا تھا یعنی ان کے صندوق کو جس میں ان کی والدہ محترمہ نے فرعونیوں کے ظلم کے ڈر سے بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیا تھا۔ اسی مناسبت سے آپ کا نام موسیٰ (پانی سے نکالا ہوا) رکھا گیا۔ ان کے نام میں ان کی ابتدائی زندگی کا ایک واقعہ ہے جس کو ان کا نام ظاہر کرتا ہے۔

حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام یحییٰ کے معنی عمر دراز' والدین کی بہترین آرزوؤں کا ترجمان۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نام کی خوبی بھی یہ ارشاد فرمائی۔

لم نجعل له من قبل سميا ○ (۱۹:۷)

(اس کے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی نہ کیا)

لیکن ان کے اسم گرامی میں بھی رسالت و نبوت کے منصب کا اظہار نہیں ہے۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام - عیسیٰ کے معنی سرخ رنگ۔ آپ کا چہرہ سرخ و سفید تھا۔ اس بنا پر ان کا نام عیسیٰ رکھا گیا۔

ہر نبی اپنے اپنے زمانہ میں کمالات اور خوبیوں میں سب سے بلند تھا۔ لیکن ان کے اسماء سے ان کی خوبیاں اور کمالات اور منصب رسالت و نبوت کا اظہار نہیں ہوتا جیسا کہ حضور ﷺ کے نام نامی میں اظہار کمال ہے۔

محمد رسول اللہ حضور ﷺ کا ذاتی نام بھی ہے۔ محمد اسے کہتے ہیں جس کی حمد و نعت جملہ زمین و آسمان والے طوعا" و کرہا" کریں۔ اپنے تو اپنے دشمن بھی تعریف کرنے پر مجبور ہو۔ یہ خصوصیت حضور ﷺ کے نام میں پائی جاتی ہے۔ جبکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام اگرچہ کمالات کے مظہر میں لیکن ان کے ناموں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔

اس پر کمال یہ ہے کہ نام پاک کے ساتھ ہی ان کے منصب کا ذکر فرما دیا۔ رسول اللہ۔ یعنی محمد جن کی تعریف تمام مخلوق طوعا" اور کرہا" کرتی ہیں ان کا منصب

رسالت ہے۔ یعنی رب کائنات کے پیغامات کائنات تک پہنچانے والا۔

(نوٹ) رسالت کے معانی پر باقی مضمون انشاء اللہ اسم صفت رسول نمبر ۴۳ میں آئے گا۔

ولادت باسعادت اور نام محمد رکھا جانا

قوم جرہم جو چشمہ زمزم کے پھوٹنے پر حضرت سیدہ ام المسلمین ھاجرہ علیہا السلام کے حکم سے یہاں آباد ہو گئی تھی اس نے ان لوگوں کے مال کو ہڑپ کرنا شروع کر دیا جو خانہ کعبہ کی زیارت کا قصد کر کے لوگ چڑھاوے لاتے تھے۔ آخر ان کو مکہ معظمہ سے نکال دیا گیا۔ ان میں ایک شخص عمرو بن حارث تھا جس نے چاہ زمزم میں مال پھینک کر اسے بند کر دیا۔ چاہ زمزم مدتوں بند رہا۔

حضرت عبدالمطلب (حضور کے دادا) کو خواب میں چاہ زمزم کی نشاندہی کی گئی اور اسے کھودنے کا اشارہ ہوا۔ حضرت عبدالمطلب نے اسے کھودنا چاہا تو قریش مانع ہوئے۔ اس وقت آپ کے صرف ایک بیٹا تھا جس کا نام حارث تھا ۔ آپ نے منت مانی کہ اگر میرے دس بیٹے پیدا ہوں جو میرے اس کام میں مددگار ہوں تو میں ان میں سے ایک بیٹا اللہ کی راہ میں ذبح کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دس فرزند عطا فرمائے۔ (۱) حارث (۲) زبیر (۳) حجل (۴) ضرار (۵) مقوم (۶) ابولہب (۷) عباس (۸) حمزہ (۹) ابو طالب (۱۰) عبداللہ

حضرت عبدالمطلب ایک رات کعبہ مطہرہ کے پاس سو رہے تھے کہ خواب میں حکم ہوا "اے عبدالمطلب اس گھر کے رب کے لیے اپنے وعدے کے مطابق نذر وفا ادا کرو۔ آپ گھبرا کر اٹھے اور ایک مینڈھا ذبح کیا۔ دوسری رات حکم ہوا کہ مینڈھے سے بڑی قربانی دو۔ آپ نے بیل کی قربانی پیش کی۔ تیسری مرتبہ اسا ہی خواب آیا تو اونٹ کی قربانی کی۔ آخر حکم ہوا اپنی اولاد میں سے ایک فرزند ذبح کرو۔ آپ نے فرزندوں کا نام لیکر قرعہ ڈالا تو حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔ آپ کو اپنے اس بیٹے سے بہت محبت تھی۔ قریش کے کہنے پر آپ ایک کاہنہ کے پاس گئے۔ کاہنہ نے کہا۔ عبداللہ کے بدلے دس اونٹ دیت دو۔ اگر پھر بھی قرعہ میں عبداللہ کا نام آئے تو دس بڑھاتے چلے جاؤ۔

لہٰذا اس پر عمل کیا گیا- جب دیت ایک سو اونٹوں تک پہنچ گئی تو اونٹوں پر قرعہ نکل آیا لہٰذا خانہ کعبہ کے گرد سو اونٹ ذبح کیے گئے نبی ﷺ نے فرمایا-

انا ابن ذبیحین

میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں- (حضرت اسماعیل ابن ابراہیم علیہما السلام اور اپنے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا) اس واقعہ کے بعد کئی کاہنہ عورتوں نے جنہوں نے حضرت عبداللہ کی پیشانی میں نور نبوت دیکھا تھا شادی کرنی چاہی- لیکن آپ کے والد عبدالمطلب نے آپ کی شادی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا دختر وہب بن عبد مناف بن زہرہ سے کر دی-

حضرت سہل بن عبداللہ تستری کی روایت ہے

جب اللہ تعالٰی نے حضرت محمد ﷺ کو ان کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک میں پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو وہ رات جمعہ کی رات تھی اور رجب کا مہینہ تھا- اللہ تعالٰی نے رضوان خازن جناں کو اس رات میں یہ امر کیا کہ جنت کو کھول دو اور منادی کرنے والا زمین و آسمان میں یوں اعلان کرے "اے زمین و آسمان کے مکینو! سن لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ نور مخزون و مستور جس سے نبی ہادی پیدا ہو گا جس کا نام نامی اسم گرامی **محمد** ہے وہ آج کی شب اپنی والدہ ماجدہ کے بطن پاک میں قرار پکڑے گا- اس کی خلقت کامل ہو گی- یہ نبی اپنی ماں کے بطن سے انس و جن کی طرف بشیر و نذیر بن کر ظہور کرے گا-

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاملہ ہوئیں تو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ آپ اس امت کے سید کے ساتھ حاملہ ہوئیں ہیں- فرماتی ہیں کہ میں نے اس حمل میں کوئی بوجھ نہ پایا اور نہ میں نے کسی چیز کی خواہش پائی جیسے حاملہ عورتوں کو کھانے کے لیے دل للچاتا ہے- ہاں مگر اتنی بات ضرور دیکھی کہ میرا حیض موقوف ہو گیا اور کوئی شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ آپ سید الانام کے ساتھ حاملہ ہوئیں- اس وقت میں کچھ سو رہی تھی اور کچھ

شر سے اس کی نگہبانی اور حفاظت کرے اور ایک تعویز دیا کہ بچے کے بازو پر باندھ دو اور اس کا نام محمد رکھو۔ (ﷺ) (یتیم ﷺ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت بیان کی کہ جب حضور ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ نے وفات پائی تو فرشتوں نے عرض کیا۔ "اے ہمارے اللہ ہمارے آقا "تیرا نبی یتیم رہ گیا" اللہ تعالی نے فرشتوں سے فرمایا۔

"میں اس نبی کا حافظ ہوں اور اس کا نصیر ہوں") حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا۔ "محمد رسول اللہ ﷺ کس لیے ماں باپ کی جانب سے یتیم کیے گئے" امام صاحب نے فرمایا۔ "اس میں یہ حکمت الہی تھی کہ مخلوق کا حق آپ پر نہ ہو"

مکہ معظمہ سے ایک منزل پر ایک یہودی عالم عیصی نامی رہتا تھا۔ جو اہل شام سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ مکہ معظمہ کے باشندگان سے کہا کرتا تھا۔ "اے اہل مکہ! تمہارے قبیلہ میں ایک بچہ پیدا ہو گا۔ سارا عرب اس کی اتباع کرے گا۔ وہ بچہ ملک عجم پر بھی تسلط قائم کرے گا۔ اس بچہ کے پیدا ہونے کا زمانہ قریب ہے۔ جب بھی مکہ معظمہ میں کسی بچے پیدا ہونے کی اس عالم کو خبر ہوتی تو لوگوں سے بچے کا نام پوچھتا اور پیدائش کا دن دریافت کرتا۔ جس دن سرکار دو عالم ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تو حضرت عبدالمطلب عیصی کے پاس سے گزرے۔ عیصی نے آپ کو بلایا اور کہا "خدا کرے تم ہی اس بچے کے باپ ہو جو اس رات پیدا ہوا ہے اور یہ بھی کہا جس بچے کے بارے میں تم سے باتیں کیا کرتا تھا۔ وہ پیر کے دن پیدا ہو گیا ہے اور دو شنبہ کے دن اپنی نبوت کا اعلان کرے گا۔ دو شنبہ کے دن ہی اس دنیا سے انتقال کرے گا۔" حضرت عبدالمطلب نے فرمایا۔ "آج صبح میرے گھر بچہ پیدا ہوا ہے (یعنی میرے بیٹے عبداللہ کے بیٹا پیدا ہوا ہے) عیصی نے پوچھا۔ آپ نے اس بچے کا کیا نام رکھا ہے؟

آپ نے فرمایا "میں نے اس بچے کا نام محمد (ﷺ) رکھا ہے۔ عیصی نے کہا "اے مکہ معظمہ کے مکینو! خدا کی قسم مجھے امید تھی کہ یہ بچہ تم میں پیدا ہوا گا۔ میں

تین وجہ سے یہ بات کہتا ہوں "اس بچے میں تین خوبیاں ہیں"
(۱) اس بچے کا ستارہ آج کی رات طلوع ہوا۔ (۲) یہ بچہ پیر کے دن پیدا ہوا۔
(۳) اس کا نام نامی اسم گرامی **محمد** (ﷺ) ہے۔ (المواہب)

اہل مکہ کا نام محمد رکھنے پر اظہار تعجب!

جب سرکار ابد قرار پیدا ہوئے ان کے دادا محترم حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے حضرت عبداللہ (جو عالم جوانی میں ۲۴ سال کی عمر میں فوت ہوئے) کی اس یادگار کو لیکر خانہ کعبہ میں تشریف فرما ہوئے اور دعا مانگ کر واپس لائے۔ ساتویں دن قربانی (عقیقہ) کی اور تمام قریش کو دعوت دی۔ کھانا کھانے کے بعد قریش نے آپ سے پوچھا۔ "آپ نے بچے کا کیا نام رکھا ہے" حضرت عبدالمطلب نے فرمایا۔ **محمد** ﷺ" لوگوں نے اس نام کو تعجب سے سنا اور پوچھا "آپ نے اپنے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا" فرمایا "میں چاہتا ہوں کہ میرا یہ بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کا شایاں قرار پائے۔ (مدارج النبوۃ) (رحمتہ للعلمین)

محمد سید الکونین والثقلین
والفریقین من عرب ومن عجم (قصیدہ بردہ شریف)

(**محمد** ﷺ دنیا و آخرت کے سردار ہیں اور جن و انس اور دونوں جماعتوں کے عرب اور عجم سے)

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اللھم صلی وسلم وبارک علی من اسمه

(۲) سیدنا احمد ﷺ (۸:۵۴)

حضور نبی کریم ﷺ کا ذاتی نام محمد بھی ہے اور احمد بھی۔ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو اسماء ذاتی کا مادہ "حمد" ہے۔ مادہ حمد سے آپ کے صفاتی نام اور بھی ہیں۔ سیدنا حامد ﷺ سیدنا محمود ﷺ

"حمد" کے معنی ثنا و تکریم' رفعت شان' رفعت ذکر' جود و عطا کا مجموعہ'

"احمد" اسم تفضیل بروزن افعل ہے۔ لہٰذا احمد کے معنی ہوئے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والا۔

"حامد" تعریف کرنے والا۔ یعنی ہر کام میں ہر بات میں' جاگتے میں سونے میں وقت پیدائش وقت وفات' عالم ناسوت میں' عالم برزخ میں' زمین پر آسمان پر' اسریٰ میں معراج میں' خوشی میں غمی میں' حشر میں نشر میں' مقام محمود پر اللہ کی تعریف کرنے والا۔

محمود تعریف کیا گیا' لہٰذا ملائکہ میں' ملائکہ مقربین میں بھی محمود ہیں' زمرہ انبیاء و مرسلین میں بھی محمود ہیں' اہل زمین' اہل آسمان آپ کی حمد کرتے ہیں۔ خدا خود ان کا مداح ہے۔

مقام محمود آپ ہی کا مقام ہے۔ لواء حمد کے وارث آپ ہی ہیں۔ آپ کی امت کا نام حمادون (بہت زیادہ تعریف کرنے والے) ہے۔

مقام محمود۔

ومن الیل فتھجد بہ نافلتہ لک عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا (۷۹ : ۱۷)

(اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھو' یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں)۔

مقام محمود مقام شفاعت ہے کہ اسمیں اولین و آخرین حضور کی حمد کریں گے۔

ارشاد فرمایا۔

"**هو المقام الذی اشفع فیه الامتی**" (یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔)

حکیم ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "میں قیامت کے دن ساری اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ لوائے حمد میرے ہی ہاتھ میں ہو گا۔ اس دن سارے نبی میرے پرچم کے نیچے جمع ہوں گے۔

مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے اپنی تصنیف "قیامت نامہ میں یوں لکھا ہے۔ حشر کے روز جب آفتاب ایک میل کے قریب کر دیا جائے گا۔ آسمان کی طرف سے چمکنے والی بجلیاں اور خوفناک آوازیں سنائی دیں گی۔ سب کے بدنوں میں پسینہ جاری ہو جائے گا۔ انبیاء اور مومنین کے تو فقط تلوے ہی تر ہوں گے۔ بعض لوگ پسینہ میں غرق ہو جائیں گے۔ لوگ لاچار ہو کر سیدنا آدم علیہ السلام کی بارگاہ میں جا کر ان کی تعریف کر کے شفاعت کے طلب گار ہوں گے۔ آدم علیہ السلام عذر کریں گے اور حضرت نوح علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے۔ آپ لوگوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف بھیجیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عذر خواہی کر کے جناب کلیم کا پتہ دیں گے۔ جناب کلیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجیں گے۔ آپ فرمائیں گے۔ "آج اللہ تعالیٰ اس قدر بر سر غضب ہے کہ ۔ کبھی ایسا ہوا تھا نہ ہو گا۔ البتہ تم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ۔ وہ محبوب خدا ہیں۔ لوگ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔"

خلیل و نجی مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں بھی بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے

آپ فرمائیں گے "ہاں مجھی کو خدا نے اس لائق بنایا ہے کہ تمھاری شفاعت کروں یہ میرا ہی حق ہے۔ پس آپ دربار ایزدی کی طرف متوجہ ہوں گے۔ حق تعالی اس دن جبرئیل علیہ السلام کو براق دے کر تمام لوگوں کے سامنے بھیجے گا۔ آپ ﷺ اس

پر سوار ہو کر آسمان کی طرف روانہ ہوں گے لوگوں کو آسمان پر ایک نہایت نورانی و کشادہ مکان دکھائی دے گا جس میں حضور ﷺ داخل ہو جائیں گے۔ اسی مکان کا نام مقام محمود ہے پس جب تمام لوگ آپ کو اس مکان میں داخل ہوتے دیکھ لیں گے تو آپ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے لگیں گے۔ حضور ﷺ کو یہاں سے عرش معلیٰ پر تجلی الٰہی نظر آئے گی۔ جس کو دیکھتے ہی آپ سات روز تک مسلسل سر بسجود رہیں گے۔ (یہ دن دنیا کا دن نہ ہو گا) تب ارشاد الٰہی ہو گا **یا محمد ارفع راسک قل تسمع اسئل نعط اشمع تشفغ** (اے محبوب! اپنا سر اٹھاؤ کہو تمہاری بات سنی جائے گی۔ تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائیں گے۔ تم شفاعت کرو ہم شفاعت کو درجہ مقبولیت عطا کریں گے) پس حضور اپنا سر اٹھا کر خدائے قدوس کی اس قدر حمد و ثنا کریں گے کہ اولین و آخرین میں سے کسی نے نہ کی ہو گی۔ (۱) اسی لیے آپ کا نام نامی اسم گرامی

احمد

ﷺ ہے۔ (سب سے زیادہ تعریف کرنے والے)

محمد اور احمد (ﷺ) میں الگ الگ فرق ہے محمد ﷺ وہ ہے۔ جس کی حمد و ثنا جملہ اہل ارض و سماء نے سب سے بڑھ کر کی ہو اور **احمد** وہ ہے جس نے رب السموات والارض کی حمد و ثنا جملہ اہل ارض و سماء سے بڑھ کر کی ہو۔ حضور ﷺ کے ذاتی اسموں میں یہ وہ خصوصیت ہے جس سے دیگر انبیاء علیہم السلام کے اسماء گرامی ساکت و خاموش ہیں۔

آپ ﷺ سے قبل محمد اور احمد (ﷺ) کسی کا نام نہیں ہوا۔ (حاشیہ دلائل الخیرات)

نیز روایت ہے کہ حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت پکارنے والے نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کا نام **محمد** رکھنا۔ اس کا نام تورات میں

حامد ﷺ اور انجیل میں ان کا نام نامی اسم گرامی

احمد ﷺ ہے (منہ) اور فرمایا آسمان پر نام
احمد ﷺ ہے اور ان کا نام زمین پر
محمد ﷺ ہے اور زمین کے نیچے تحت الثریٰ میں
محمود ﷺ ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

قرآن مجید میں میرا نام محمد ﷺ ہے
انجیل میں میرا نام احمد ﷺ ہے
توراۃ میں میرا نام احید ﷺ ہے

فرمایا میرا نام اس لیے احید ہوا کہ میں قیامت کے دن اپنی امت سے عذاب جہنم اپنی شفاعت سے دور کروں گا۔ (حاشیہ دلائل الخیرات بحوالہ زرقانی - تہذیب)

ہر نبی و رسول اپنی اپنی امتوں کو آپ کی آمد کی خوشخبری دیتا آیا۔ سب کے بعد حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی آمد کی خوشخبری نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دی۔

واذ قال عیسی ابن مریم یبنی اسراء یل انی رسول اللّٰہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (٦١:٦)

(اور یاد کرو جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور ان رسول کی بشارت بناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔ (پ ۲۸ سورۃ صف نمبر ۶۱ آیت نمبر ٦)

تفسیر: اس آیت کریمہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تین ارشادات بیان کئے ہیں۔

(۱) میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں (**انی رسول اللّٰہ**) آپ کے اس ارشاد گرامی سے ان لوگوں کی تردید ہو گئی جو عیسائی کہلاتے ہوئے آپ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے

ہیں اور ان گستاخ یہودیوں کی بھی تردید ہو گئی جو آپ پر اور آپ کی والدہ محترمہ
سیدتنا مریم علیہما السلام پر گھناؤنے بہتان باندھتے ہیں۔ انی رسول اللہ کے بعد
فرمایا **الیکم** (تمہاری طرف) اس لفظ سے معلوم ہو گیا کہ حضرت عیسی علیہ السلام
اسرائیلیوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ یعنی فرمایا "اے اسرائیلیو! میری رسالت کا
دائرہ تمہیں تک محدود ہے"

(ف) آپ کے ان الفاظ پر عیسائی مشنریوں کو غور کرنا چاہیے جو عیسائیت کا پرچار ہر جگہ کرتے پھرتے ہیں۔ انہیں صرف اپنوں کو ہی تبلیغ کرنے کا حکم ہے۔ قرآن مجید کے اس فرمان کی تائید ان کی آسمانی کتاب انجیل مقدس سے بھی ہوتی ہے۔ "میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ " (متی انجیل باب ۱۵ آیت ۲۴)

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بارہ خلفاء کو تبلیغ و اشاعت کے لیے بھیجا تو ان کو حکم دیا۔ "غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا" (متی باب ۱۰) قرآن مجید اور انجیل سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فقط بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمائے گئے جبکہ حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ جن کی خوشخبری حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود فرمائی انہیں قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ اے محبوب فرما دیں اے لوگوں

انی رسول اللہ الیکم جمعیا

(بے شک (اے اہل جہاں میں) تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں)

(۲) فرمایا "میں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کے لیے نہیں آیا بلکہ ان پر جو آسمانی کتاب توراۃ مقدس نازل ہوئی ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سچے رسول تھے اور توریت خدا کی سچی کتاب ہے۔ چونکہ تمام رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں۔ اس لیے کسی رسول کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی دوسرے رسول کی تکذیب کریں۔"

(۳) میں تمہیں ایک بڑی روح پرور خوشخبری سناتا ہوں۔ وہ یہ کہ میرے بعد

ایک جلیل القدر، عظیم المرتبت رسول تشریف لائیں گے ان کا نام نامی اسم گرامی احمد (ﷺ) ہو گا۔ (ضیاء القرآن)

نجاشی (رضی اللہ عنہ) کی شہادت

حبشہ کے عیسائی بادشاہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اصحاب کرام ہجرت کر کے گئے۔ حضرت جعفر طیار ﷺ نے وہاں تقریر کی اور سورۃ مریم کی تلاوت کی نجاشی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ جس کی گواہی قرآن میں دی گئی (پ ۷ آیت ۱) تلاوت سن کر بادشاہ نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہی رسول ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ اسلام نے دی تھی اگر امور سلطنت کی پابندیاں نہ ہوتیں تو میں ان کی خدمت میں جا کر کفش برادری کی خدمت سرانجام دیتا۔ (خزائن العرفان بحوالہ ابوداؤد)

حضرت کعب احبار سے روایت ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا۔ "اے روح اللہ! کیا ہمارے بعد اور بھی کوئی امت ہے" فرمایا "ہاں! حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت' آپ کی امت کے لوگ حکماء علماء ابرار اتقیا ہونگے' فقہ میں نائب انبیاء ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سے تھوڑے رزق پر راضی ہو جائیں گے' اللہ تعالیٰ ان سے تھوڑے عمل پر راضی ہو گا۔ (خزائن العرفان)

وہ نور احمد جس سے شرف تھا روئے آدم کا
ہدایت کے لیے تاریکیوں میں پے بہ پے چمکا
دل یحیٰی میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے
لب عیسیٰ پہ آئے وعظ جس کی شان رحمت کے
وہ دن آیا کہ پورے ہو گئے تورات کے وعدے
خدا نے آج ایفا کر دیے ہر بات کے وعدے
نظر آئی بالآخر معنی انجیل کی صورت
ودیعت ہو گئی انسان کو تکمیل کی صورت

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۳) سیدنا مقفی ﷺ (۵:۲۳۰)

(۱) حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ انا مقفی

(۲) مقفی قفا سے ماخوذ ہے۔ ف مکسور اور مفتوح دونوں میں آیا ہے۔

(۳) مقفی کے معنی ہیں۔ سب نبیوں کے پیچھے آنے والا (اسم فاعل) مقفی کرم و لطف کرنے والا' سب کی مہمانی کرنے والا' یعنی اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سب آپ کے مہمان ہیں اور ہوں گے اور آپ میزبان ہیں۔ سب کی میزبانی فرمانے والے۔ مقفی کا مادہ قفادہ ہے۔

لطف و کرم کے ساتھ مہمانی کرنے والا ——————— اللہ تعالی نے جو لطف و کرم آپ کو بخشا کائنات میں کسی کو بھی نہ بخشا۔

ایک مرتبہ یمن سے آپ کے پاس نوے ہزار درہم آئے آپ نے انہیں تقسیم فرمانا شروع کیا۔ کسی سائل کو واپس نہ لوٹایا۔ ان میں سے کچھ بچ گئے۔ لہٰذا آپ، رات کو گھر تشریف نہ لے گئے۔ فجر کی نماز کے بعد پھر لطف و کرم کی بارش برسانا شروع کی یہاں تک درہم ختم ہو گئے۔

اس کے بعد ایک سائل حاضر ہوا اور سوال کیا۔ آپ نے فرمایا اس وقت میرے پاس کچھ نہیں۔ تم بازار چلے جاؤ۔ جس چیز کی ضرورت ہے بازار سے خرید لو اور دوکاندار کو کہو کہ میرے نام پر دیدے۔ جب میرے پاس آ جائیں گے میں اسے دیدونگا۔

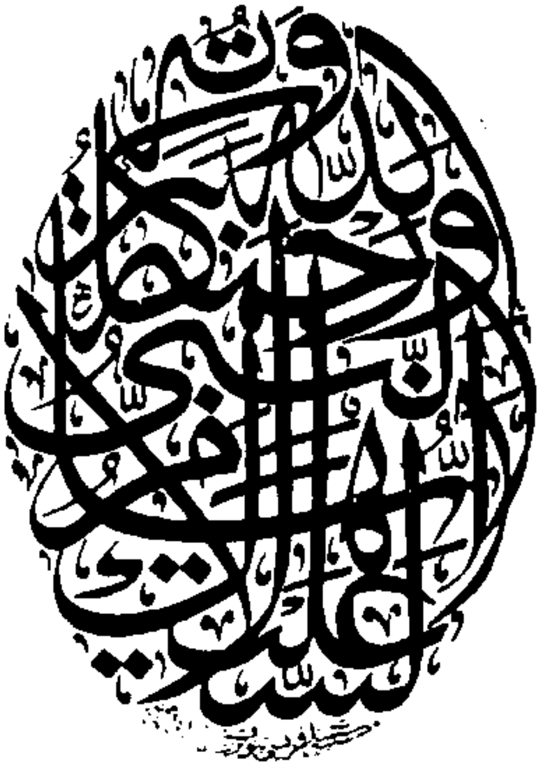
حضرت عمر رضی اللہ عنہ پاس ہی موجود تھے۔ عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی نے آپ کو اتنی تکلیف تو نہیں دی جس پر آپ قادر نہ ہوں۔" عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس بات کو آپ نے پسند نہ فرمایا۔ آپ کے چہرہ اقدس پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے۔

انصار میں سے ایک شخص اٹھا اور خاموشی سے چلا گیا۔ چند منٹ بعد واپس آیا تو

اس کی جھولی درہموں سے بھری تھی- اس نے آپ کے حضور اسے ڈھیر کر دیا اور عرض کیا "**انفق ماشئت یا رسول اللّٰہ**" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جس طرح چاہیں خرچ کریں- اللہ تعالیٰ سے کمی کا خوف نہ کریں- حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصاری کی بات سن کر مسکرائے اور ارشاد فرمایا- "اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے ایسا ہی حکم دیا گیا ہے-" (شفا شریف بحوالہ ترمذی)

واہ کیا جودو کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں' سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم



اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۴) سیدنا حاشر ﷺ (۵۰۹ : ۱۴)

قال النبی ﷺ

انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی

(میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر جمع کئے جائیں)

حاشر کے معنی جمع کرنے والا۔ سب سے پہلے قبر انور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے جیسا کہ خود فرمایا۔ **ھوا الاول من تنشق الارض** (آپ پہلے ہیں جن کے لیے زمین شق ہو گی)۔ آپ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام اور پھر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ پھر انبیاء علیہم السلام اور سب لوگ اٹھائے جائیں گے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں قیامت کے دن اس شان سے اٹھوں گا کہ میرے دائیں ابوبکر اور بائیں عمر درمیان میں میں اور عیسیٰ مسیح ہوں گے۔" (اوراق غم از علامہ ابوالحسنات)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا "کیا مجھے اجازت ہے کہ میں آپ کے پہلومیں دفن ہوں" ارشاد فرمایا "تم میرے پاس کیسے دفن ہو سکتی ہو یہ جگہ تو چار آدمیوں کے لیے ہے' میرے لیے' ابوبکر و عمر اور عیسی ابن مریم کے لیے (صلوۃ اللہ علیہم) (سیرت صدیق بحوالہ شواہد النبوت)

لوگوں کو آپ کے نقش قدم پر اٹھایا جائے گا۔ عرفات (میدان) محشر میں سب لوگ آپ کی جانب آئیں گے اور پناہ لیں گے۔ علماء کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ لوگ محشر میں میری زبان بولیں گے (عربی) یعنی سب کی زبان عربی ہو گی۔ میرے ہی عہد میں ہوں گے۔ یعنی میرا زمانہ ہو گا کیونکہ تمام نبیوں کے زمانے ختم ہو چکے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا زمانہ قیامت کے بعد بھی ہو گا۔ پھر فرمایا کہ میری رسالت پر اٹھائے جائیں گے آپ کی رسالت و نبوت کا زمانہ اس دن بھی ہو گا۔ (مراۃ مدارج النبوت)

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فجر طلوع ہوتے ہی آسمان

سے ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور قبر منور کو گھیر لیتے ہیں۔ شوق اور ذوق کے ساتھ قبر انور پر اپنے پر مارتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں۔ شام ہوتے ہی یہ سب فرشتے آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں اور دوسرے ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور قبر شریف کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ یہ بھی پر مارتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں اسی طرح یہ سلسلہ قیامت تک قائم رہے گا۔ حشر میں جب زمین پھٹ جائے گی۔ تو ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ اپنی قبر سے نکلیں گے وہ فرشتے آپ کے جلو میں تعظیم و توقیر کریں گے۔ (مواہب لدنیہ)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ۔

عرش حق ہے مسند رفعت رسول اللہ کی
دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ کی
قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی
ٹوٹ جائیں گے گنہگاروں کے فوراً قید و بند
حشر کو کھل جائیگی طاقت رسول اللہ کی
"حدائق بخشش"

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

اللھم صلی وسلم و بارک علی من اسمہ

(۵) سیدنا نبی التوبۃ ﷺ (۵۰۶:۱۱)

"توبہ کے نبی" کے معانی مفتی احمد یار خانصاحب مرحوم نے یوں ارشاد فرمائے ہیں حضور ﷺ کے دست پاک پر ساری مخلوق نے توبہ کی یا کرے گی۔ یا حضور کے دین میں گناہوں سے توبہ آسان کر دی گئی یا حضور ﷺ کی برکت سے یا صدقے سے تمام انبیاء علیہم السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ یہ بھی معنی بیان ہوئے کہ جو حضور ﷺ کے دروازے پر آ جائے تو اس کی توبہ قبول ہو گی (مراۃ)

فقیر کہتا ہے کہ یہ معنی خوب ہیں کہ حشر میں ساری مخلوق انبیاء و اولیاء اور صلحاء نیک و بد' کافر و مشرک آپ ہی کی طرف رجوع کریں جیسا کہ نام احمد ﷺ کی شرح میں بیان ہوا۔ اس دن آپ ﷺ کی تمام صفات جو ان کے مولا نے ان کو عطا فرمائیں سب پر عیاں ہو جائیں گی۔ جو لوگ مسلمان کہلا کر آپ ﷺ کی اکثر صفات کو نہیں مانتے اس دن ضرور مانیں گے بلکہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہ ہو گا۔ لہٰذا۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

ایسے معانی شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کئے ہیں۔

(فی مدارج النبوۃ) حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ آپ کے صدقہ میں قبول ہوئی۔ جب آدم علیہ السلام نے حضور ﷺ کا وسیلہ پیش کیا۔ **فتلقی ادم من ربہ کلمت فتاب علیہ انہ ھوا التواب الرحیم (۲:۳۷)**

(پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ بیشک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان)

یہ جو اوپر معنی بیان ہوئے کہ توبہ آسان کر دی گئی ہے۔ اسکی تفصیل یوں ہے کہ حضرت اقدس سے قبل جس قدر امم تھیں ان کی توبہ سزا دینے کے بعد قبول کی جاتی تھی اور حضرت اقدس کی برکت سے امت مرحوم کی توبہ استغفار کرنے سے قبول

ہو جاتی ہے اور صغیرہ گناہ تو فقط عبادت کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں۔

جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام چالیس دن کے لیے بنی اسرائیل سے جدا ہوئے۔ تاکہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر تورات مقدس حاصل کریں۔ ان کے پیچھے انہیں ایام میں بنی اسرائیل بچھڑا پوجنے لگی۔ آپ واپس تشریف لائے تو ان کی حالت دیکھ کر بہت ناراض ہوئے۔ بنی اسرائیل نے اپنی غلطی تسلیم کی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے کلیم ان کی عذر خواہی کے لیے انہیں میرے حضور پیش کرو۔ جناب کلیم ستر ۷۰ آدمی منتخب کر کے انہیں کوہ طور پر لے گئے۔ وہاں جا کر ان لوگوں نے کہا "اے موسیٰ (علیہ السلام) ہم آپ کا ہرگز یقین نہ کریں گے جب تک ہم خدا کو اعلانیہ نہ دیکھ لیں" ان کی اس گستاخی کی بنا پر آسمان سے ایک ہولناک آواز آئی۔ جسکی ہیبت سے وہ سب مر گئے۔ حضرت کلیم نے بتضرع عرض کیا "یا الہ العلمین! میں اپنی قوم کو کیا جواب دوں گا۔" اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے صدقے میں ان کو زندہ کر دیا۔ پھر انہوں نے معافی مانگی تو حضرت کلیم علیہ السلام نے فرمایا۔ "عفو کی کیفیت یہ ہے کہ جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی وہ گو سالہ پرستوں کو قتل کریں۔ وہ اس پر راضی ہو گئے۔ صبح سے شام تک ستر ہزار قتل ہوئے۔ شام ہوتے ہی حضرت کلیم اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام نے گریہ زاری کی تو حکم ہوا کہ جو قتل ہو گئے شہید ہوگئے باقیوں کے اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا۔

وانا قال موسى لقومه يقوم انكم ظلمتم انفسكم باتخاذكم العجل فتوبوا الى بارئكم فاقتلوا انفسكم ذلكم خير لكم عند بارئكم فتاب عليكم انه هوا التواب الرحيم (۲ : ۵۴)

((یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم نے بچھڑا بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ تو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو۔ یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لیے بہتر ہے۔ تو اس نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔ بیشک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔)

اس سے معلوم ہوا کہ سابقہ امم کو سزا دینے کے بعد معافی دی جاتی تھی اور بعد

میں توبہ قبول ہوتی تھی۔ امت مرحومہ کو نبی ﷺ کے صدقے میں توبہ کرنے پر جلد معافی دیدی جاتی ہے۔

حضرت تیہان تمار رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت کھجوریں لینے کے لیے آئی ان کا دل اس عورت کی طرف مائل ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اندر آ جاؤ تمہیں اچھی کھجوریں دکھاتا ہوں اندر لے جا کر اس عورت سے لپٹ گئے اور بوسہ لے لیا۔ پاکباز عورت نے کہا اتق اللّٰہ (اللہ سے ڈر) وہ کانپ گئے اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی مانگنے لگے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "تم ایسے کام کرتے ہو حالانکہ میں تمہارے اندر موجود ہوں" وہ رونے لگے اور معافی مانگنے لگے۔ (مشکوۃ شریف - تفسیر حسینی)

بعض مفسرین نے کہا حضرت ثعلبہ انصاری رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی انہوں نے اپنے دینی بھائی حضرت سعید بن عبدالرحمٰن کے ساتھ ایسی ہی کوئی غلطی کا ارتکاب کیا حضور ﷺ نے انہیں ڈانٹا وہ خوفزدہ ہو کر جنگل میں چلے گئے اور وہاں روتے رہے۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی معافی کا اعلان فرمایا جبریل علیہ السلام وحی لیکر نازل ہوئے۔

والذین اذا فعلوا فاحشته اوظلموا انفسهم ذکر واللّٰه فاستغفروا لذنوبهم ومن یغفرالذنوب الا اللّٰه ولم یصر واعلی مافعلو وهم یعلمون ○

(اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں' اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے' اور اپنے کئے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں)

حضور نبی کریم ﷺ کے صدقہ ان حضرات کے گناہوں کو معاف کر دیا گیا۔ کیونکہ حضور ﷺ نبی التوابۃ ہیں۔

غزوہ تبوک کے موقعہ پر دس اصحاب کبار بلاوجہ جہاد میں شریک نہ ہوئے۔ بعد میں انہیں ندامت ہوئی تو ان میں تین یا سات حضرات نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا اور قسم کھائی کہ ہم اپنے آپ کو ستونوں سے نہ کھولیں گے۔

یہاں تک کہ حضور ﷺ تشریف لائیں اور آپ خود اپنے دست مبارک سے کھولیں۔ حضور ﷺ جب جنگ تبوک سے واپس تشریف لائے اور ان لوگوں کو دیکھا تو دریافت کیا کہ ان کا کیا معاملہ ہے۔ صحابہ نے حقیقت حال عرض کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی قسم جب تک اللہ ان کے بارے میں کوئی حکم توبہ کا نہ بھیجے گا۔ میں بھی انہیں نہیں کھولوں گا۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

واخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عقلاً صالحاً واخر سیاً عسی اللّٰہ ان یتوب علیھم ان اللّٰہ غفور رحیم (۹:۱۰۲)

{اور کچھ وہ ہیں جو اپنے گناہوں کے مقر ہوئے اور ملایا ایک کام اچھا اور دوسرا برا (اچھا سے مراد ندامت' برے سے مراد جہاد میں شامل نہ ہونا) قریب ہے اللہ ان کی توبہ قبول کرے۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے}

اس آیت کے نازل ہونے پر حضور ﷺ نے انہیں ستونوں سے کھول دیا کیونکہ نبی التوبہ کے صدقہ میں ان کی توبہ قبول ہوئی۔

ایسے ان گنت واقعات قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیرا الخلق کلھم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

اللهم صل وسلم و بارک علی من اسمہ

(۶) سیدنا نبی الرحمۃ ﷺ (۱۳:۳۴۶)

قال النبی ﷺ انا نبی الرحمۃ (مشکوٰۃ)

(نبی ﷺ نے فرمایا میں رحمت کا نبی ہوں۔

و قال اللّٰہ تعالٰی فی شان حبیبہ و ما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین ○

اور اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کی شان میں فرمایا

(اے محبوب! ہم نے تم کو تمام عالموں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا) ۲۱:۱۰۷

(اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے) (کنز الایمان)

رحمت کے معنی پیار ترس ' ہمدردی ' غم گساری' محبت ' خبر گیری یعنی حضور ﷺ ایسے نبی ہیں جو

ہر ایک سے پیار کرتے ہیں	ہر مظلوم پر ترس کھاتے ہیں
غریبوں' لاوارثوں کے ہمدرد ہیں	غم زدوں کی غم گساری کرتے ہیں
اپنوں اور غیروں سے محبت کرتے ہیں	اپنی امت کے حال سے باخبر ہیں

دنیا میں ایسا کون انسان ہو گا جو یہ کہہ سکے کہ مجھے مندرجہ بالا اخلاق کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی انسان ان اوصاف اور فیوض سے اپنے آپ کو مستغنی نہیں کہہ سکتا۔ اب نبی الرحمۃ کی ذات ستودہ صفات کا اندازہ کیجئے جو سب سے پیار کرتا ہے' سب پر ترس کھاتا ہے' ہر ایک کا ہمدرد اور غم گسار ہے ' جس کی محبت عام ہے ہر ایک وسنوں کو اپنے حقائق سے ہمدرد اور دوست بنا سکتا ہے۔ آپ کے فیوض سے تمام اذہان کو شادابی ' درستگی ' صحت اور صداقت حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالٰی نے آپ کو نبی الرحمۃ بنا کر بھیجا سخت خو نہ بنایا۔ خود ارشاد فرماتا ہے۔

فبما رحمۃ من اللّٰہ لنت لھم و لو کنت فظا غلیظ القلب لا انفضوا من حولک فاعف عنھم و استغفر لھم (۳:۱۵۹)

اور کیسی کچھ اللہ تعالٰی کی مہربانی ہے کہ اے محبوب! تم ان کے لیے نرم دل

ہوئے اور اگر آپ تند مزاج اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو۔)

رب العلمین نے اپنے نبی کو نبی الرحمت فرما کر یہ ظاہر کر دیا کہ جس طرح میری الوہیت عام ہے اور میری ربوبیت سے کوئی چیز بھی لاپرواہ نہیں رہ سکتی بعینہ رسول کریم ﷺ کی تعلیمات سب کے لیے ہے اور سب کے فائدے کے لیے ہے کوئی چیز حضور ﷺ کی رحمت سے مستغنی نہیں رہ سکتی۔ شاید کوئی سر پھرا انسان یہ بات تو آسانی سے کہہ دے کہ مجھے سورج کی روشنی اور گرمی کی ضرورت نہیں لیکن کسی صاحب علم و فضل کے لیے یہ بات بہت دشوار ہے کہ وہ یوں کہنے لگے کہ مجھے تعلیمات محمدیہ کی بالکل ضرورت نہیں۔ حضور ﷺ کی سیرت پر غور کرنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اقوام دنیا نے کس طرح بھیس بدل بدل کر حضرت ﷺ کی تعلیمات سے خوشہ چینی کی ہے۔ حضور ﷺ کی رحمت، ترس، غم گساری، ہمدردی اور محبت ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ حضور ﷺ کی عمر اس وقت ۱۵ سال کی ہو گی جب آپ نے حرب الفجار کو دیکھا کہ ایک قوم دوسری قوم پر حملہ آور ہوتی ہے اور اس پر فخر کرتی ہے۔ حضور ﷺ نے انسان کا انسان کو شکار کرنے، مولی گاجر کی طرح کاٹ دینے، وحشت و غضب کا نشانہ بنانے کو سخت ناپسند فرمایا۔

۲۔ حضور ﷺ نے عین جوانی کے عالم میں ایک انجمن تشکیل دی جس کا نام حلف الفضول رکھا۔ اس انجمن کے ممبران نے مندرجہ ذیل عہد کیا۔

(الف) ہم ملک سے بدامنی دور کریں گے۔

(ب) ہم مسافروں کی حفاظت کریں گے۔

(ج) ہم غریبوں کی امداد کریں گے۔

(د) ہم زبردست کو زیردست پر ظلم و ستم کرنے سے روکا کریں گے۔

۳۔ حضور ﷺ نے فرمایا "برائی کی مدافعت نیکی اور خوبی سے کرو۔"

۴۔ حضور ﷺ نے کاہنوں کے ترہب (دنیا سے الگ ہو کر عبادت کرنا) ہندوؤں کے

جوگ اور سنیاس کو (دنیا سے کنارہ کش ہونا' حبس دم کرنا) یہودیوں کے فرقہ لامساس (یہودی ایام حیض میں عورتوں کے ہاتھ سے کوئی چیز نہ لیتے تھے ان سے نفرت کرتے تھے) یونانیوں کا گروہ کلیر ( ) عیسائیوں کے منک اور نن (NON & MONK) (عیسائی لوگ چھوٹے بچوں کو گرجوں کے پادریوں کے سپرد کر دیتے تھے۔ پہلے تو یہ مقدس منت تھی پھر اس میں خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ منک اور نن جوان ہو کر بدفعلیاں کرتے یا منک اور نن پادریوں کی شہوت کی نظر ہو جاتے۔ شادی کرنے کی اجازت نہ دی جاتی۔ اس طرح عبادت خانوں میں برائی کے اڈے قائم ہو گئے جو اب تک موجود ہیں) کو دیکھا تو نبی رحمت نے ارشاد فرمایا

لا رهبانية فی الاسلام (اسلام امن و امان والا دین ہے۔ دنیا ترک کر کے عبادت کا حکم نہیں دیتا)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی رحمت کی طرف وحی کی۔

و رهبانية ن ابتدعوها ما كتبنها عليهم الاابتغاء رضوان الله فما رعوها حق رعايتها (۲۷ : ۵۷)

(اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کے لیے پیدا کی۔) اس سے برائی کا سدباب فرمایا۔

(ف) ہاں اگر کوئی اللہ کی رضا چاہنے کے لیے اب بھی ایسا قدم اٹھاتا ہے اور شریعت کی پابندی کرتا ہے تو اس کے لیے جائز ہو گا ورنہ عموماً" اس میں برائی کا خطرہ ہوتا ہے۔

۵۔ حضور نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ میں رومی' یونانی' پاکستانی' ہندوستانی ' مصری سوڈانی کالا گورا' امیر غریب سب برابر ہیں۔ آپ ﷺ کے دربار میں بلال حبشی' فیروز خراسانی ' سلمان فارسی' صہیب رومی' ثمامہ نجدی' عدی بن حاتم طائی قریب قریب بیٹھے نظر آتے ہیں۔

۶۔ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل عورت کا کوئی مقام نہ تھا۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا **و لهن مثل الذی علیهن** (جیسے حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں۔ ویسے ہی حقوق

عورتوں کے مردوں پر ہیں)

النساء شقائق الرجال و اتقوا اللّٰہ فی النساء عورتیں مردوں کا ایک حصہ ہیں' عورتوں کے معاملات میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔

۷۔ فرمایا **ان اللّٰہ یحب من عبادہ الرحماء** بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے رحم و شفقت کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

۸۔ **الراحمون رحمھم الرحمن و ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء** (رحم کرنے والے وہ ہیں جن پر رحمٰن رحم فرماتا ہے۔ اور تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔)

۹۔ نبی رحمت ﷺ نے عرب کے اس رواج کو توڑ کر رکھ دیا جو ان میں رائج تھا کہ میت کا ورثہ خاندان کے صرف ان لوگوں کو ملے گا جو تلوار اور نیزہ چلا سکتے ہوں۔ اس طرح عورتیں اور چھوٹے بچے' معذور محروم رہ جاتے تھے۔ نبی رحمت ﷺ نے باپ کی جائداد سے بیٹی کو' شوہر کی جائداد سے بیوی کو' بھائی کی جائیداد سے بہن کا حصہ دینے کا حکم صادر فرمایا۔

۱۰۔ نبی رحمت ﷺ نے شراب کو قطعی حرام قرار دیا کیونکہ اس کے پی لینے سے اچھائی برائی میں تمیز نہیں رہتی۔ شرابی جب زیادہ نشے میں ہوتا ہے تو بہن' ماں اور بیوی میں امتیاز نہیں کرتا۔ بذریعہ وحی ارشاد فرمایا۔

یا یھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب و الازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعللکم تفلحون ○ (۵ : ۲)

(اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام' تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ)

اس حکم کے ساتھ ہی یہ بھی اپنی زبان اطہر سے فرما دیا۔ **کل ماسکر کثیرہ و قلیلہ حرام**۔ (جس کی بڑی مقدار میں نشہ ہو اس کی تھوڑی سی مقدار بھی حرام ہے)

شراب یا نشہ والی کوئی چیز علو تاً" یا دواء" تھوڑی مقدار میں بھی حرام ہے۔ جو

دوائی کے طور پر استعمال کراتے ہیں یا کرتے ہیں حرام کے مرتکب ہوتے ہیں یاد رہے ہر وہ چیز جو حضور ﷺ نے حرام فرمائی یا ناپسند کی اس میں شفا قطعاً" نہیں ہو سکتی اگرچہ دنیا کے حکیم اور ڈاکٹر تحقیق کرتے پھریں۔

(۱۱) نبی رحمت نے گنہگار انسان کو توبہ کی تعلیم دے کر اسکو اپنے خالق و مالک کا راستہ بتا کر خالق و مالک کے قریب کر دیا۔

(۱۲) نبی رحمت نے غلاموں کو مولایا بنا دیا۔ چرواہوں کو ایسی تعلیم دی کہ حکمران بن گئے۔

(۱۳) نبی رحمت نے فرمایا۔ "اسلام میں کوئی انسان بھی اچھوت نہیں۔ سب کی جان و مال کی حفاظت اور احترام ہر شخص پر لازمی ہے۔ معاشرت اور تمدن میں سب برابر ہیں۔ بشرطیکہ وہ شرعی لوازمات اور تقاضے پورے کرتا ہو۔

مولای صل وسلم دائما" ابدا"
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى...

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ (۲)

اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ

(۷) سیدنا عاقب ﷺ (۱۷۳=۱۱)

قال النبی ﷺ انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی (متفق علیہ)

(میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو)

عاقب عقب سے بنا جس کے معنی پیچھے آنے والا۔ حضور ﷺ کا نور اگرچہ سب سے پہلے تخلیق ہوا لیکن دنیا میں چونکہ آپ سب رسولوں اور نبیوں کے بعد تشریف لائے اس لیے آپ کا نام عاقب ہے۔ حضور ﷺ اپنے پیچھے خیر چھوڑ گئے جیسا کہ فرمایا۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم (سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر جو لوگ ان کے بعد (یعنی صحابہ کے بعد) آئیں گے (یعنی تابعی) اور پھر جو ان (تابعین) کے بعد آئیں گے۔ (یعنی تبع تابعین)

صاحب تفسیر نبوی مولانا نبی بخش نقشبندی حلوائی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر (جلد نمبر ۲) میں حدیث بیان فرمائی کہ میرے بعد خیر ایک سو پچاس سال رہے گی۔ لہٰذا ۱۵۰ھ میں سیدنا امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔ معلوم ہوا کہ آپ کی وفات علم و فضل ' اتقا و پرہیزگاری پر ایک خیر ختم ہو گئی۔ چونکہ حضور ﷺ عاقب ہیں اس لیے سب کی عاقبت آپ ہی کے صدقہ میں ہے۔ چونکہ آپ عاقب ہیں اس لیے آپ کے زمانہ میں کوئی نبی تھا اور نہ قیامت تک کوئی نبی ہو گا اور نہ ہو سکتا ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں وہ اب بہ شان نبوت زندہ نہیں بلکہ وہ حضور ﷺ کی امت میں ہیں مثلاً" حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آسمان پر ہیں یا حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام جو زمین پر ہیں۔ حضور ﷺ کی امت کی حیثیت سے ہیں۔

(نوٹ) آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہونے والی احادیث آگے بیان ہوں گی۔

صاحب مواہب لدنیہ فرماتے ہیں کہ معقب بھی آپ کا اسم شریف ہے ﷺ معقب عاقب کے معنوں میں ہے یعنی انبیاء کے بعد تشریف لانے والے' اس کا مادہ

عقب بیان کیا۔ فرمایا عقب بھی اس کا مادہ ہے۔ اب معنی ہوں گے۔ وہ شخص جو اپنے بعد کسی کو چھوڑے۔ آپ کے عقب میں سیدۃ النساء

فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا

ہیں جن کی اولاد قیامت تک موجود رہے گی۔

سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضرت عاقب صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں جو سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے پیدا ہوئیں۔ آپ کا سن ولادت ایک روایت کے مطابق ۴۱ فیل (۱ نبوت) ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ابھی بچی ہی تھیں کہ نبی ﷺ کعبہ شریف میں نماز ادا کر رہے تھے وہاں سب کفار قریش موجود تھے۔ جب حضور ﷺ سجدہ میں میں گئے تو عقبہ بن محیط نے آپ کی پیٹھ پر اونٹ کی اوجھ (اوجھڑی) لا کر رکھ دی۔ حضور ﷺ ابھی سجدہ ہی میں تھے کہ سیدہ آئیں اور آپ کی پشت سے اوجھ علیحدہ کی اور عقبہ کو بد دعا دی۔ (بخاری)

ہجرت کے دوسرے سال آنحضرت ﷺ نے ان کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کیا۔ حضور ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ادائے مہر کے واسطے تمہارے پاس کچھ ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ ایک گھوڑا اور زرہ ہے۔ فرمایا کہ گھوڑا جہاد کے لیے ضروری ہے۔ زرہ کو فروخت کر ڈالو' ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ دو زرہ ہیں' ایک آپ کی عطا کردہ ہے اور ایک میری اپنی ہے ارشاد فرمایا۔ "اپنی زرہ بیچ دو"۔ جب آپ زرہ بیچنے کے لیے باہر بازار کی طرف نکلے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ سے ۴۸۰ درہم میں زرہ خرید لی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے درہم لا کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر دیئے۔ حضور ﷺ نے اس میں سے کچھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خوشبو لانے کے لیے دیئے اور باقی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو جہیز بنانے کے لیے دیئے۔ اس طرح عقد ہو گیا۔ جہیز میں یہ چیزیں تھیں۔ ایک لحاف' ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال [illegible] مشک' دو گھڑے۔ اسی سال ماہ ذی الحجہ میں رسم

عروسی ادا کی گئی۔ مولا علی نے مکان کرایہ پر لیا پھر حضرت حارثہ بن نعمان نے اپنا مکان پیش کر دیا۔

حضور ﷺ حضرت سیدہ سے بہت پیار فرماتے تھے۔ جب سفر کے لیے تشریف لے جاتے تو اخیر میں سیدہ سے ملتے اور جب واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے سیدہ سے ملتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے "فاطمہ میرا پارہ گوشت ہے۔ جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا" آپ ہی کی نسبت حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اس امت کی سب سے بہتر عورت فاطمہ ہے' عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں' فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

روایت ہے سیدہ فاطمہ کو گھر کا سارا کام کاج کرنا پڑتا تھا۔ ایک روز خبر ملی کہ حضور ﷺ کے پاس لونڈی غلام آئے ہیں اس لیے آپ خادمہ کی درخواست کرنے کے لیے حاضر ہوئیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا خادمہ سے بہتر چیز عطا نہ کروں" عرض کیا "ابا جان وہ کیا" فرمایا۔ "ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ' ۳۳ مرتبہ الحمد اللہ' ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھا کرو عمران سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ سیدہ بیمار ہو گئیں۔ حضور ﷺ تیمارداری کے لیے تشریف لے گئے پوچھا۔ "پیاری بیٹی! کیا حال ہے؟" عرض کیا "مجھے تکلیف ہی ہے مزید بر آں یہ کہ ہمارے ہاں کھانے کے لیے کوئی چیز نہیں" آپ نے فرمایا۔

"بیٹی! تم اس پر خوش نہیں ہو کہ نساء العلمین کی سردار ہو" فاطمہ نے کہا یا ابت فاین مریم بنت عمران - ابا جان حضرت مریم بنت عمراں کدھر گئیں" فرمایا "وہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار تھیں اور تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو اور تمہارا شوہر دنیا و آخرت میں سردار ہے"

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "میں نے فاطمہ سے بڑھ کر کسی کو سچ بولنے والا نہ دیکھا۔ ہاں وہی ایسا ہو سکتا ہے جو نبی ﷺ کی اولاد ہو"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت جمیع بن عمیر صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ " رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا کون تھا"۔ فرمایا "فاطمہ" انہوں نے پوچھا "

مردوں میں کون تھا"۔ فرمایا ان کا شوہر علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہم) اور فرمایا "علی تو بڑے صوام و قوام تھے" (یعنی بہت زیادہ روزے رکھنے والے راتوں کو قیام کرنے والے)

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک بار سیدہ فاطمہ نے ان سے کہا عورتوں کا جنازہ جس طرح اب لیجایا جاتا ہے' مجھے تو یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ جنازے پر ایک چادر ڈال دیتے ہیں جس میں سے اس کا پیکر نظر آتا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا "میں نے حبشہ میں ایک دستور دیکھا تھا' آپ کو دکھاتی ہوں پھر انہوں نے کھجور کی دو تازہ شاخیں منگوائیں اور چارپائی پر لگوا دیں اور ان پر کپڑا ڈال دیا" سیدہ فاطمہ ؓ نے فرمایا یہ تو بہت خوب اور بہت ہی اچھا ہے۔ مرد اور عورت کے جنازہ کی پہچان بھی ہو جاتی ہے۔ جب میں انتقال کر جاؤں تب تو اور علی مجھے غسل دینا اور کسی کو شامل نہ کرنا۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی مرض الموت میں حضرت سیدہ کو بلایا اور ان کے کان میں کوئی بات کہی تو آپ رو پڑیں۔ پھر حضور ﷺ نے بلایا اور سرگوشی کی تو آپ مسکرانے لگیں۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں میں نے ایک موقعہ پر سیدہ سے پوچھا کہ وہ کیا باتیں تھیں۔ فرمایا۔ "پہلے مجھے ابا جان نے فرمایا کہ میں اسی مرض میں انتقال کر جاؤں گا۔ تو یہ سن کر میں رو پڑی۔ دوسری مرتبہ فرمایا کہ تم میرے خاندان میں سب سے پہلے مجھے ملو گی تو میں ہنس پڑی۔ حضرت سیدہ کی وفات شب سہ شنبہ (منگل) ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو ہوئی۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور اسماء بنت عمیس زوجہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما نے غسل دیا۔ رات کو ہی جنازہ اٹھایا گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ اہل بیت میں سے آپ ہی سب سے پہلے نبی ﷺ سے آخرت میں جا ملیں۔ رضی اللہ عنہا

سیدہ فاطمہ علیہا السلام کو اپنی ہمشیروں پر بھی یہ خاص شرف حاصل ہے کہ دنیا میں ان ہی کی ذریت چلی اور آپ ہی کی ذریت سے آئمہ العظام اولیائے کرام کی زیادہ

تعداد ہوئی۔

سیدہ کے بطن اطہر سے سیدنا امام حسن' سیدنا امام حسین امام محسن (بچپن میں فوت ہو گئے) سیدہ ام کلثوم' سیدہ زینب پیدا ہوئیں۔ (رضی اللہ عنہم) سیدہ ام کلثوم بنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان کے ہاں حضرت زید اور رقیہ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔

حضرت زید کا انتقال اسی دن ہوا جس دن ان کی والدہ ام کلثوم بنت علی المرتضٰی فوت ہوئیں۔ واقعہ یوں ہوا کہ بنی عدی کسی بات پر جھگڑ رہے تھے حضرت زید بن عمر رضی اللہ عنہ ان میں صلح کرانے کے لیے نکلے۔ شب تار کی وجہ سے آپ کو پہنچانا نہ گیا۔ کسی شخص کی ضرب آپ کے سر پر لگی آپ شہید ہو گئے۔

سیدہ زینب کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما سے ہوا۔ میدان کربلا میں اپنے برادر محترم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھیں۔ گرفتاری کے بعد صبر و استقامت سے مصائب کو برداشت کیا۔ ان کے صاحبزادے حضرت عدی بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابو طالب (رضی اللہ عنہم) اسی میدان میں شہید ہوئے۔ مناسب اور بہتر ہو گا کہ حضرت سیدہ کی باقی تین ہمشیرات کے مختصر حالات بھی بیان ہو جائیں۔

(ا) حضرت سیدہ زینب (بنت رسول اللہ ﷺ) رضی اللہ عنہا حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب پیدا ہوئیں تو حضور ﷺ کی عمر پاک تیس سال تھی۔ یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ حضور کی چار بیٹیاں اور دو بیٹے حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ علیہما السلام سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے بطن طاہرہ سے پیدا ہوئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے کہنے پر حضور ﷺ نے ابو العاص سے کر دی۔ ابو العاص' ام المومنین کی حقیقی بہن ہالہ بنت خویلد کا بیٹا تھا۔ اس کا نسب نامہ یہ ہے۔

ابوالعاص بن ربیع بن عبدالشمس بن عبد مناف

حضور ﷺ نے جب نبوت و رسالت کا اعلان کیا تو سیدہ زینب اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ ہی مسلمان ہو گئیں۔ ابوالعاص کفر و شرک پر قائم رہا۔ جنگ بدر میں وہ کفار

کی طرف سے مسلمانوں کے مقابلہ پر آیا تو حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان انصاری نے گرفتار کر کے قیدی بنا لیا۔ جب فدیہ لیکر قیدی رہا کیے تو سیدہ زینب نے جو اس وقت تک مکہ معظمہ میں تھیں اپنے شوہر کی رہائی کے لیے وہ ہار بھیجا جو شادی کے موقعہ پر ان کی والدہ محترمہ نے انہیں دیا تھا۔ اس ہار کو جب حضور ﷺ نے دیکھا تو سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کی یاد تازہ ہو گئی۔ صحابہ نے حضور ﷺ کی حالت دیکھ کر ہار واپس کرنے کی سفارش کی۔ لہٰذا ابوالعاص کو بلا فدیہ رہا کر دیا گیا۔ البتہ ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ وہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ہجرت کرنے کی اجازت دے دے گا۔ ابوالعاص نے مکہ پہنچ کر ایفائے عہد کیا۔ حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کو سیدہ کے مدینہ پاک لانے کے لیے بھیجا۔ حضرت سیدہ نے چپکے چپکے سفر کی تیاری کر لی۔ ابوالعاص کے بھائی کنانہ نے سیدہ کو اونٹ پر سوار کیا اور تیر و کمان لیکر دن کے وقت مدینہ کی جانب روانہ ہوا۔ قریش کے چند آدمیوں نے تعاقب کیا اور ذوطویٰ میں جا گھیرا۔ ہبار بن اسود نے آگے بڑھ کر حضرت سیدہ کو نیزہ سے ڈرا کر اونٹ سے نیچے گرا دیا۔ سیدہ حاملہ تھیں۔ اس صدمہ سے آپ کا حمل ساقط ہو گیا۔ یہ دیکھ کر کنانہ نے ترکش سے تیر نکال کرزمین پر رکھ لیے اور کہا۔ "جو شخص میرے نزدیک آئے گا زندہ بچ کر نہ جائے گا" یہ سن کر لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ ابو سفیان اڑے آیا اور کہا "میری بات سنو! اے ابوالعاص! محمد سے ہمیں بہت تکلیف پہنچی ہے۔ دن دہاڑے اس کی لڑکی کا مکہ سے چلے جانا ہماری کمزوری کا سبب بنتا ہے۔ ہمیں زینب کے روکنے کی ضرورت نہیں۔ چند دن بعد رات کے وقت چھوڑ آنا" لہٰذا کنانہ نے ابوسفیان کی بات کو تسلیم کر لیا۔ چند روز بعد ایک رات حضرت سیدہ کو اونٹ پر سوار کر کے لے آیا اور انہیں حضرت زید اور انصاری صحابی کے حوالے کر دیا۔ وہ دونوں حضرت سیدہ کو مدینہ شریف حضور ﷺ کے پاس لے آئے۔

ابو العاص کا ایمان لانا

جمادی الاول ۶ھ میں ابوالعاص قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام کی طرف گیا۔ اس کے پاس قریش کا بہت سامان تھا۔ مقام عیص پر حضور ﷺ

کے بھیجے ہوئے سریہ جس کے سربراہ حضرت زید بن حارثہ تھے۔ ابوالعاص کو گھیر لیا۔ مال پر قبضہ کر کے ابوالعاص کو گرفتار کر لیا۔ جب مدینہ شریف لائے تو حضرت سیدہ نے ابوالعاص کو دیکھ کر بلند آواز سے کہا "میں ابوالعاص کو پناہ دیتی ہوں۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ "تم نے بھی کچھ سنا" صحابہ نے عرض کیا "ہاں" فرمایا "مسلمانوں سے ایک ادنیٰ شخص بھی پناہ دے سکتا ہے۔" اس کے بعد حضور ﷺ گھر تشریف لے گئے اور سیدہ سے فرمایا "بیٹی ابو العاص کو عزت سے ٹھہراؤ' خود اس سے الگ رہو کہ تم اس پر حلال نہیں یہ شرک پر قائم ہے"

سیدہ نے فرمایا "کہ وہ تو قافلہ کا مال واپس لینے آیا ہے تب حضور نے لوگوں میں یہ تقریر فرمائی۔

"اس شخص (ابوالعاص) کا جو تعلق ہم سے ہے۔ وہ تم جانتے ہو تمہیں اس کا مال ہاتھ لگ گیا ہے وہ اللہ کی داد (فیئ) ہے مگر میں پسند کرتا ہوں کہ تم اس پر احسان کرو اور مال واپس کر دو۔ لیکن اگر تمہیں انکار ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ تم ہی زیادہ اس مال کے حقدار ہو"

لوگوں نے سارا مال یہاں تک کہ اونٹ کی نکیل تک واپس کر دی۔ ابوالعاص سارا مال لیکر مکہ معظمہ گیا اور ہر ایک کو اس کا مال واپس کر دیا۔ پھر پوچھا۔ "کیا کسی شخص کا کچھ مال میرے ذمہ ہے" سب نے کہا "تمہارا بھلا ہو تم تو بہت کریم ہو" یہ سن کر ابوالعاص نے کہا۔

اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وان محمداً عبدہ ورسولہ

(فرمایا "اب تک مجھے بھی یہ بات اسلام سے روکتی تھی کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں نے کسی کا مال ہضم کر لیا ہے" لو اب میری ذمہ داری ختم ہوئی لو اب میں مسلمان ہوتا ہوں۔ یہ کہہ کر مدینہ منورہ کی طرف رخت سفر باندھا۔ نبی کریم علیہ ا وہ والتسلیم نے چھ سال کی جدائی کے بعد نکاح اول پر ہی سیدہ کو ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ رخصت کر دیا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ۸ھ میں ہوا۔ ام ایمن، حضرت سید سودہ بنت زمعہ اور سیدہ ام سلمٰی نے (رضی اللہ عنھن) غسل دیا۔ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم اور ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ حضرت ابوالعاص نے سیدہ کی وفات پر جو شعر کہے ان کا ترجمہ یہ ہے۔

مجھے زینب یاد آئی تو میں نے کہا کہ حرم کا ہر ایک باشندہ سرسبز و شاداب رہے۔ زینب تو امین کی بیٹی صالحہ ہے اور ہر ایک شوہر اپنی ایسی بیوی کی تعریف ہی کرے گا جیسے اوصاف کہ مجھے اس کے معلوم ہوئے)۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے ماہ ذی الحجہ ۱۲ھ میں وفات پائی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک فرزند علی اور ایک دختر امامہ پیدا ہوئیں۔ رضی اللہ عنہما

حضرت علی ابن زینب رضی اللہ عنہ کو ابوالعاص نے رضاعت کے لیے ایک قبیلہ میں چھوڑ رکھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایام رضاعت کے بعد مدینہ منگوا لیا۔ ان کی پرورش اپنی تربیت میں فرمائی۔ فتح مکہ کے دن یہی سبط النبی حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقہ پر حضور کے ردیف تھے۔ عین جوانی کے عالم میں انتقال فرمایا۔

حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا حضرت امامہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیاری نواسی ہیں جن کو گود میں لیکر حضور نے نماز ادا کی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا۔ "احب اھلی الی" (اہل بیت میں میری سب سے زیادہ پیاری بیٹی) حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت مولائے کائنات کو وصیت کی تھی کہ میرے بعد امامہ سے نکاح کر لیں۔ لہٰذا اس وصیت پر عمل ہوا۔ پھر جب حضرت مولائے کائنات مجروح ہوئے تو آپ نے حضرت امامہ کو وصیت کی کہ اگر وہ نکاح کرنا چاہیں تو مغیرہ بن نوفل (جو حضور کے چچا حارث کے پوتے تھے) سے کر لیں۔ وصیت پر عمل ہوا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اجازت سے نکاح پڑھا گیا مغیرہ کے ہاں سیدہ امامہ کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوا جن کا نام حضرت یحیٰی تھا۔ ان کی نسل ناپید ہے۔

(۲) **حضرت سیدہ رقیہ** (بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رضی اللہ عنہا سیدہ رقیہ رضی

اللہ عنہا حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی دوسری صاحبزادی ہیں ان کی پیدائش کے وقت حضور ﷺ کی عمر پاک تینتیس ۳۳ سال کی تھی۔ اول حضرت رقیہ اور ان کی چھوٹی بہن سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے نکاح ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے قبل از اعلان نبوت ہو گئے تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے توحید کی تبلیغ شروع کی تو ابو لہب نے اپنے دونوں بیٹوں سے کہا کہ محمد ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دیدو ورنہ تمہارے ساتھ میری نشست و برخاست حرام ہے۔ دونوں بیٹوں نے باپ کے حکم کی تعمیل میں صاحبزادیوں کو چھوڑ دیا۔ صاحبزادیوں کا فقط نکاح ہوا تھا۔ رخصتی نہ ہوئی تھی۔ عتبہ اور عتیبہ دونوں بحالت کفر بری طرح ہلاک ہوئے۔ البتہ ابو لہب کے دو بیٹے عتبہ اور معتب فتح مکہ کے بعد ایمان لائے اور جنگ حنین میں نبی ﷺ کے ہمرکاب تھے اسی جنگ میں حضرت معتب کی ایک آنکھ بھی جاتی رہی تھی۔ (رحمۃ للعلمین)

حضور ﷺ نے حضرت سیدہ رقیہ کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ مکہ معظمہ میں اس جوڑے کے بارے میں مشہور تھا۔ "**احسن زوجین راهما انسان رقية وزوجها عثمان**"

(سب سے اچھا جوڑا جو دیکھا گیا وہ سیدہ رقیہ اور عثمان کا ہے)

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کی پہلے حبشہ کی طرف اور پھر مدینہ منورہ کی طرف حاکم نے روایت بیان کی "**انهما لاول من هاجر بعد لوط و ابراهيم**" (حضرت لوط اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی)

۲ھ میں جب حضور ﷺ غزوہ بدر کے لیے گئے تو حضرت رقیہ چیچک کی بیماری مبتلا تھیں۔ حضرت عثمان ان کی تیمارداری کے لیے مکہ معظمہ میں رہے ان کے ساتھ حضرت اسامہ بن زید بھی تھے۔ حضرت زید بن حارثہ جس روز فتح کی خبر لیکر مدینہ شریف پہنچے اس وقت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تدفین ہو رہی تھیں اس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی۔ حضور ﷺ جنازہ میں شامل نہ ہو سکے۔ سیدہ کے بطن پاک سے ایک فرزند حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔ یہ سبط رسول اپنی والدہ محترمہ کے دو سال بعد

تک زندہ رہے۔ ان کی عمر چھ سال کی تھی کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھ کے قریب ٹھونگ ماری۔ زخم مندمل نہ ہوا آخر یہ والدہ کی یادگار بھی والدہ کی آغوش میں جا سویا۔ رضی اللہ عنہم سیدہ رقیہ کی نسل بھی ان کے دو سال بعد ختم ہو گئی۔

(۳) حضرت سیدہ ام کلثوم (بنت رسول اللہ ﷺ) رضی اللہ عنہا آپ کی کنیت ام کلثوم ہے۔ اسی کے ساتھ مشہور ہیں۔ پہلے عتیبہ بن ابو لہب کے نکاح میں تھیں جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ رخصتی نہ ہوئی تھی۔ عتیبہ نے آپ کو اپنے باپ کے کہنے پر طلاق دی اور رسول اللہ ﷺ سے گستاخی کے ساتھ پیش آیا اور حضور ﷺ کی قمیض مبارک پھاڑ ڈالی۔ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا۔ "اے اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو اس پر مسلط کر دے"۔ کچھ مدت بعد ابو لہب اور عتیبہ تجارت کی غرض سے ایک قافلہ کے ساتھ ملک شام کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک راہب کے صومعہ کے پاس ٹھہرے۔ راہب نے کہا "یہاں درندے بہت ہیں" ابو لہب نے اپنے ساتھیوں سے کہا "تمہیں میری عمر اور میرا حق معلوم ہے" لوگوں نے ہاں میں جواب دیا تو وہ کہنے لگا "محمد نے میرے بیٹے پر بددعا کی ہے۔ تم اپنا مال صومعہ پر جمع کر دو اور عتیبہ کے لیے اس پر بستر لگا دو اور خود اس کے گرداگرد سو جاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا رات کو ایک شیر آیا اس نے سب کو سونگھا پھر مال پر کود کر عتیبہ کا سر کاٹ دیا۔ اہل قافلہ نے شیر کو بہت تلاش کیا مگر نہ ملا۔ (سیرت رسول عربی از علامہ توکلی)

جن دنوں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا انہی دنوں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دختر حفصہ بھی بیوہ ہو گئی تھیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میری لڑکی سے نکاح کر لو لیکن چونکہ وہ غمزدہ تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا نسبی رشتہ ٹوٹ گیا تھا اس لیے انہوں نے انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس انکار کا اظہار رسول پاک ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

("عثمان کو حفصہ سے بہتر زوجہ ملے گی اور حفصہ کو عثمان سے بہتر شوہر ملے گا")

اس ارشاد کے بعد حفصہ کو ام المومنین کا شرف عطا ہوا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کی عزت ملی۔

حضرت ام کلثوم حضور ﷺ کی تیسری صاحبزادی تھیں۔ ان کے نکاح کے وقت نبی ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا۔ "یہ جبریل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم لیکر تشریف لائے ہیں کہ میں اپنی دوسری بیٹی تم سے بیاہ دوں"۔ لہٰذا ۳ھ میں ان کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ چونکہ حضور کی دو صاحبزادیاں انکے نکاح میں آئیں اس لیے ان کو ذوالنورین کے لقب سے ملقب فرمایا گیا۔ (یعنی دو نوروں والا)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نسبت نامہ یہ ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن شمس بن عبدمناف۔
آپ کی نانی ام بیضا ہیں جو حضور ﷺ کی پھوپھی ہیں اور حضرت عثمان ان ہی دس میں سے ایک ہیں جن کو حضور ﷺ نے نام لیکر جنت کی بشارت دی۔ والدہ کا نام اروی بنت کریز ہے۔ ہندوستان میں عثمانی نسل پائی جاتی ہے۔ حضرت جلال الدین کبیر الاولیا چشتی صابری اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی عثمانی النسل ہیں۔

حضرت ام کلثوم کے اولاد نہیں ہوئی ربیع الاول ۳ھ میں نکاح ہوا اور ۹ھ میں انتقال فرمایا۔ حضور ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ صحیح بخاری میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی قبر اطہر پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (رحمۃ للعلمین)

مولای صل وسلم دائماً أبداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم



اولاد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

(۱) سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ (سبط النبی عقب النبی ﷺ)

۱۵ رمضان المبارک ۳ھ میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ان کی دایہ سودہ بنت مسرح الکندیہ ہے۔ نبی ﷺ نے ساتویں دن دو مینڈھے عقیقہ کے ذبح کئے اور سر کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی۔ (نسائی ابوداؤد)

مولائے کائنات رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن کا نصف پیکر بالائی اور امام حسین کا نصف پیکر زیریں نبی ﷺ سے مشابہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس حدیث کو اپنے شعر میں خوب بیان فرمایا۔ ؎

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیمانور کا
صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خط توام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

(حدائق بخشش)

حضور ﷺ نے ان کی شان میں فرمایا۔

"یہ میرا فرزند سید ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک زندہ رکھے گا کہ اس کے وسیلہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے اندر صلح ہو جائے۔"

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت نصرت و مبازرت کرنے والوں اور ان کی حفاظت کرنے والوں میں بھی موجود تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد چالیس ہزار مجاہدین نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ یہ حضرات وہ تھے جو ان کے والد گرامی کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر چکے تھے۔ ان لوگوں میں حضرت امام حسن کی اطاعت اور محبت کا ذوق پہلے سے بھی زیادہ تھا۔ چھ ماہ تک حضرت امام نے عراق و عرب اور خراسان کے علاقوں تک کی خلافت فرمائی۔ پھر امیر معاویہ کی طرف کوچ کیا۔ معاویہ بھی

ان کی طرف چلے۔ جب دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ اس وقت امام صاحب نے سوچا جب تک ان دونوں فوجوں میں سے ایک ختم نہ ہو جائے گی اس وقت تک امن قائم ہونا مشکل ہے۔ خونریزی اچھی نہیں لہٰذا معاویہ کو کہلا بھیجا کہ میں چند شرائط پر اپنا حق تمہیں دیتا ہوں۔ کچھ دیر کی گفتگو کے بعد امام صاحب نے کوفہ کی مسجد میں جمادی الاول ۴۱ھ میں اپنا حق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر کے مسلمانوں کا خون ہونے سے بچا لیا اس طرح مندرجہ بالا حدیث پر آپ نے عمل کر کے دکھایا۔

خلافت سے دست بردار ہو کر مدینہ کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں بیمار ہو گئے فرمایا "مجھے کئی بار زہر دیا گیا ہے لیکن اس مرتبہ ایسا سخت ہے کہ میرا کلیجہ پھٹ رہا ہے۔ برادر عزیز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کو زہر کس نے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کا پوچھنے سے کیا مطلب ہے۔ کیا تم اسے قتل کرو گے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ہاں میں جواب دیا تو فرمایا "اگر زہر دینے والا وہی شخص ہے جس کے بارے میں میرا گمان ہے تو اللہ تعالیٰ خود اس سے انتقام لے لے گا اگر وہ نہیں تو میں کسی بے گناہ کو بلاوجہ قتل کروانا نہیں چاہتا"۔

آخری وقت میں امام صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی سے فرمایا "میں نے ایک بار ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا تھا کہ مجھے اپنے حجرہ میں دفن ہونے کی اجازت دیں۔ انہوں نے تسلیم کر لیا تھا۔ اب میری وفات کے بعد ان سے درخواست کرنا اگر وہ فرمائیں تو مجھے نانا محترم کے پاس دفن کر دینا اگر لوگ مانع ہوں تو مجھے جنت البقیع میں دفن کر دینا۔ جھگڑا نہ کرنا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ۲۸ صفر یا یکم ربیع الاول ۴۹ یا ۵۰ یا ۵۱ھ کو ہوا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے سیدہ سے دفن کے بارے میں بات کی تو انہوں نے فرمایا سبحان اللہ! بہت اچھی بات ہے لیکن مروان مانع ہوا اس لیے آپ کو آپ کی والدہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ (امام حسن) دنیا میں میرا پھول ہے۔

یہ دونوں نوجوان (حسن اور حسین) جنت کے سردار ہیں۔

"اے خدا میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں پس تو بھی ان سے محبت فرما، جو

ان دونوں سے محبت رکھے ان سے تو بھی محبت رکھ"

حضرت امام کی فراست! ایک شخص قاتل کی حیثیت سے امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس شخص کو ویران غیر آباد علاقہ سے گرفتار کیا گیا تھا۔ گرفتاری کے وقت اس کے ہاتھ میں خون آلود چھری تھی۔ یہ ایک لاش کے پاس کھڑا تھا جو خاک و خون میں تڑپ رہی تھی۔ اس شخص نے اقبال جرم کر لیا امیر المسلمین نے قصاص کا حکم دے دیا۔ اسی اثناء میں ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور خلیفتہ المسلمین کے حضور اسی قتل کا اقبال جرم کیا۔ خلیفتہ المسلمین نے پہلے شخص سے پوچھا کہ جب تم نے قتل نہیں کیا تو اقبال جرم کیوں کیا۔ کہنے لگا جس حالت میں میری گرفتاری ہوئی میرا انکار کچھ بھی مفید نہ تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ میں ایک قصاب ہوں۔ میں نے جائے وقوع کے قریب ہی بکرا ذبح کیا تھا۔ گوشت بنا رہا تھا کہ پیشاب نے زور کیا میں چھری سمیت جائے وقوع کے قریب پیشاب سے فارغ ہو کر کھڑا ہوا تو وہاں آپ کے کارندوں نے مجھے گرفتار کر کے آپ کے حضور پیش کر دیا۔ اب ان لوگوں کے نزدیک میں ہی قاتل تھا جو جائے وقوع پر موجود تھا۔ انہوں نے مجھے قاتل سمجھ کر پکڑا اب انکار کی صورت پر فائدہ کچھ نہ تھا۔ میری صفائی پر گواہ کوئی نہ تھا۔ اب خلیفتہ المسلمین نے دوسرے شخص سے پوچھا جو بھاگ کر حاضر ہوا اور اقبال جرم کیا تھا۔ اس نے بتایا کہ میں ایک بدو مفلس ہوں۔ مقتول کو میں نے مال کی طمع میں قتل کیا تھا۔ مجھے جب کسی کے آنے کی آہٹ ہوئی تو میں گوشہ میں جا چھپا۔ اتنی دیر میں پولیس آ گئی اور اس بے گناہ قصاب کو گرفتار کر کے لے آئی۔ جب حضور نے اس کے خلاف فیصلہ سنایا تو میرا ضمیر جاگ پڑا لہذا میں نے اپنا جرم بیان کر دیا۔ یہ سن کر خلیفتہ المسلمین نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے رائے طلب کی تو آپ نے عرض کی۔

امیر المومنین! اگر اس شخص نے ایک کو ہلاک کیا ہے تو دوسرے کو اقبال جرم کر کے بچایا بھی تو ہے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعاً (۵:۳۲)

(اور جس نے ایک شخص کو زندہ کیا یعنی جان بچائی گویا اس نے تمام لوگوں کی جان

بچائی) امیرالمومنین نے مشورہ قبول فرما لیا۔ دونوں کو چھوڑ کر مقتول کا خون بہا بیت المال سے ادا کرنے کا حکم دیا۔

دعائے قنوت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز وتر میں پڑھنے کے لیے یہ کلمات سکھائے۔

اللھم اھدنی فی من ھدیت و عافنی فی من عافیت وتولنی فی من تولیت وبارک لی فی ماعطیت وقنی شر ماقضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک انہ لایذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت وصلی اللّٰہ علی النبی۔ (اے اللہ مجھے اس شخص کی طرح ہدایت فرما جسے تو نے ہدایت دی اور مجھے تندرستی دے جیسے تندرستی دی تو نے' مجھے میری طرف پھیر جیسے تو نے پھیرا' مجھے برکت دے جیسے تو نے برکت دی' جس برائی کا فیصلہ کیا اس سے مجھے بچا۔ بیشک تیرے فیصلے پر دوسرا فیصلہ نہیں ہوتا۔ جس سے تو محبت کرے اسے کوئی ذلیل نہیں کرتا۔ جس سے تو عداوت رکھے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ تو نے برکت دی تو نے بلند کیا۔ نبی پر اللہ کا درود ہو۔

(حضرت امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اس دعائے قنوت سے بہتر کوئی دعا ہم نے نہیں دیکھی)

عقب حسن (رضی اللہ عنہ)

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارہ صاحبزادے تھے۔

(۱) حضرت زید (۲) حضرت حسن مثنیٰ (۳) حضرت طلحہ
(۴) حضرت حسین الاثرم (۵) حضرت اسماعیل ۶ حضرت حمزہ
(۷) حضرت یعقوب (۸) حضرت عبدالرحمٰن (۹) حضرت عبداللہ
(۱۰) حضرت ابوبکر (۱۱) حضرت قاسم ۱۲ حضرت عمر رضی اللہ عنہم

پانچ صاحبزادیاں تھیں۔

(۱) حضرت فاطمہ (۲) حضرت ام سلمہ (۳) ام عبداللہ

(۴) ام الحسین رملہ (۵) ام الحسن رضی اللہ عنھن

امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسل چار فرزندوں سے جاری ہوئی تھی۔

(۱) حضرت زید (۲) حضرت حسن مثنیٰ (۳) حضرت حسین الاثرم (۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہم

لیکن حضرت حسین الاثرم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ حضرت زید اور حضرت حسن مثنیٰ کی اولاد تاہنوز جاری ہے الحمد اللہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے حضرت عمرؓ حضرت قاسمؓ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سیدنا امام حسین کی رفاقت میں میدان کربلا میں شہید ہوئے۔

(۱) حضرت **زید بن امام حسن** رضی اللہ عنہ (المتوفی ۱۲۰) آپ وہ مقرب الی اللہ ہیں کہ ان سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل جاری ہے۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت ابو مسعود عقبہ ابن عمر ابن ثعلبہ خزرجی ہے۔ حضرت زید کے ایک فرزند ابو محمد حسن دور منصور میں امیر مدینہ بھی رہے۔ آپ کی اولاد سے ولایت کے چشمے پھوٹے۔ آپ کی اولاد حسنی زیدی کہلاتی ہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کا شجرہ نسب جو مفتی غلام سرور صاحب لاہوری نے لکھا ہے اس میں حضرت مخدوم علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت زید بن حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے لکھا حضرت زید کے بیٹے حسین اصغر لکھے ہیں۔ حضرت زید کو شہید لکھا ہے۔ لیکن حضرت زید نے شہادت نہیں پائی ثانیاً" حسین اصغر ان کے بیٹے نہیں ہیں۔ شاید ابو محمد حسن کو حسین اصغر لکھ دیا ہو۔ شجرہ یوں دیا ہے مخدوم علی ہجویری ابن عثمان ابن سید علی بن عبدالرحمٰن بن شاہ شجاع بن ابوالحسن علی بن حسین اصغر بن زید شہید بن امام حسن رضی اللہ عنہم

حضرت سید **محمد گیسو دراز** رحمتہ اللہ علیہ (خلیفہ نصیر الدین چراغ خلیفہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء خلیفہ فرید الدین گنج شکر خلیفہ قطب الاقطاب قطب الدین کاکی خلیفہ خلیفتہ الرسول فی الہند خواجہ خواجگان معین الدین چشتی رحمھم اللہ) حضرت سیدنا زید کی اولاد سے ہیں۔ جن کا روحانی سلسلہ و فیضان جاری ہے ان کا مزار

شریف گلبرگہ میں ہے۔ (رحمتہ للعلمین)

حضرت سید محمد گیسو دراز قدس سرہ ۷۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۲۵ھ میں (دکن ۔ گلبرگہ) میں انتقال فرمایا۔ آپ کی شہرت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ایک دن سید محمد گیسو دراز اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ اپنے پیر و مرشد کی پالکی اٹھائے پر رونق بازار سے گزر رہے تھے۔ آپ کے سر کے لمبے لمبے بال لٹک کر پالکی کے نیچے پھنس گئے۔ آپ ادب و احترام کے پیش نظر ان بالوں کو نکالنے کی بجائے پالکی کے ساتھ ساتھ دوڑتے رہے اور ایک لمبا فاصلہ تک چلتے گئے۔ حضرت شیخ نصیرالدین چراغ قدس سرہ کو اس کیفیت کا پتہ چلا تو بہت خوش ہوئے' حضرت گیسو دراز کی اس جان نثاری اور ادب پر یہ شعر کہا۔

ہر کہ مرید سید گیسو درازشد
واللہ خلاف نیست کہ اوعشق بازشد

(جو شخص گیسو دراز کا مرید ہو گا۔ خدا کی قسم وہ زندگی میں عشق باز ہو گا)

(خزینتہ الاصفیاء از مفتی غلام سرور لاہوری)

دکن میں سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی نشر و اشاعت کا کام شیخ برہان الدین غریب اور سید محمد گیسو دراز اور ان کے خلفاء نے سرانجام دیا۔ ان کی خانقاہیں جنوبی ہندوستان کے مسلمانوں کی دینی اصلاح اور تربیت کا مرکز بنیں۔ شاہ و گدا سب وہاں جمع ہوتے۔

(تاریخ مشائخ چشت از خلیق احمد نظامی)

(۲) **حضرت حسن مثنیٰ بن سیدنا امام حسن** رضی اللہ عنہ (المتوفی ۹۰ھ) حضرت حسن مثنیٰ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ جن کی اولاد باقی ہے۔ ان کی والدہ محترمہ کا نام خولہ بنت منظور بن ریان بن عمر بن جابر بن عقیل بن سمی بن مازن بن فزارہ ہے۔ صدقات علی المرتضیٰ کا اہتمام حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق ہی تھا۔ آپ میدان کربلا میں شریک ہوئے اور سخت زخمی ہوئے۔ جنگ کے بعد ان کو سسکتے ہوئے دیکھا گیا۔ اسماء ابن خارجہ فزاری (غالباً" آپ کے ماموں تھے) نے ابن سعد سے ان کے علاج کرانے کی اجازت طلب کر لی۔ علاج سے آپ روبصحت ہو گئے۔ سیدنا

امام حسین رضی اللہ عنہ کی دختر نیک اختر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کے نکاح میں تھیں۔ ان سے حضرت ابراہیم الغمر حسن مثلث اور حضرت عبداللہ محض پیدا ہوئے۔ یہ تینوں صاحبزادے پہلے وہ حضرات ہیں جو طرفین سے فاطمی ہیں یہ شرف دوسرے حضرات میں نہیں پایا جاتا۔ ایک ان کی رومیہ بیوی تھیں جن سے داؤد و جعفر دو اور فرزند پیدا ہوئے۔

(ا) حضرت عبداللہ محض رضی اللہ عنہ شیخ بنو ہاشم کے لقب سے ملقب ہوئے ان کے پانچ فرزند تھے۔ (ا) محمد ذی النفس الزکیہ (۲) ابراہیم (۳) موسیٰ الجون (۴) سلیمان (۵) ادریس رضی اللہ عنہم پہلے صاحبزادے محمد ذی النفس الزکیہ رضی اللہ عنہ نے دعویٰ خلافت کیا تھا حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے ان کا ساتھ دینے کا فتویٰ صادر کیا۔

دوسرے صاحبزادے حضرت ابراہیم نے بھی دعویٰ خلافت کیا تھا۔ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انھیں چار ہزار درہم بطور امداد بھیجے تھے۔ ان کے بیٹے حضرت حسن اور ان کے فرزند حضرت عبداللہ مشہور ہیں۔ ان کی نسل باقی ہے۔

حضرت موسیٰ الجون بن حضرت عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن امام حسن رضی اللہ عنہ و عنہم کی نسل بھی بہت پھیلی۔ انہی کی نسل سے غوث صمدانی محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ سید۔

عبدالقادر حسنی الحسینی جیلانی رضی اللہ عنہ ہیں آپ کی ولادت لفظ عشق سے نکلتی ہے۔ (۷۰ + ۳۰۰ + ۱۰۰) یعنی سن پیدائش ۴۷۰ھ ہے۔ سن وفات لفظ معشوق الہٰی ۵۶۲ھ (۴۰ + ۷۰ + ۳۰۰ + ۶ + ۱۰۰ + ۱ + ۳۰ + ۵ + ۱۰ = ۵۶۲) سے اخراج ہوتا ہے۔

آپ حنبلی المذہب ہیں۔ کرامات کثیرہ کی روایات تواتر کے ساتھ مشہور ہیں۔ سلسلہ قادریہ انہی کی ذات گرامی پر منتہی ہوتا ہے۔

آپ خود فرماتے ہیں کہ ایک روز مجھے نور عظیم نظر آیا جس نے افق کو چھپا لیا تھا۔ پھر اس نور میں سے ایک صورت نمودار ہوئی۔ اس نے کہا "عبدالقادر میں تیرا

رب ہوں اور تیرے لیے جملہ محرمات کو حلال کرتا ہوں" میں نے کہا "اے لعین دور ہو جاؤ" اسی وقت وہ نور ظلمت بن گیا اور وہ ایک صورت بن گئی اور اس صورت سے آواز آئی۔ "اے عبدالقادر تیرے رب نے تجھے علم دیا اور منال احوال کا تفقہ عطا کیا ہے اس لیے تم بچ گئے ورنہ ستر اہل طریقت کو میں اسی طرح گمراہ کر چکا ہوں" میں نے کہا "اے مردود! یہ سب کچھ فضل ربانی ہے" حاضرین نے عرض کیا کہ حضور آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ وہ شیطان ہے" ارشاد فرمایا۔ "اس کے اس جملہ سے کہ محرمات کو حلال کرتا ہوں"

آپ کا سلسلہ نسب یوں بیان ہوا۔ عبدالقادر جیلانی بن ابو موسی بن عبداللہ بن یحی الزاہد بن محمد بن داؤد بن موسی بن عبداللہ بن **موسی الجون بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن سیدنا امام حسن** رضی اللہ عنہ و رضی اللہ عنہم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا فیضان عرب و عجم میں جاری ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ' اور سلسلہ عالیہ وہابیہ (آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق اور شیخ عبدالوہاب رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہیں) اب تک اپنے علم و فضل کے دریا بہا رہے ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ میں اعلیحضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت کا فیضان کسی پر مخفی نہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ وہابیہ سے حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کا فیضان پورے پنجاب میں پھیلا ہوا ہے۔ حضرت شیخ جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیفات سے علماء کرام فیضان حاصل کر رہے ہیں اور تاقیامت انشاء اللہ یہ فیضان جاری رہے گا۔

(۲) حضرت ابراہیم الغمر بن حضرت سید حسن مثنیٰ بن سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ عنہم آپ بہت زیادہ سخاوت کرتے تھے' غمر سمندر کے بہت زیادہ پانی ' فیاض کثیر الخیرات کو کہتے ہیں۔ کثرت خیرات کی وجہ سے آپ کا نام الغمر پڑ گیا تھا۔ آپ کی کنیت ابو اسماعیل ہے۔ ۱۴۵ھ میں ۶۹ سال کی عمر میں وفات پائی ان کی نسل ان کے صاحبزادے اسماعیل دیباج سے جاری ہے۔ اسماعیل دیباج کی کنیت ابو ابراہیم ہے اور لقب شریف الخاص تھا۔ ان کے فرزند حسن کی نسل دو فرزندوں الشیخ اور ابراہیم طبا طبا

سے جاری ہے اور بکثرت پائی جاتی ہے۔ سادات بنو معیہ کا سلسلہ نسب انہی میں آکر شامل ہوتا ہے۔ بنو معیہ میں سے حضرت سید عماد الدین محمد بن حسین بن قریش کی اولاد دہلی میں موجود ہے۔

(۳) حضرت حسن مثلث بن حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہما کی کنیت ابو علی ہے ان کی وفات ۱۴۹ھ میں ہوئی۔ ان کی نسل بھی دنیا میں موجود ہے۔

(۴) حضرت داؤد بن حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہما ان کی والدہ رومی النسل تھیں حضرت داؤد اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما باہم (رفیع) ہیں۔ (یعنی ایک ہی عورت کا دودھ پیا ہے۔ یعنی رضائی بھی ہیں) حضرت داؤد ہی صدقات علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے متولی رہے۔ ان کی نسل سلیمان (جو ان بیٹے تھے) سے جاری ہے۔ سلیمان کی والدہ (یعنی داؤد کی زوجہ) حضرت ام کلثوم بنت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہما ہیں۔ جناب سلیمان رضی اللہ عنہ کی نسل ان کے فرزندان موسیٰ، داؤد، اسحق اور حسن رحمتہ اللہ علیہم سے دنیا میں موجود ہے۔

(۵) حضرت جعفر ابن حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ

ان کی والدہ بھی رومی النسل ہیں۔ کنیت ابو الحسن ہے ۱۷۰ھ میں وفات پائی ان کا بیٹا حسن تھا جس کی نسل عبداللہ اور جعفر اور محمد الثلیق سے جاری ہے۔ قزوین، راوَنڈ اور مراغہ میں پائی جاتی ہے۔ (رحمتہ للعلمین حصہ دوم از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری)

(۲) امام عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

(سبط رسول و عقب رسول)

آپ کا نام حسین اور شبیر ہے کنیت ابو عبداللہ، لقب ولی، زکی، طیب سید شہید کربلا، سبط اصغر

آپ ۵ شعبان اعظم ۴ھ کو مدینہ شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ نے پچیس حج پا پیادہ کئے۔ دن رات میں تین ہزار رکعات پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میری آنکھوں نے دیکھا میرے کانوں نے سنا حسین

بچہ ہی تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو دونوں کلائیوں سے پکڑا۔ اس وقت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قدم نبی ﷺ کے سینہ پر تھے اور منہ کے برابر منہ تھا۔ فرمایا منہ کھولو۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے منہ کھولا تو حضور ﷺ نے منہ چوم لیا اور فرمایا۔ **اللھم احبہ فانی احبہ** (اے اللہ تو اس سے محبت کر بیشک میں اس سے محبت رکھتا ہوں)

آپ کی شہادت ۱۰ محرم ۶۱ھ / ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ کربلا میں یزیدیوں کے ساتھ مقابلہ میں ہوئی۔ سنان بے ایمان کے نیزہ سے گرے اور شمر بدگہر کی تلوار سے نہایت مظلومی کی حالت میں بھوکے پیاسے شہید ہوئے۔ ؎

اللہ نے پیدا جو کیا رنج و بلا کو
تقسیم ہوا وہ سب محبان خدا کو

پر سب سے سوا حصہ ملا ال عبا کو
تحریر کا فرمان جو ہوا کلک قضا کو

آغاز مصیبت تو کیا نام نبی پر
اور خاتمہ بالخیر حسین ابن علی پر

آپ کے چھ صاحبزادے تھے۔

(۱) علی اکبر شہید کربلا (۲) علی اوسط زین العابدین (۳) علی اصغر شہید کربلا (۴) جعفر بچپن میں فوت ہوئے (۵) عبداللہ بچپن میں فوت ہوئے (۶) محمد بچپن میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہم ان میں سے صرف امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی اولاد باقی ہے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ آپ کا نام علی' کنیت ابو محمد' ابوالحسن' ابوبکر' لقب سجاد' زین العابدین' زین العباد' امین' سید الساجدین' ۵ شعبان ۳۸ ھ کو ام ولد حضرت شاہ زنان سلافہ الملقب بہ شہربانو (بنت یزد جرد بن شہریار بن پرویز بن ہرمز بن نوشیروان عادل شاہ ایران) کے بطن سے بمقام مدینہ طیبہ پیدا ہوئے آپ اپنے جد امجد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ہم شبیہ تھے دو سال تک ان کی آغوش میں تربیت پائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جب انہیں دیکھتے تو مرحبا" بالحبیب بن الحبیب فرماتے۔ آپ

نہایت متورع عظیم فقیہ افضل القریش' عالی قدر' رفیع منزلت' پرہیزگار عابد اور خائف من اللہ تھے۔ آپ میدان کربلا میں موجود تھے۔ لیکن بوجہ علالت شریک قتل نہ ہوئے۔ آپ نے دنیا کی لذتوں کو دور کر دیا ہوا تھا۔ مصائب آل عبا کو یاد کر کے روتے رہتے تھے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے غم میں اس قدر روتے کہ آنسو بالاخانہ کے پرنالہ سے نیچے گرتے تھے۔ اور وہاں گھاس اگ آئی تھی۔ جب وضو کر کے نماز کے لیے تیار ہوتے تو چہرہ مبارک زرد ہو جاتا اور جسم کانپنے لگتا۔ دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ دن کو روزہ رکھتے رات کو صرف ایک ٹکڑا روٹی سے افطار کرتے۔ رات کو ایک قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔ سخاوت پوشیدہ کرتے تھے۔ آٹے اور روٹیوں کا بوجھ کمر پر لاد کر خیرات بانٹا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ پشت پر سیاہ داغ پڑ گئے تھے۔ واقعہ کربلا کے وقت آپ کی عمر ۲۳ سال تھی۔

شب ہفتہ ۱۸ محرم الحرام ۹۴ / ۹۵ھ کو انتقال فرمایا۔ جنت البقیع میں یہ چوتھے امام اپنے تایا جان امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ (دوسرے امام) کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپ کے گیارہ صاحبزادے تھے۔

(۱) امام باقر	(۲) ابوالحسن زید شہید	(۳) عبداللہ الباھر
(۴) حسن	(۵) حسین اکبر	(۶) حسین اصغر
(۷) عبیداللہ	(۸) عمر الاشرف	(۹) علی الاصغر
(۱۰) سلیمان	(۱۱) قاسم رضی اللہ عنہم	

ان میں سے چھ فرزندوں کی اولاد باقی ہے۔

دو بیٹیاں (۱) ام کلثوم (۲) خدیجہ رضی اللہ عنہما تھیں۔

ام کلثوم کا نکاح داؤد بن حسن مثنیٰ سے ہوا ان کے بطن سے سلیمان پیدا ہوئے سلیمان کی نسل داؤد اسحق اور حسن سے جاری ہوئی۔

خدیجہ کا نکاح محمد بن عمر بن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہوا۔ عبداللہ عبیداللہ اور عمر پیدا ہوئے ان کی نسل باقی ہے۔

(۱) حضرت سیدنا امام باقر رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت سیدنا ابوالحسین زید شہید بن سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہما آپ کی والدہ ام ولد تھیں۔ انہوں نے عہد سلطنت ہشام میں دعویٰ خلافت کیا تھا۔ بہت سے لوگوں نے بیعت کر لی تھی۔ مدائن بصرہ واسط موصل اور خراسان رے جرجان کے علاوہ صرف کوفہ ہی کے ۱۵ ہزار اشخاص تھے۔ ہشام بن عبدالملک کے حکم سے یوسف ثقفی ان کے مقابلہ پر آیا تو سب لوگ امام زید کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ زید شہید نے فرمایا۔

رفضونا الیوم (آج ہمیں لڑائی میں چھوڑ دیا رافضہ کہتے ہیں لڑائی میں اپنے پیشوا کو چھوڑ دینے والا ج روافض المنجد) اسی دن سے رافضی کا لفظ نکلا۔ یوسف ثقفی کے غلام راشد کے تیر سے آپ شہید ہوئے۔ ظالموں نے ان کی نعش کو برہنہ دار پر کھینچا۔ امر الٰہی سے اسی رات عنکبوت (مکڑی) نے جالا تن کر ان کے بدن کو ڈھانپ دیا۔ ۱۵ صفر ۱۲۲ھ میں شہید ہوئے۔

ان کے چار بیٹے تھے۔ ایک دختر تھی۔ر

(۱) یحیٰ ۱۸ سال کی عمر میں شہید ہو گئے تھے۔ (۲) محمد ان سے نسل جاری ہے۔ (۳) حسین ذی الدمعہ ۱۳۵ میں وفات پائی۔ ہندوستان کے شہروں کیتھل اور سنبھل میں اولاد موجود ہے جو ترمذی کہلاتے ہیں۔ ر

(۴) عیسیٰ موتم الاشبال۔ آپ کو موتم الاشبال اس لیے کہتے ہیں کہ آپ نے شیر سے دست بدست لڑائی کر کے اسے ہلاک کر دیا تھا۔ موتم الاشبال شیر کے بچوں کو یتیم کرنے والے کو کہتے ہیں۔ آپ کے چار بیٹے تھے۔ احمد' زید' محمد' حسین عصارہ

سادات بارہ و بلگرام کا نسب نامہ محمد بن عیسیٰ بن زید شہید تک منتہی ہوتا ہے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی متوفی ۱۲۰۰ اسی نژاد عالی سے ہیں۔

(۳) عبدالباہر بن سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہما۔ امام باقر کے برادر ہیں۔ ان کے چہرہ پر نورانیت کا غلبہ تھا۔ ان کے بیٹے کا نام محمد الارقط تھا۔ ان کا بھی ایک ہی بیٹا تھا جن کا نام اسماعیل تھا' ان کے دو بیٹے تھے حسین اور محمد ان کی نسل رہے۔ قم' شام' مصر میں موجود ہے۔

(۴) عمر الاشرف بن سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہما' زید شہید کے شفیق بھائی ہیں ان

کی نسل علی الاصغر سے جاری ہوئی۔ علی الاصغر کے تین بیٹے تھے۔
(۱) قاسم (۲) عمر الشجری (۳) ابو محمد الحسن ان کی نسل طبرستان' گیلان اور قم میں آباد ہے۔

(۵) حسین الاصغر بن سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہما

ان کی والدہ کا نام ساعدہ ہے۔ حسین الاصغر نے ۱۵۷ھ میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ ان کی اولاد میں (۱) عبداللہ' (۲) عبیداللہ الاعرج (۳) علی' (۴) ابو محمد الحسن' (۵) سلیمان سے نسل باقی ہے اور شام' حجاز' عراق اور مغربی علاقوں میں پائی جاتی ہے۔

(۶) علی الاصغر بن سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہما

ان کی نسل افطس سے جاری ہوئی۔ سادات بنو افطس انہی کی اولاد ہیں۔ افطس کی نسل علی الحوی' عمر' حسین' حسن مکفوف اور عبداللہ الشہید سے جاری ہے۔ ہندوستان' مدائن' تند رے وغیرہ میں آباد ہے۔

امام باقر رضی اللہ عنہ سیدنا امام زین العابدین کے صاحبزادے ہیں۔ اثنا عشریہ کے پانچویں امام ہیں۔ آپ کا نام محمد ہے۔ باقر لقب' ابو جعفر کنیت ہے۔ باقر العلوم (علم پھیلانے والے) وافر الحلم' جلیل القدر امام تھے۔ ۳ صفر ۵۷ھ بروز جمعہ مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے آپ کی والدہ کا نام ام عبداللہ فاطمہ بنت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ہے۔

واقعہ کربلا کے وقت چار سال کی عمر تھی اور میدان کربلا میں معرکہ کے وقت موجود تھے جیسا کہ لکھا گیا ہے کہ باقر العلوم تھے ایک مرتبہ مقام عرفات میں تیس ہزار انسانوں نے تیس ہزار سوالات مشکل مختلفہ ان کے سامنے رکھے۔ آپ کے فوراً جواب وافی دینے پر آپ کے علم و فضل کے معترف ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر سے فرمایا تھا۔ "اے جابر! حسین کے ایک لڑکا ہو گا اس کا نام علی ہو گا۔ قیامت کے دن ندا ہو گی یا سید العابدین! اٹھو تو وہی لڑکا اٹھے گا۔ علی کے ایک لڑکا ہو گا۔ جس کا نام محمد ہو گا پس اے جابر! اگر تم اس وقت زندہ رہے تو اسے میرا سلام کہنا۔" چنانچہ حضرت جابر نے وہ سلام نبوی آپ تک پہنچایا۔

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ ہمہ وقت عبادت و طاعت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ آدھی رات گزرے رویا کرتے تھے۔ بارگاہ الٰہی میں نہایت عاجزی سے مناجات کیا کرتے تھے۔

بروز دو شنبہ ۷ الحجہ ۱۱۴ھ کو انتقال فرمایا۔ جنت البقیع میں حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے۔

(۱) سیدنا امام جعفر صادق (۲) سیدنا عبداللہ (۳) سیدنا ابراہیم (۴) سیدنا علی رضی اللہ عنہم فقط امام جعفر رضی اللہ عنہ سے نسل جاری ہوئی۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ آپ کا اسم گرامی جعفر کنیت ابو عبداللہ ابو اسماعیل' لقب صادق' فاضل' طاہر ہے۔

بروز دو شنبہ ۱۳ ربیع الاول ۸۰ھ ۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ کا نام ام فروہ ہے۔ ام فروہ حضرت امام قاسم بن محمد بن سیدنا ابوبکر (رضی اللہ عنہم) کی صاحبزادی ہیں اور ام فروہ کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمٰن بن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں یعنی والدہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پڑوتی ہیں اور نانی محترمہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پوتی ہیں۔ اسی لیے امام جعفر صادق فخراً" فرمایا کرتے تھے **ولدنی ابوبکر مرتین** (مجھے ابوبکر نے دو مرتبہ جنا یعنی ولادت میں ابوبکر سے میرا دوہرا واسطہ ہے)

آپ بڑے حسین و جمیل' ملت نبوی کے سلطان' محمدیوں کے امام' اہل ذوق کے پیش رو۔

حضرت امام اعظم نے آپ سے اکتساب فیض کیا

بروز دو شنبہ ۲۴ شوال ۱۴۸ھ کو انتقال ہوا جنت البقیع میں امام حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

سلسلہ **نقشبندیہ** آپ پر ہی منتہی ہوتا ہے۔ فیضان صدیقی سے حضرت امام جعفر فیضیاب ہیں۔ ان کی والدہ اور نانی خاندان صدیقیہ سے ہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ سید الطائفہ سے ہوتا ہوا امام حسن بصری پر ختمی ہوتا ہے اور ان کے توسل سے امام اولیاء علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ و جہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔

سید شریف احمد شرافت رقمطراز ہیں۔

خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ فرمایا حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی نے کہ ہمارا پیش رو امر تصوف ہیں کہ جس نے اس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے جو دلوں میں آ کر متضمن ہوتی ہے اور جس نے ہمارے پیغمبر ﷺ کے بعد اس کے حقائق کی طرف ایماء کیا ہے وہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ و جہہ ہیں اور پھر خواجہ پارسا اسی رسالہ فصل الخطاب کے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اگر امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ و جہہ اپنے غزوات سے فارغ ہوتے تو ان سے ہمارے لیے اس علم حقائق و تصوف کے متعلق وہ باتیں نقل کی جاتیں کہ دل جس کے متحمل نہ ہو سکتے۔

حضرت سید الطائفہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پیر اصول و بلا حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ و جہہ الکریم ہیں۔

سلاسل اربعہ تصوف

قادریہ   چشتیہ   سہروردیہ   نقشبندیہ

آپ کی طرف منتہی ہوتے ہیں۔ پہلے تینوں سلسلے تو باتفاق جمہور حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو مل کر حضرت امیر تک ملتے ہیں اور نقشبندیہ کا اتصال بھی سلسلہ جنیدیہ کے واسطہ سے حضرت خواجہ حسن بصری تک منتہی ہو کر حضرت امیر سے ملتا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین محمد بن محمد نقشبندی بخاری متوفی شب دو شنبہ ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ سے منسوب ہے۔ یہ

مرید ہیں	خواجہ سید امیر کلال رحمتہ اللہ علیہ	اور وہ مرید حضرت خواجہ محمد بابا سماسی کے
وہ مرید	خواجہ عزیزان علی رامتینی کے	اور وہ مرید خواجہ محمود الخیر فغنوی کے
وہ مرید	خواجہ محمد عارف ریوگری کے	اور وہ مرید خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے
وہ مرید	خواجہ یوسف ہمدانی کے	اور وہ مرید خواجہ ابو علی فارمدی کے

وہ مرید خواجہ ابوالقاسم گرگانیؒ اور وہ مرید خواجہ عثمان مغربی کے
وہ مرید خواجہ ابو علی کاتب کے اور وہ مرید شیخ علی رودباری کے
اور وہ مرید حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے اور وہ خواجہ سری سقطی کے
وہ مرید حضرت خواجہ معروف کرخی رحمہم اللہ علیہم
وہ مرید خواجہ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کے
وہ مرید حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ کے
وہ مرید حضرت خواجہ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے
وہ مرید امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے
وہ مرید سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کے

سلسلہ نقشبندیہ یوں بھی مولائے کائنات تک منتہی ہوتا ہے۔ شیخ خواجہ نقشبند تا شیخ علی رود باری اور

یہ مرید خواجہ جنید بغدادی کے اور وہ مرید خواجہ سری سقطی کے
اور وہ مرید خواجہ معروف کرخی کے اور وہ مرید حضرت علی موسیٰ رضا کے
اور وہ مرید حضرت سید علی موسیٰ کاظم کے اور وہ مرید امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے

اور یوں بھی سلسلہ نقشبندیہ کا اتصال سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر ہوتا ہے۔ کہ خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ سے فیضان حاصل کیا ہے۔ لہٰذا چونکہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ کے شہباز ہیں اور ان کا فیضان امام صاحب سے ہے۔ چونکہ حضور ﷺ کے عقب حضرت سیدنا امام جعفر صادق ہیں تو زیادہ بہتر ہے کہ امام سے اپنی نسبت کر کے زیادہ فیضان حاصل کیا جائے اور اس طرح بھی خلیفہ اول کا فیضان باقی رہتا ہے کیونکہ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی سیدنا امام باقر رضی اللہ عنہ سے اور اپنے خسر امام قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیضان حاصل کیا اور امام قاسم اگرچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں فیضان عین نسبی بھی ہے لیکن سیدنا امام قاسم رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بھی فیضان لیا اور انہوں نے حضور ﷺ سے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا عمر فاروق

رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فیضان حاصل کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جو سلسلے ملتے ہیں وہ باقی خلفاء ثلاثہ کے فیضان سے پر فیض ہیں۔

حضرت امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا۔ تمام باطنی سلاسل صوفیہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ الکریم تک منتہی ہوتے ہیں۔ (شریف التوارخ)

سیدنا امام جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد (۱) حضرت اسماعیل (۲) حضرت موسیٰ کاظم (۳) علی العریضی (۴) محمد ماموں (۵) اسحٰق رضی اللہ عنہم بعض نے دو نام حضرت عباس اور عبداللہ المعروف بہ ابن الافطح زیادہ لکھے ہیں البتہ ان کی نسل باقی نہیں ہے رضی اللہ عنہما۔

(۱) حضرت امام اسمٰعیل اعرج رضی اللہ عنہ۔ اپنے والد گرامی کے فرزند اکبر ہیں۔ فرقہ اسماعیلیہ ان کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد امام مانتے ہیں۔ اسماعیلیہ ان ہی سے منسوب ہیں۔ آغا خان کا سلسلہ نسب انہی سے ہے۔ ان کی اولاد بلاد مصر' حلہ' سوار' دمشق' عراق' عرب' پاک و ہند میں آباد ہے۔ (ان کی نسل سے دو فرزند تھے) ان کی وفات ۱۳۸ھ میں ہوئی۔

(ا) محمد رضی اللہ عنہ (ب) علی رضی اللہ عنہ ان دونوں سے نسل جاری ہے۔

حضرت مفتی غلام سرور صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف خزینۃ الاصفیاء میں قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یوں ملایا ہے خواجہ سید قطب الدین بختیار کاکی اوشی بن سید کمال الدین بن سید موسیٰ بن سید احمد اوشی بن سید کمال الدین بن سید محمد بن سید احمد بن سید اسحٰق بن سید احمد بن سید معروف بن سید احمد حسینی بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین رحمہم اللہ بن سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (ف) لیکن امام جعفر رضی اللہ عنہ کے پانچ بیٹوں میں سے سید رشید الدین کسی کا بھی نام نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی نام رہ گیا ہو یا ان مندرجہ بالا حضرات میں سے کسی صاحب کا لقب رشید الدین ہو۔ (واللہ علم بالصواب)

(ب) حضرت علی (ابن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) کا لقب ضیاء الدین تھا۔ جناب علامہ

قاضی محمد سلیمان سلمان پوری پنشنر جج ریاست پٹیالہ اپنی معروف تصنیف رحمتہ اللعلمین کی جلد دوم صفحہ ۱۹ پر امام علی ابن امام اسماعیل بن امام جعفر کا یوں ذکر کرتے ہیں۔

علی ملقب بہ ضیاء الدین (ؓ) کے سلسلہ میں مخدوم سید علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ رحمة واسعة ہیں۔ قاضی صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں مخدوم پاک سے بڑی عقیدت ہے۔ قاضی صاحب محقق انسان تھے۔ کاش مکمل سلسلہ لکھ دیتے تو بہتر ہوتا کیونکہ صاحب حقیقت گلزار صابری مولانا محمد حسن صابری رامپوری نے مخدوم پاک کا سلسلہ نسب حضور غوث پاک سے یوں ملایا ہے۔

سید مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر بن سید عبدالرحیم عبدالسلام بن سید عبدالوہاب بن سید حضور غوث ہمدانی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہم گویا انہوں نے آپ کو حسنی سید ثابت کیا ہے جبکہ قاضی صاحب کی تحقیق کے مطابق آپ حسینی سید ہیں۔ صاحب شمیم ولایت نے بھی حقیقت گلزار صابری کے حوالہ سے مندرجہ بالا نسب نامہ دیا ہے۔

صاحب شریف التواریخ سید شریف احمد شرافت مرحوم کو اس سلسلہ نسب پر اعتراض تھا ان کا خط فقیر مولف کے پاس موجود ہے۔ وہ فرماتے ہیں غوث پاک کی اولاد میں سید عبدالرحیم کوئی صاحب نہیں ہیں۔ حضور مخدوم پاک اسرائیلی ہیں یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور انہوں نے سیر الاقطاب کا حوالہ دیا ہے۔صاحب سیر الاقطاب حضرت الہدیہ ابن شیخ عبدالرحیم قدس سرۃ العزیز نے (جو اپنی کتاب ۱۰۳۶ تا ۱۰۵۶ تک مکمل کی) لکھا ہے۔

"سلسلہ چشتیہ میں آپ جیسا تصرف کسی اور کو بہت کم حاصل ہوا۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام تک پہنچتا ہے"

(ف) فقیر کہتا ہے شاید کتابت کی غلطی چلی آ رہی ہو شاید اصل عبارت یوں ہو کہ "آپ کا سلسلہ ولایت حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔" کیونکہ آپ کی ولایت

موسوی ہے۔

حضرت شیخ عبدالرحمن چشتی صابری قدس سرۂ العزیز نے اپنی تصنیف مراۃ الاسرار (پیدائش ۱۰۰۵ھ وفات ۱۰۹۴ھ) میں لکھا ہے کہ "آپ انبیاء بنی اسرائیل کی اولاد سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ آپ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ کے محبوب ترین خلیفہ تھے اور مرید ہونے میں اکثر احباب سے سابق تھے۔ صاحب اخبار الاخیار کے قول کے مطابق آپ حضرت شیخ کے داماد بھی تھے۔ آپ زمرہ بے باکان میں سے تھے اور شان عظیم رکھتے تھے حال بلند اور ہمت قوی رکھتے تھے۔ غلبہ استغراق ذات مطلق کی وجہ سے آپ ہرگز دنیا کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے تھے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

مے حرف وحدت کے نوش کرد
کہ دنیا و عقبیٰ فراموش کرد

(جس نے وحدت کا پیالہ پیا۔ دنیا و عقبیٰ بھول گیا)

آں آفتاب عشق ولایت ۔ آن گنجینہ نور ہدایت
آن خو کردہ بہ مقام تفرید ۔ آں مستقیم گشتہ بغنائے توحید (مراۃ اسرار)

قاضی صاحب کی تحقیق ہے کہ آپ اسماعیلی سید ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہوتا ہوا سیدنا امام عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ اور شہنشاہ ولایت مولائے کائنات تک پہنچتا ہے۔

آپ کا انتقال ۱۳ ربیع الاول شریف ۶۹۰ ھ ہے۔ سلطان علاؤ الدین خلجی کے عہد حکومت میں ہوا۔ آپ کا روحانی فیضان شرق و غرب اور شمال و جنوب میں عام ہے۔

ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء

(۲) حضرت علی العریضی رضی اللہ عنہ ابن امام جعفر رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوالحسن ہے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے ظاہری و باطنی علوم حاصل کئے۔ ان کی نسل چار فرزندوں محمد' احمد الشعرانی' حسن اور جعفر الاصغر سے جاری ہوئی۔ مدینہ طیبہ' مصر' نصیبین' ہندو پاک وغیرہ میں اولاد موجود ہے۔ ان کا

انتقال ۲۴۹ھ میں ہوا۔

(۳) حضرت محمد المامون رضی اللہ عنہ ابن امام جعفر رضی اللہ عنہ

آپ کا نام محمد مامون دیباج اور محمد و سلج بھی ہیں صاحب حسن و جمال تھے انہوں نے دعوی خلافت بھی کیا تھا۔ خلیفہ مامون الرشید نے ان کی گرفتاری کر کے چھوڑ دیا تھا۔ ان کی اولاد میں علی الخارج' قاسم' حسین رضی اللہ عنہم ہیں جن سے نسل جاری ہوئی۔ امام محمد مامون کا انتقال ۲۰۳ھ میں ہوا۔ اولاد مصر' شیراز ہندو پاک میں موجود ہے۔

(۴) حضرت اسحٰق بن امام جعفر رضی اللہ عنہما

شکل و صورت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت تامہ رکھتے تھے۔ سفیان بن عنیبہ رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے روایت بیان کی ہے۔ ان کی کنیت ابو محمد اور لقب موتمن تھا۔ حضرت امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ کے برادر شفیق ہیں۔ شیعہ کا ایک فرقہ انہیں امام مانتا ہے۔ ان کی نسل محمد' حسین حسن رضی اللہ عنہم سے جاری ہوئی جو بلاد مصر' نصیبین' حران' رقہ' حلب وغیرہ میں آباد ہیں۔

(۵) امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا ذکر آگے آئے گا۔

گویا حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے لوگوں نے تین حضرات کو امام تسلیم کیا۔ (۱) سیدنا امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ انہی کی شہرت زیادہ ہے (۲) حضرت امام اسماعیل رضی اللہ عنہ ان کا فرقہ اسماعیلیہ ہے (۳) حضرت امام اسحٰق رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ

آپ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ کا اسم گرامی موسیٰ ہے اور لقب کاظم' صابر' صالح' امین تھا اور کنیت ابوالحسن اور ابو ابراہیم تھی آپ کی والدہ محترمہ کا نام حمیدہ بربریہ رحمتہ اللہ علیہا تھا۔ آپ ۶ رجب / ۷ صفر ۱۲۸ھ کو ابواء کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ ولی کامل صاحب مناقب فاخرہ تھے مستجاب الدعوات ایسے کہ لوگ ان کو وسیلہ گردانتے تھے۔ ان سے دعائیں کرواتے جو مقبول ہوتیں۔ اسی سبب سے اہل عراق ان کو باب قضائے حوائج کہتے تھے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر مطہرہ اجابت دعا کے لیے تریاق مجرب کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ بڑے عابد زاہد قیام للیل صائم النہار تھے۔ خفیہ طور پر راتوں میں لوگوں کی حاجات کے مطابق روپیہ اشرفی تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے والد گرامی قدر امام جعفر صادق فرمایا کرتے تھے کہ میرے تمام فرزندوں میں بہترین فرزند ہے۔ اللہ تعالیٰ کے موتیوں سے ایک موتی ہے۔ آپ ۷ ویں امام ہیں۔

۶ رجب ۱۸۳ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ محلہ کاظمین میں دفن ہوئے ان کے مزار شریف کو کاظمین شریفین کہتے ہیں۔ آپ کے ۲۳ بیٹے اور ۳۷ بیٹیاں تھیں۔ بعض نے ۲۱ صاحب زادے بتائے اور نام بھی گنائے ہیں۔

(۱) حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ ان کا ذکر آگے آئے گا۔

(۲) زید النار رضی اللہ عنہ بصرہ پر غالب آئے۔ بنی عباس کے گھروں اور نخلستان کو جلا دیا۔ آخر گرفتار ہوئے اور مرو پہنچائے گئے ان کی اولاد سے سادات بنو صعیب' بنو مکارم بلاد مغرب' قیروان' قزوین وغیرہ میں آباد ہیں۔ (۳) حضرت عقیل رضی اللہ عنہ

(۴) حضرت ہارون رضی اللہ عنہ ان کی اولاد موجود ہے امیر کا بطوس ان کی نسل سے تھا۔

(۵) حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کی اولاد سے سادات بنو علی عزری مختلف شہروں میں آباد ہے۔

(۶) حسین رضی اللہ عنہ (۷) عبیداللہ رضی اللہ عنہ

(۸) عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کی اولاد حجاز و شیراز میں آباد ہے (۹) حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ

(۱۰) حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ ان کی اولاد سے بنو ابو لحساف مختلف علاقوں میں آباد ہے۔

(۱۱) امیر اسحٰق رضی اللہ عنہ ان کی اولاد بلخ وغیرہ میں آباد ہے۔ (۱۲) حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ

(۱۳) حضرت احمد رضی اللہ عنہ (۱۴) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

(۱۵) حضرت عابد رضی اللہ عنہ ان کی اولاد مختلف شہروں میں آباد ہے۔

(۱۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۱۷) جعفر اصغر رضی اللہ عنہ

(۱۸) ابو القاسم حمزہ ان کی اولاد بلاد عجم بلخ 'خراسان میں آباد ہے

(۱۹) حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کی اولاد قلیل ہے۔ (۲۰) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

ان تمام حضرات میں سے حضرت امام علی رضا' زید النار' ہارو' حسن' عبداللہ

اسمٰعیل' اسحاق امیر' محمد عابد' جعفر حواری' ابو قاسم حمزہ' عباس رضی اللہ عنہم کی لولاد باقی ہے

(۲۱) حضرت ابراہیم مرتضیٰ اصغر رضی اللہ عنہ

آپ کی اولاد سے بصرہ' آمل' فارس' دینور' شراز' ترمذ' بغداد' سامرہ' مشہد' دمشق بھرا پڑا ہے۔

ان ہی کی اولاد سے خلیفہ الرسول فی الہند' نائب مصطفیٰ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ خواجگان ولی الہند

خواجہ معین الدین حسن سجزی اجمیری قدس سرہ العزیز ورحمۃ اللہ علیہ بانی سلسلہ چشتیہ فی الہند ہیں

ان کا شجرہ نسب یہ ہے۔

خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ بن سید غیاث الدین رحمۃ اللہ علیہ بن سید کمال الدین بن سید احمد حسین بن سید طاہر بن سید العزیز رحمہم اللہ اجمعین بن حضرت سید امام ابراہیم مرتضیٰ اصغر رضی اللہ عنہ بن سید امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ بن حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بن امام باقر رضی اللہ عنہ بن سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بن امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم آپ کی ہندوستان میں آمد صاحب تاریخ مشائخ چشت علامہ خلیق احمد نظامی صفحہ ۱۴۲ پر لکھتے ہیں

"اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے قبل کچھ چشتی بزرگ (مثل حضرت امام ناصرالدین چشتی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ) ہندو پاک میں تشریف لا چکے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ چشتیہ سلسلہ کو پاک و ہند میں جاری کرنے کا شرف آپ ہی کو حاصل ہوا۔ آپ پرتھوی راج کے عہد میں ہندوستان تشریف لائے اور اجمیر کو اپنا مستقر بنا کر تبلیغ و اشاعت کا کام شروع کیا میر خورد نے آپ کو نائب رسول اللہ فی الہند لکھا ہے۔"

"حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے چھوت چھات کے اس بھیانک ماحول میں اسلام کا نظریہ توحید عملی حیثیت سے پیش کیا اور بتایا کہ یہ صرف تخیلی چیز نہیں ہے

بلکہ زندگی کا ایک ایسا اصول ہے جس کو تسلیم کر لینے کے بعد ذات پات کی سب تفریق بے معنی ہو جاتی ہے۔ یہ ایک زبردست دینی سماجی انقلاب کا اعلان تھا۔ ہندوستان کے بسنے والے ہزاروں وہ مظلوم انسان جن کا زبون حالی پکار رہی تھی ۔

جینے سے مراد ہے نہ مرنا شاید

یہ اعلان سن کر دوبارہ زندگی کا کیف محسوس کرنے لگے۔ خواجہ اجمیری کی زندگی بہت سادہ لیکن دلکش تھی۔ ہندوستان کے سب سے بڑے سماجی انقلاب کا یہ بانی ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں ایک پھٹی پرانی دوتہی میں لپٹا بیٹھا رہتا تھا۔ پانچ تولہ سے زیادہ کی روٹی کبھی افطار میں میسر نہ آتی تھی۔ لیکن نظر کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ جس کی طرف دیکھ لیتے معصیت کے سوت اس کی زندگی میں خشک ہو جاتے۔ رسالہ احوال پیران چشت میں لکھا ہے۔

شیخ معین الدین کی نظر جس فاسق پر پڑ جاتی وہ تائب ہو جاتا اور پھر کبھی گناہ کی طرف نہ دیکھتا۔

آپ کے خلفاء میں سے دو بزرگ خاص طور پر سے قابل ذکر ہیں۔

(۱) شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ

(۲) شیخ حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ

ان سے آگے پوری دنیا خواجہ کے فیضان سے فیض یاب ہوئی۔ اب تک فیض جاری ہے اور فیضان میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی جا رہی ہے۔

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

آپ کی وفات ۶ رجب ۶۳۳ ھ سلطان التمش کے عہد میں ہوئی آپ کی پیشانی پر لکھا تھا۔

حبیب اللہ مات فی حب اللہ

(اللہ کا دوست اللہ کی محبت میں فنا ہوا)

آٹھویں امام حضرت سیدنا امام علی رضا ﷺ

آپ ۱۱ ربیع الاخر ۱۴۸ / ۱۵۳ مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا

نام حضرت تمینہ ام ولد تھا۔ جب شکم مادر میں تھے تو مائی رجہ کو کوئی ثقل معلوم نہ ہوتا تھا اور شکم سے تسبیح و تہلیل کی آواز سنتی تھیں۔ آپ بڑے عالم وحید العصر و فرید الدھر تھے۔ ابراہیم بن عباس کہتے تھے کہ میں نے ان سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔ خلیفہ مامون الرشید ان سے اکثر امتحاناً سوال کیا کرتا تھا اور شافی جواب سنتا۔ ہر سوال کرنے والے کا جواب قرآن کی آیات سے دیتے تھے۔ قلیل النوم و کثیر الصوم تھے ہر ماہ میں ایام بیض کے روزے رکھا کرتے تھے۔ جو کبھی ترک نہیں ہوئے۔ اکثر اندھیری راتوں میں خیرات کرتے۔ جب خلوت میں ہوتے فقیرانہ لباس پہنتے۔ جب دربار شاہی میں جاتے لباس فاخرہ زیب تن کرتے خاکساری منکسر المزاجی میں یکتا تھے۔ موسم گرما میں بوریے پر اور موسم سرما میں ٹاٹ پر بیٹھا کرتے تھے۔ غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ لکھا ہے کہ سادات میں سے سب سے زیادہ ذکر کرنے والے اور قدر منزلت والے تھے۔ اسی وجہ سے خلیفہ مامون ان کی قدر کرتا تھا۔ اپنی لڑکی سے ان کا نکاح کیا اور خلافت کا ولی عہد کیا۔ **شیخ معروف کرخی** رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر اولیاء نے ان کی قدم بوسی کرتے ہوئے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

بروز جمعہ ۱۹ صفر ۲۰۳ ھ کو انتقال فرمایا اور مشہد مقدس میں مزار شریف ہے۔

آپ کے پانچ صاحبزادے تھے۔

(۱) حضرت امام تقی (۲) امام حسن (۳) امام حسین (۴) امام جعفر (۵) امام ابراہیم رضی اللہ عنہم۔ **سلسلہ قادریہ رزاقیہ منسوب سید عبدالقادر جیلانی** رحمتہ اللہ علیہ حضرت امام **علی رضا** رضی اللہ عنہ سے اس طرح ملتا ہے۔ سید عبدالقادر جیلانی مرید حضرت شاہ ابوسعید مرید حضرت ابوالحسن مرید حضرت ابوا الفرح مرید شیخ عبدالواحد مرید شیخ ابوبکر شبلی مرید شیخ سری سقطی مرید حضرت شیخ معروف کرخی رحمہم اللہ تعالیٰ مرید حضرت سیدنا امام علی رضا رضی اللہ عنہ

ان میں سے امام تقی کی اولاد باقی ہے۔ (شریف التوارخ)

نویں امام حضرت سیدنا **امام تقی الجواد** رضی اللہ عنہ نام محمد، کنیت ابو جعفر لقب تقی، جواد قانع، مرتضیٰ ہیں۔

آپ بروز سہ شنبہ (منگل) ۱۹ رمضان المبارک ۱۹۵ کو مدینہ شریف میں پیدا ہوئے آپ کی والدہ کا نام ام ولد حضرت سکینۃ المریسہ رحمتہ اللہ علیہا ہے۔ آپ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا (حضور ﷺ کی لونڈی) کے قبیلہ سے تھیں۔

آپ حسین و جمیل تھے۔ زبردست عالم' عاقل اور حاضر جواب تھے۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ خورد سال میں مرتبہ امامت حاصل کیا۔ آپ کے فیض باطن سے بہت لوگ مستفیض ہوئے۔ خلیفہ مامون الرشید ان کی کمال تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ خلیفہ پر جس قدر ان کے علم و فضل و کمال عقلی فعل اور فہم و فراست کی حقیقت کھلتی گئی۔ اسی قدر تعظیم و تکریم میں مبالغہ کرتا گیا۔ آخر اپنی بیٹی ام الفضل سے ان کا نکاح کر دیا اور ہزار دینار خرچ سالانہ ان کو دیتا رہا۔

بروز سہ شنبہ (منگل) ۸ ذی قعدہ ۲۲۰ھ کو انتقال فرمایا اور کاظمین شریفین میں اپنے جد امجد حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے ان کے دو صاحبزادے تھے۔

(۱) حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ (۲) حضرت موسیٰ المبرقع ان کی اولاد قم' مشہد' ہندو پاک میں موجود ہے۔

امام دہم حضرت امام علی الہادی النقی رضی اللہ عنہ

اسم پاک علی' کنیت ابوالحسن ثالث۔ لقب نقی' ہادی زکی' عسکری' متوکل' ناصح' مرتضیٰ' فقیہ' امین' طیب ہیں۔

ولادت میں اختلاف ہے بروز جمعہ ۱۳ رجب ۱۱۴ / ذی الحجہ ۲۱۴ مدینہ طیبہ میں ام ولد حضرت ثمانہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔

علم و سخاوت میں اپنے آباؤ اجداد کے صحیح وارث تھے۔ لباس پشمین پہنتے تھے۔ ان کے مناقب اور اوصاف حد حصر سے افزوں ہیں۔

ایک بار ایک اعرابی جو کوفہ کا رہنے والا تھا آپ کے پاس آیا کہنے لگا کہ میں محبان حضرت امیر علیہ السلام سے ہوں۔ مجھ پر دس ہزار درہم قرض ہے جس کا ادا کرنا میری بساط سے باہر ہے۔ آپ نے ایک تمسک بدستخط خاص لکھ کر اس کے حوالہ کیا

اور فرمایا۔ "مجلس عام میں مجھ سے سخت تقاضا کرنا" چنانچہ اعرابی نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے تین دن کی مہلت چاہی۔ اس نے منظور کی۔ آخر تقاضا کی خبر خلیفہ متوکل کو پہنچی۔ اس نے تیس ہزار درہم فورا" آپ کے پاس بھیج دیئے۔ آپ نے تیس ہزار درہم ہی اعرابی کو دیدیئے جبکہ اس کی طلب صرف دس ہزار کی تھی۔ وہ پکارتا جا رہا تھا۔

اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ

(اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے) (۶:۱۲۴)

(ف) یعنی اس میں کوئی شک نہیں آپ وارث رسالت ہیں۔

پہلے ان کا مقام مدینہ منورہ میں تھا۔ خلیفہ متوکل کو گمان تھا کہ شاید میرے خلاف خروج کریں اس لیے انہیں بغداد بلا لیا۔ وہاں بغداد کے متصل شہر سرمن رائے المعروف بہ عسکر میں آپ نے سکونت اختیار کی۔

بروز دو شنبہ ۲۶/۲۵ جمادی الاخر ۲۵۴ھ کو عسکر میں انتقال فرمایا۔ اسی جگہ دفن ہے۔ آپ کے چار صاحبزدے تھے۔ دو سے نسل جاری ہوئی۔

(۱) سیدنا امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ (۲) سیدنا حسین رضی اللہ عنہ (۳) سیدنا محمد رضی اللہ عنہ (۴) حضرت سیدنا ابو عبداللہ جعفر کذاب الملقب بہ ابوالکرین

کر ساٹھ فقیر کو کہتے ہیں چونکہ ۱۲۰ بچوں کے باپ تھے۔ اس لیے ان کی کنیت ابوکرین پڑ گئی۔ چونکہ آپ امامت امام مہدی رحمتہ اللہ علیہ کے منکر تھے۔ اور امام حسن عسکری کے بعد خود اپنی امامت کا دعوی کیا۔ اسی لیے شیعہ کا گروہ انہیں کذاب کہتا ہے۔ ان کی اولاد مصر شام میں ہے اور ہندو پاک میں بھی موجود ہے۔ ان کی وفات ۲۷۱ میں ہوئی۔ ان کے چھ بیٹے تھیں

(۱) حضرت اسماعیل حریف (۲) حضرت یحیٰی الصوفی (۳) حضرت ہارون (۴) حضرت علی المختار (۵) حضرت ادریس (۶) حضرت طاہر رضی اللہ عنہم

حضرت یحیٰی الصوفی کی اولاد مصر میں پائی جاتی ہے۔ حضرت ہارون کی اولاد میں سے سادات امروہہ مشہور ہیں۔

حضرت علی المختار کی اولاد سے سادات بھکر ہیں اور انہی سے نظام الدین اولیاء ہیں۔

شیخ المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء بدایونی دہلوی چشتی محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز

حضرت سیدنا امام علی الہادی النقی رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ حضرت سید نظام الدین اولیاء بن سید احمد بن سید علی بن سید عبداللہ بن سید حسن خلمی بن سید علی مشہدی بن سید احمد مشہدی بن سید ابوعبداللہ بن سید علی اصغر بن سید ابوعبداللہ جعفر ثانی کذاب الملقب بہ ابوالکرین بن حضرت امام علی الہادی النقی رضی اللہ عنہ و عنہم۔ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت بدایوں میں ۲۷ صفر ۶۳۴ھ بمطابق ۱۲۳۶ء کو ہوئی۔ آپ کی والدہ کا نام زلیخا بی بی تھا۔ آپ کا نام محمد رکھا گیا۔ بدایوں میں علوم شرعیہ کی تکمیل کر کے دہلی میں تشریف لائے۔ مولانا شمس الدین خوارزمی سے مزید تعلیم حاصل کی۔ مولانا کی مسجد میں ایک قوال سے حضرت خواجہ بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ العزیز کا شہرہ سنا۔ ان کے دل میں بابا جی کا عشق پیدا ہوا۔ بابا جی کے بھائی خواجہ نجیب الدین متوکل کے ہمراہ دہلی چلے آئے۔ بابا جی نے التفات فرما کر یہ شعر پڑھا۔

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ (گلزار ابرار)

آپ نے بابا جی سے تربیت حاصل کی۔ بابا جی نے دہلی کی سند خلافت دیکر رخصت کیا تو دعا دی آپ نے دہلی جا کر سلسلہ چشتیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کی تقریباً ۹۱ خلفاء پیدا کئے۔ ۹۱ سال کی عمر میں ۱۷ ربیع الاول ۷۲۵ھ بمطابق ۱۳۲۱ء بعہد محمد تغلق دنیا سے عالم جاودانی کی طرف سفر کیا۔ آپ کا سلسلہ چشتیہ نظامیہ مشہور ہے۔

(ضمیم ولائیت)

امام یازدہم حضرت سیدنا امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ

آپ کا نام حسن ہے اور لقب عسکری، سراج، زکی، کنیت ابو محمد ۸ ربیع الاخری ۲۳۲ھ یا رمضان ۲۳۲ھ کو ام ولد حضرت سوسن (حدیث) رضی اللہ عنہا کے

بطن سے مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم طفولیت ہی میں آپ کو ولایت و کرامت اور کمال علم و فضل، فہم و فراست سے نوازا تھا۔

خوف خدا لکھا ہے زمانہ طفولیت میں بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دیکھا کہ اور تو لڑکے کھیل رہے ہیں لیکن یہ ان کے قریب کھڑے رو رہے ہیں۔ بہلول دانا نے کہا "میاں صاحبزادے! میں آپ کو کھیلنے کی چیز مول لے دوں۔" آپ نے فرمایا "او دیوانے! ہم کھیلنے کے لیے پیدا نہیں ہوئے۔ بلکہ علم و حکمت کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ بہلول دانا نے کہا "آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟" فرمایا

"**اَفحسبتم انما خلقنکم عبثا و انکم الینا لاترجعون** ○ (کیا تمہیں گمان ہے کہ تمہیں بیکار پیدا کیا اور یہ کہ تم ہماری طرف واپس نہ آؤ گے) بہلول دانا نے کہا "صاحبزادہ صاحب کچھ نصیحت فرمایئے!" آپ نے چند اشعار پڑھے۔ بہلول دانا بیہوش ہو کر گر گئے۔ جب فاقہ ہوا تو فرمایا کہ ابھی تو آپ بچے ہیں کوئی خطا نہیں کی، اس قدر کیوں روتے ہیں۔ فرمایا

"میں نے اپنی والدہ کو آگ سلگاتے دیکھا ہے جب تک چھوٹی لکڑیاں نہیں لگاتیں بڑی لکڑیوں کو آگ نہیں لگتی۔ عین اسی طرح مجھے بھی خوف ہے کہ جہنم میں جب لوگ ایندھن بنائے جائیں تو ان سے پہلے مجھے نہ جلایا جائے اور چھوٹی لکڑی نہ بن جاؤں۔"

سخاوت کا یہ حال تھا کہ سید علی بن ابراہیم بن موسیٰ کاظم اور ان کے بیٹے سید محمد (رضی اللہ عنہم) تنگی معیشت سے گھبرا کر آپ کی خدمت عالیہ میں آئے۔ ان کی اطلاع دینے سے قبل ہی پانچ سو درہم کی تھیلی سید علی رضی اللہ عنہ کو اور تین سو درہم کی تھیلی سید محمد رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی اور انہیں اپنی حالت بیان کرنا ہی نہ پڑی۔

۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ بروز جمعہ انتقال فرمایا۔ آپ کے انتقال کی خبر تمام شہر میں آناً فاناً پھیل گئی۔ غوغا برپا ہوا۔ دوکانیں بند ہو گئیں۔ سب خاص و عام جنازہ میں شریک ہوئے۔ اپنے والد امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ان کے ایک ہی صاحبزادے امام محمد مہدی تھے۔ رضی اللہ عنہ

امام دوازدہم امام محمد مہدی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام محمد کنیت ابوالقاسم' لقب حجتہ اللہ' مہدی' صالح شب جمعہ ۱۵ شعبان المعظم ۲۵۵ھ کو ام ولد حضرت نرگس رضی اللہ عنہا کے بطن سے بمقام سرمن رائے (عسکر) میں پیدا ہوئے۔

حضرت بی بی حکیمہ بن امام محمد تقی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ان کی ولادت کا وقت قریب ہوا تو میں نے آپ کی والدہ نرگس کو اپنی گود میں لے لیا اور سورۃ اخلاص' سورۃ القدر اور آیتہ الکرسی پڑھ کر دم کرنے لگی' میں نے سنا کہ وہی آیات بچہ بطن مادر میں پڑھ رہا ہے پھر سارا گھر منور ہو گیا اور یہ پیدا ہوتے ہی سجدہ میں گر پڑے پھر میں انہیں ان کے والد امام حسن عسکری کے پاس حجرہ میں لے گئی۔ انہوں نے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور زبان پاک ان کے منہ میں دی اور فرمایا اے بچے خدا کے حکم سے بولو! بچے نے کہا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

ترید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلهم ائمة و نجعلهم الوارثین ○ (۲۸ : ۵)

اور ہم چاہتے تھے کہ ان کمزوروں پر احسان فرمائیں اور ان کو پیشوا بنائیں اور ملک و مال کا انہیں وارث بنائیں۔) حضرت بی بی حکیمہ فرماتی ہیں اس وقت آسمان سے سبز پرندے اترے ایک کو امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے فرمایا " **یا خذه فاحفظه حتی یا ذن اللّٰه منه فان اللّٰهِ بالغ امره** (اسے لیجئے اس کی حفاظت کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں حکم فرمائے۔ **بیشک اللہ** تعالیٰ اپنا کام پورا کرنے والا ہے) میں نے پوچھا یہ کون تھے" امام صاحب نے فرمایا "یہ جبریل تھے اور دوسرے مرغ دیگر فرشتے تھے" فرماتی ہیں "میں نے بچہ ماں کی گود میں دے دیا۔"

حضرت امام محمد مہدی رضی اللہ عنہ ناف بریدہ پیدا ہوئے اور مختون پیدا ہوئے۔ پیدا ہوتے ہی دوزانو بیٹھے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی۔ اسی اثناء میں چھینک

آئی اور فرمایا الحمد للہ رب العالمین ○ جب پانچ برس کے ہوئے تو والد بزرگوار امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اللہ تعالٰی نے ان کو چھوٹی عمر میں ہی حکمت عطا فرمائی۔

باتفاق اہل تواریخ آپ کی وفات ۷ محرم ۲۶۲ھ میں ہوئی اور سامرہ میں اپنے آباء و اجداد کے پاس مدفون ہوئے۔ (شریف التواریخ)

قاضی محمد سلیمان سلمان نے لکھا ہے کہ ۴ سال کی عمر میں عسکر کی ایک غار میں غائب ہو گئے۔ یہی بات اہل تشیع کہتے ہیں اور انھیں زندہ تسلیم کرتے ہیں۔ امام منتظر اور امام زمان' امام مہدی دوراں کے القاب سے ملقب کرتے ہیں۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی الہ و صحبہ وسلم

غلطی کا ازالہ:۔ امام مہدی آخر الزمان کا نام محمد بن عبداللہ ہو گا نہ کہ محمد بن حسن۔ حدیث پاک میں ہے عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ اللّٰہ عند قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللّٰہ نلک الیوم حتی یبعث اللّٰہ فیہ رجلا منی او من احل بیتی یواطئی اسمہ اسمتی و اسم ابیہ اسم ابی یملاء الارض قسطا و عدلا کما مثت ظلما و جورا و عن ام سلمۃ قالت سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول المھدی من عترتی من اولاد فاطمۃ (مشکوۃ بحوالہ رواۃ ابو داؤد)

(اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہا ہوتا تو اللہ اس دن کو دراز فرما دیتا حتی کہ اس دن میں ایک ایسا شخص مبعوث کرتا جو مجھ سے یا میرے گھر والوں سے ہے اس کا نام میرے نام پر (محمد) ہو گا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر (عبداللہ) ہو گا۔ وہ زمین و آسمان کو انصاف سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم اور زیادتیوں سے بھری تھی ـــــ یعنی ظلم و جفا کی جگہ عدل و انصف ہو گا۔)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے سنا کہ

اسے مہدی کہا جائے گا اور وہ میری اولاد فاطمہ سے ہے۔

اس حدیث سے مرزا قادیانی کا بھی رد ہو گیا کہ وہ سید ہوں گے میرزا نہ ہوں گے اور اہل تشیع کا عقیدہ بھی باطل ہوا کہ ان کا نام محمد بن عبداللہ ہو گا۔ یہ جو محمد بن حسن کا انتظار کرتے ہیں کہ ان کا ظہور ہو گا اور ان کی غیبت کے قائل ہیں سراسر غلط ہے اور بہتان ہے۔

فیضان من جانب صاحب فیضان ہوتا ہے۔

صاحب شریف التواریخ لکھتے ہیں میں نے اس کتاب (مذکورہ) میں اولاد امیر (علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ) میں حضرات حسنین کا تذکرہ تو کیا تھا مگر ان کی اولاد امجاد کا تذکرہ بخوف طوالت کچھ نہ کیا تھا۔ نیز اپنے سلسلہ طریقت کا لحاظ بھی ملحوظ تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ تمام اہل بیت کرام خصوصا ائمہ اثنا عشرہ (بارہ امام) صفوں پر قبلہ رو بیٹھے ہوئے عبادت میں مشغول ہیں۔ چھ امام پہلی صف میں ہیں اور چھ امام دوسری صف میں۔ باقی سادات کرام ان کے پیچھے صفوں میں ہیں۔ میں نے نہایت خشوع خضوع سے آداب عرض کئے اور سب نے میری طرف نگاہ شفقت سے دیکھا اور سب کے حلئے مبارک میں نے یاد کئے جب بیدار ہوا تو فیضان نبوت و امامت سے اپنے آپ کو مستفیض پایا۔ اسی وقت اشتیاق غالب ہوا تو بارہ ائمہ کے حالات تبرکا" اس کتاب میں داخل کر دیئے۔ خدا تعالیٰ ائمہ (ائمہ معصومین لکھا ہے حالانکہ نبی کے سوا کوئی معصوم نہیں) کے طفیل میں میرا خاتمہ بالایمان کرے اور بروز قیامت ان کے غلاموں میں محشور و محسوب فرمائے آمین (سید شریف احمد شرافت نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ)

فقیر حقیر عرض کرتا ہے کہ میں نے بھی اپنی پہلی کتاب میں خلفائے راشدین ' ستہ باقیہ' ازواج مطہرات اور آل پاک میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما ' ان کی والدہ محترمہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ' حضرت زید بن حارثہ' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا اور دوسری کتاب میں صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیوں اور صاحبزادوں اور ائمہ اثنا عشریہ

کا ذکر بخوف طوالت چھوڑ دیا۔ اس کا غم مجھے شب و روز رہتا۔ الحمد للہ اس کتاب اسماء النبی ﷺ میں حضور ﷺ کے نام نامی عاقب ﷺ نے راہنمائی فرمائی۔ صاحبزادیوں اور آئمہ اثنا عشرہ کا ذکر خیر اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے فقیر کی تحریر میں آیا جو موجب برکت ہو گا۔ انشاء اللہ! گناہوں کا کفارہ اور بخشش کا سہارا ہو گا۔

و ما محمد الارسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ط و من ینقلب علی عقبیه فلن یضر اللّٰه شیئا و سیجزی اللّٰه الشاکرین ○ (۳ : ۱۴۴)

(اور محمد تو ایک رسول ہیں' ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال کر جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔ عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔)

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے بعد اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور جو اتباع نہ کریں نقصان میں ہیں اور جو قائم رہیں وہ انعام حق تعالٰی کے حقدار ہیں۔

انہی حضرات کی اتباع لازم ہے جنہوں نے دین پر سید عالم ﷺ سے تعلیم حاصل کی۔ تزکیہ نفس کر کے قرآن مجید اور سنت کے رموز کو حاصل کیا۔ اہل بیت اور صحابہ کرام اہل بیت کے سردار سیدنا امام علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا الشاکرین سے مراد سیدنا **ابوبکر صدیق** رضی اللہ عنہ ہیں۔ (خزائن العرفان)

اور فرمایا **والذین اتبعو هم باحسان رضی اللّٰه عنهم و رضواعنه**

(اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے' اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی) (۹ : ۱۰۰)

اور فرمایا علماء کرام نے پیرو ہونے والوں سے قیامت تک کے وہ ایمان دار مراد ہیں جو ایمان و طاعت اور نیکی میں انصار و مہاجرین کی راہ پر چلیں۔

(خزائن العرفان)

مفسرین کی یہ تفسیر عین قرآن مجید کے مطابق ہے۔ سورۃ جمعہ کی دوسری آیت میں ارشاد ہوا "وہی ہے (اللہ رب العزت) جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول (محمد رسول اللہ ﷺ) بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا کرتے ہیں اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔ **و اخرین منھم لما یلحقوا بھم** (اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا کرتے ہیں جو ان اگلوں سے ملے) (۴۲ : ۳ / ۳) یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سرکار ﷺ سے قرآن سنا پھر خود کو ہر برائی و کراہیت سے پاک کیا اور کتاب و سنت کا علم حاصل کیا اور جو ان سے ملاقی ہوئے انہوں نے صحابہ سے علوم سیکھے تزکیہ نفس کیا۔ اس طرح قیامت تک کے علماء جو صحابہ کے راستہ پر ہوں گے اور اہل بیت سے محبت کریں گے وہ رضائے الٰہی کے زمرہ میں ہوں گے۔

اہلسنّت کا ہے بیڑا پار اصحاب رسول
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے متعلق سوال کیا جو میرے بعد ہو گا تو مجھے وحی فرمائی کہ اے محمد ﷺ تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمانوں کے تاروں کی طرح ہیں ان کے بعض بعض سے قوی ہیں اور سب میں نور ہے تو جس نے ان کے اختلاف سے کچھ حصہ لیا جس پر وہ ہیں تو میرے نزدیک وہ ہدایت پر ہے نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میرے صحابہ تاروں کی طرح ہیں تو ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (مشکوۃ شریف فضائل صحابہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کے حج

میں عرفہ کے دن دیکھا جب کہ آپ اپنی اونٹنی قصویٰ پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اے لوگو میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ جب تم اس کو تھامے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔

اللہ کی کتاب اور میری عترت (اہل بیت)

مشکوۃ باب فضائل اہل بیت فصل ثانی

حضور نبی کریم ﷺ عاقب ہیں۔ ان کی رسالت و نبوت کا فیضان تاقیامت ہے اور ان کے چھوڑے ہوئے صحابہ' اللہ کی کتاب اور عترت کا فیضان بھی تاقیامت ہے۔

و من ینقلب علی عقبیه فلن یضر اللّٰه شیا

اللھم صلی وسلم و بارک علی من اسمه عاقب و علی اله وصحبه

(۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵)

اسماء باری تعالیٰ سے حضور کا مشرف کیا جانا

شیخ محقق مولانا محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مدارج النبوت میں حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے بہت سے نبیوں کو اپنے اسماء حسنیٰ میں سے بکثرت اسماء ان کی تخلیق میں کرامت فرمائے جیسے

حضرت اسحق اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو علیم و حلیم فرمایا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حلیم فرمایا

حضرت نوح علیہ السلام کو شکور فرمایا

حضرات موسیٰ' عیسیٰ اور یحیی علیہم السلام کو کریم و قوی فرمایا

حضرت یوسف علیہ السلام کو علیم اور حفیظ فرمایا

حضرت ایوب علیہ السلام کو صابر بمعنی صبور فرمایا

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو صادق الوعد فرمایا

ان سب پر قرآن مجید ان کے ذکر کے موقعوں پر ناطق و شاہد ہے اور سید عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیہ و الثناء کو بھی اپنے بہت سے صفاتی ناموں سے فضیلت بخشی۔ واضح ہونا چاہئے کہ سید عالم ﷺ رب العزت جل و علیہ کے تمام اسماء و صفات کے کمالات کے جامع و مظہر اور تمام اخلاق الٰہی عز اسمہ سے متخلق و متصف ہیں جیسا کہ بعض عارفوں نے اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

(مدارج النبوت)

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم



اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ

(۸) سیدنا حمید ﷺ (۳ : ۸)

اسماء الحسنی سے ایک نام حمید ہے۔ اس کے معنی محمود ہیں۔ اس لیے حق تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کی خود حمد فرمائی فرمایا **الحمد للّٰہ رب العلمین**۔ اس کے علاوہ بھی قرآن مجید میں آیات موجود ہیں۔ ساری مخلوق اللہ کی حمد کرتی ہے۔ ممکن ہے حمید کے معنی حامد (تعریف کرنے والا) بھی ہوں کیونکہ وہ اپنی ذات اور اعمال طاعات کی خود تعریف فرمانے والا ہے۔ لہٰذا حق تعالیٰ حامد بھی ہے اور محمود بھی یعنی تعریف کرنے والا اور تعریف کیا گیا اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفاتی نام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات سے متصف فرمایا ہے۔

ان اللّٰہ و ملئکتہ یصلون علی النبی

بے شک اللہ کے اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔

اس میں یصلون مضارع کا صیغہ ہے۔ فعل مضارع میں دو زمانے پائے جاتے ہیں۔ فعل حال اور فعل مستقبل۔ اللہ تعالیٰ نبی پر اب بھی درود بھیج رہا ہے اور آنے والے زمانے میں بھی درود بھیجتا رہے گا۔ درود شریف حضور ﷺ کی خاص صفات میں سے ہے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔ پھر ایک دن ایسا آئے گا کہ تمام مخلوق فنا ہو جائے گی۔ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتی ہے۔ لہٰذا اللہ کا ذکر کرنے والے تمام ختم ہو جائیں گے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی باقی رہے گی اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کا ذکر فرماتا ہے اور فرمائے گا تو حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر فرمانے والا اللہ رب العزت ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا تو جب اللہ کا ذکر کرنے والا کوئی نہ ہو گا' اس وقت بھی محبوب ﷺ کا ذکر جاری ہو گا۔ اس لیے آپ حمید ہیں یعنی تعریف کیے گئے اللہ ان کی تعریف اس وقت کرے گا جب مخلوق ہی قائم نہ ہو گی اس وقت افضل ترین مخلوق کا ذکر باقی ہو گا۔

اہم نکتہ اللہ تعالیٰ حکم صادر فرماتا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلم تسلیما ○

اے اہل ایمان تم بھی ان پر درود بھیجا کرو اور کثرت سے سلام بھیجا کرو۔

اس لیے ہم نماز میں بحالت تشہد حضور ﷺ سے سلام عرض کرتے ہیں۔

السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ

(اے نبی آپ پر سلام ہو' اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو)

صاحب تفسیر نبوی مولانا نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں فرماتے ہیں کہ بحالت نماز اس موقعہ پر حضور ﷺ کو حاضر سمجھا جائے۔ معراج کا واقعہ پر نظر نہ ہو۔ پھر نہایت خشوع و خضوع سے حضور ﷺ پر سلام عرض کرے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ حضور ﷺ کے لیے دور و نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتے۔

لیکن تشہد کے ختم ہوتے ہی ہم اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں **اللھم صل علی سیدنا محمد** (اے اللہ تو ہمارے سردار محمد ﷺ پر درود بھیج) آخر میں جس طرح سلام عرض کرتے ہیں درود شریف کیوں نہیں پڑھتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنے محبوب پر درود بھیجتا ہوں۔ ذکر صلوٰۃ اس قدر بلند ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ خود اپنے محبوب پر بھیجتا ہے۔ ہم اس رمز کے پانے سے قاصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ حمید ہے اور حضور ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے حمید کی صفت سے متصف فرمایا اس لیے اللہ حمید ہی بہتر جانتا ہے کہ حمید نبی پر کیسے درود بھیجتا ہے۔ محبوب کی شان رفعت کو محب و خالق ہی خوب جانتا ہے۔ اسی نے ان کو پیدا کیا۔ اسی نے ان کو رفعتیں عطا فرمائیں۔ وہی ان کی شان ارفع و اعلیٰ سے خوب واقف ہے۔ ہم ضعفا کیا ہیں اور کیا سمجھ سکتے ہیں۔

ماعرفناہ حق معرفۃ

ہم اس کی معرفت کی حقیقت نہیں پا سکتے۔

اس لیے اللہ ہی سے عرض کرتے ہیں کہ جیسا کہ تیرا حبیب تیری عطا کردہ شان کا مالک ہے۔ اس کی شان کے مطابق اس پر درود بھیج۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد کما صلیت علی سیدنا ابراہیم و علی ال سیدنا ابراہیم انک حمید مجید

چونکہ تو حمید مجید ہے اور تیرے محبوب بھی تیری عطا سے حمید ہیں تو حمید ہی حمید کی شان کو جانتا ہے بس اے اللہ تو حمید ہے اپنے حبیب حمید پر ایسا ہی درود بھیج جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھیجا۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ بالا آیت کو خوب سمجھا۔ اس کے معنی کے لحاظ سے نغمہ سلام طویل و عریض لکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں عرض کیا کہ شعر میں سلام ہی عرض کیا ہے اور درود و پاک کے چند اشعار میں ہیں۔ (اگرچہ درود پر بھی علیحدہ نغمہ لکھا ہے) وہ اسی آیت کے مضمون کے لحاظ سے ہے۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ

(۹) سیدنا **روف** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۲۸۶ = ۱۴)

(۱۰) سیدنا **رحیم** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۲۵۸ = ۱۵)

رؤف رافت سے مشتق ہے بے حد رحمت جس کی انتہا نہ ہو۔ بعض عشاق نے کہا ہے بندے کی حاجت کی بناء پر احسان کرنا رحمت ہے اور اپنی شان کے مطابق احسان فرمانا رافت ہے۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رؤف رحیم اسم الہٰی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ان ناموں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرمائی ہے۔ **و بالمومنین روف رحیم** یہ دونوں نام ہم معنی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ غایت درجہ رحمت کو رافت کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک **روف بالمطیعون رحیم بالمذنبین** فرمانبرداروں کے ساتھ رؤف ہیں اور گنہگاروں کے ساتھ رحیم۔

(مظہر نامہ بحوالہ مدارج النبوۃ)

دراصل جو صیغے مبالغہ کے اوزان پر آتے ہیں وہ معنی کثرت اور فراوانی کا اظہار کیا کرتے ہیں اور جو صیغے صفت مشبہ کے ساتھ آتے ہیں وہ صفت لازمہ اور معنی ثابت کے مظہر ہوتے ہیں۔ مبالغہ کے اوزان دس ہیں مثلاً"

۱۔ نجار ۲۔ علامۃ ۳۔ صدیق ۴۔ مسکین ۵۔ مسعر

۶۔ فعطار ۷۔ نصیر ۸۔ ضروب ۹۔ حذر ۱۰۔ فاروق

مبالغہ ہمیشہ فاعل کے معنی دیتا ہے۔

صفت مشبہ فعل لازم ہے فاعل کے معنوں میں ہی آتا ہے اس کے اوزان یہ ہیں۔

۱۔ حسن ۲۔ طیب ۳۔ صعب ۴۔ جبان ۵۔ شجاع

۶۔ شفیع ۷۔ مھد ۸۔ اشیب ۹۔ عطشان ۱۰۔ کریم

۱۱۔ وفور ۱۲۔ فرح

لہٰذا رؤف کے معنی کامل المعروف ہیں۔ اور رحیم کے معنی دائم الرحمت ہیں۔

سورۃ الحج میں ہے اِنَّ اللّٰهَ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ
بیشک اللہ تعالیٰ انسانوں پر رؤف رحیم ہے۔

نبی کریم ﷺ کے حق میں یہ امر نہایت شرف و عزت اور غایت تکریم و حرمت کا موجب ہے کہ حضور ﷺ کی صفت میں دو نام بحالت ترکیبی تجویز فرمائے گئے ہیں جو اسی ترکیب کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے مستعمل ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کو عوام الناس پر عام فرمایا گیا ہے اور حضور ﷺ کی رحمت و رافت کو مومنوں کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ معنوں کو سمجھتے ہوئے اس عام اور خاص کا امتیاز یاد رکھتے ہوئے مومنین کے لیے شکر کا مقام ہے۔

حضور ﷺ کی رافت و رحمت

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتاخر لنا بالموعظة مخافة السامة علينا (صحیحین)

رسول اللہ ﷺ ہم کو کبھی کبھی وعظ سنایا کرتے تھے اس اندیشہ سے کہ روزانہ وعظ کا سننا ہم پر گراں نہ گزرے۔

ایسی ہی ایک حدیث مشکوۃ شریف میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دوستوں نے کہا آپ ہمیں روزانہ وعظ کیوں نہیں سناتے۔ فرمایا "مجھے رسول اللہ ﷺ نے روزانہ وعظ کہنے سے منع فرمایا۔ اس سے ذوق و شوق ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس ہفتہ میں دو دن وعظ فرمایا کرتے تھے۔ (خلاصہ مشکوۃ شریف)

حضور نبی کریم ﷺ کا یہ اصول از راہ شفقت و رافت تھا کہ سامعین جس قدر بھی سنیں نشاط طبع اور حضور قلب سے سنیں اور آئندہ ان کا شوق باقی رہے۔

آپ کی یہ بھی عادت تھی کہ بہ حالت نماز کسی بچے کی رونے کی آواز سن لیتے تو نماز ہلکی فرما دیتے تاکہ مائیں نماز سے فارغ ہو کر بچے کو جلد اپنی مادری شفقت سے نوازیں (حضور ﷺ کے زمانہ پاک میں عورتیں جماعت سے

نماز پڑھا کرتی تھیں ان کی صف سب سے پچھلی ہوتی تھی۔ سلام ہوتے ہی وہ گھروں کو چلی جاتی تھیں)۔

آپ ﷺ کی یہ بھی عادت مبارکہ تھی کہ کسی کو پاپیادہ ہمرکاب چلنے کی اجازت نہ فرماتے تھے۔ اگرچہ بہت سے فدائی اس خدمت کے تمنائی رہتے یا تو اسے سوار کرا لیتے تھے یا واپس لوٹا دیتے تھے۔

جب کوئی مسلمان مقروض مر جاتا تو اس کا قرض قبل از تدفین بیت المال سے ادا فرما دیتے لیکن خود کسی مردے کا مال قبول نہ فرمایا کرتے تھے۔

فرمایا کرتے کسی کی غیبت میرے سامنے نہ کیا کرو میں نہیں چاہتا کہ کسی کی طرف سے میرے مصفی قلب میں فرق آئے۔

بارہا ساری ساری رات امت کے حق میں دعا کرتے ہوئے گزر جاتی تھی۔

چھوٹے بچوں سے پیار کیا کرتے تھے انہیں خود سلام کیا کرتے ان کے سر پر دست شفقت رکھتے۔ گلی میں کھیلتے ہوئے بچوں کو اپنی سواری پر آگے سوار کر لیتے۔ غلاموں کے ساتھ سفید زمین پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں شامل ہو جاتے۔

ایک شخص آپ ﷺ کے پاس گھسیٹ کر لایا گیا اور اس کے بارے میں کہا کہ یہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ نبی ﷺ نے اسے نرمی سے فرمایا ' ڈرو نہیں ' خوف نہ کھاؤ۔ اگر یہ تیرا ارادہ ہے تو ہرگز اس پر قادر نہیں ہو سکتا اور اسے جانے کی اجازت دے دی۔

ابو سفیان جب گرفتار کر کے لائے گئے (انہوں نے مختلف قبیلوں کو جمع کر کے آپ ﷺ پر چڑھائی کی تھی اور انہوں نے آپ ﷺ کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کو شہید کر کے ان کا مثلہ کیا تھا) تو آپ ﷺ نے انہیں معاف فرما دیا اور نہایت نرمی سے کلام کیا اور فرمایا "افسوس! کیا ابھی تم پر وہ وقت نہیں آیا کہ تم کہو لا الہ الا اللّٰہ وہ کہنے لگے "میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں! آپ ﷺ کتنے رحیم و کریم ہیں۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال تک

خدمت کی۔ ان دس سالوں میں اگر آپ ﷺ نے مجھے کوئی کام کرنے کے لیے فرمایا اور میں نے نہ کیا تو نہیں فرمایا کیوں نہیں کیا۔ اگر کسی کام سے مجھے منع کیا اور میں نے وہ کام کر لیا تو نہیں فرمایا کیوں کیا۔ فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ ﷺ نے مجھے کسی کام کے لیے ارشاد فرمایا اور میں نے توجہ نہ دی - پھر آپ ﷺ میرے پاس آئے اور کام کرنے کے لیے کہا۔ میں باہر جا کر کھیلنے لگا۔ کچھ دیر بعد آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا انس بیٹے وہ کام نہیں کرو گے۔ میں بچہ تھا۔ بے پرواہی سے کہا اچھا کر آتا ہوں۔ حضور ﷺ نے مجھے پیار کیا اور فرمایا - بیٹے کام کر آؤ۔

ان سب امور کا ظہور از راہ شفقت و رافت ہی ہوا کرتا تھا اور اس بلند ترین رحمت و رافت کا ظہور حضور پرنور کے خصائص میں سے تھا۔

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلهم



اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ'

(۱۱) سیدنا **حق** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۱۰۸ = ۹)

(۱۲) سیدنا **مبین** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۱۰۲ = ۳)

حق اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نام پاک کی صفت سے حضور ﷺ کو متصف فرمایا ہے۔ حق باطل کا مقابل ہے۔ باطل کے معنی معدوم ہیں اور حق کے معنی ثابت ' موجود ' دائم۔ رب تعالیٰ ایسا موجود ہے کہ وجود کو فنا نہیں اور تمام موجودات اس کے کرم سے موجود ہیں۔ جیسے دھوپ اور سائے آفتاب کے فیض سے موجود ہیں۔

بعینہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو یہ صفت عطا فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کا نبی اور رسول ہونا سورج کی روشنی کی طرح عیاں ہے۔ آپ ﷺ کی رسالت و نبوت ختم ہونے والی نہیں۔ قیامت تک اور قیامت کے بعد دنیا و آخرت میں آپ ﷺ کی نبوت کا فیضان ہے۔ حضرت علامہ بوصیری فرماتے ہیں۔

فاق النبیین فی خلق و فی خلق
ولم ید انوہ فی علم ولاکرم

نبیوں پر پیدائش اور اخلاق میں سبقت لے گئے۔ دوسرے نبی ان کے علم کو پہنچ سکے نہ کرم کو۔

و کلھم من رسول اللّٰہ ملتمس
غرفامین البحر او رشفا من الدیم

تمام انبیا آپ ﷺ کے فیضان سے یوں التماس کرتے ہیں جس طرح دریا سے یا مینہ سے ایک چلو یا ایک گھونٹ پانی مانگا جاتا ہے۔

فان فضل رسول اللّٰہ لیس لہ'
حد فیعرب عنہ ناطق بفمم

کیونکہ رسول اللہ کے فضل و کرم کی کوئی حد نہیں جو کہنے والا اپنے منہ سے ادا کرے۔

فانه شمس فضل هم کو اکبها
یظهرن انوارها للناس فی الظلم (بردہ شریف)

کیونکہ آپ ﷺ فضل کے آفتاب ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام ستارے ہیں کہ جہالت کی تاریکی میں آفتاب کا نور لوگوں کو دکھا رہے ہیں۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے وقل **جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقا** ○ (۸۰ : ۱۷) (اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا)۔ حضور نبی کریم ﷺ حق ہیں۔ حق کے سامنے باطل نہیں ٹھہر سکتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم حق **المبین** جب فتح مکہ کے بعد کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔ حضور ﷺ اس لکڑی سے جس بت کی طرف آیت مذکورہ پڑھتے ہوئے اشارہ کرتے وہ گر جاتا۔ حالانکہ بت لوہے سے مضبوط کئے ہوئے تھے۔ حق کے آنے سے باطل پاش پاش ہو گیا۔

و بعد ماعا ینوا فی الافق من شهب
مفقضة و فق فی الارض من صنم (بردہ شریف)

آپ ﷺ کی آمد کے بعد آسمان سے شعلے گرتے نظر آئے اور اس طرح زمین میں بت اوندھے ہو کر گر پڑے ۔

بڑھ چلی تیری ضیاء اندھیر عالم سے گھٹا
کھل گیا گیسو تیرا رحمت کا بادل گھر گیا
بندھ گئی تیری ہوا ساوہ میں خاک اڑنے لگی
بڑھ چلی تیری ضیا آتش پہ پانی پھر گیا
تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا
(حدائق بخشش)

یا یها الناس قد جاء کم الحق من ربکم

اس آیت کریمہ میں تمام لوگوں کو مخاطب کیا جا رہا ہے کہ اے لوگو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے حق آگیا۔

لہٰذا اصول یہی ہے کہ تمام ختم ہونے والی چیزوں کو چھوڑ کر قیامت تک رہنے والی چیز (قانون شریعت اطاعت رسول) سے وابستگی پیدا کی جائے۔ اس حق کے سامنے تمام باطل والے سرنگوں ہو گئے۔ اس شہنشاہ حق کے سامنے تمام بادشاہوں کی بادشاہیاں ختم ہو گئیں۔

لیکن ایسے بد طینت' کم عقل لوگ بھی تھے جنہوں نے حق کو جھٹلا دیا۔

فقد كذبوا بالحق لما جاء هم

بلاشبہ کفار نے حق کو جھٹلا دیا۔ جب حق تشریف لایا۔

ذلک بان الذين كفروا اتبعوا الباطل و ان الذين امنوا اتبعوا الحق من ربهم (۴۷ : ۳)

(یہ اس لیے کہ کافر باطل کے پیرو ہوئے اور ایمان والوں نے حق کی پیروی کی جو ان سب کی طرف سے ہے۔)

(۱۲) مبین اللہ تعالیٰ نے اپنے صفاتی نام مبین سے بھی اپنے محبوب کو متصف فرمایا۔ ارشاد ہوا

انی لهم الذكرى و قد جاء هم رسول مبين ○ (۴۴ :)

(کہاں سے ہو انہیں نصیحت ماننا حالانکہ ان کے پاس صاف صاف بیان فرمانے والا رسول ﷺ تشریف لا چکا۔) یعنی یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہیں کرتے۔ ان کے بعد کون سا رسول آئے گا جس کی بات مان کر نصیحت حاصل کریں گے۔ ہر چیز صاف صاف بیان فرماتے ہیں۔ یہ لوگ انہیں دیوانہ کہہ کر منہ پھیر رہے ہیں اور فرمایا۔

و انزلنا اليک الذكر لتبين للناس مانزل اليهم و لعلهم يتفكرون ○ (۱۶ : ۴۴)

(اے محبوب ہم نے یہ (قرآن مجید) کتاب تمہاری طرف (بطور) یادگار

اتاری تاکہ تم لوگوں سے کھول کر بیان کر دو۔ وہ جو ان کی طرف اترا (قرآن مجید) اور کہیں وہ دھیان کریں) اس آیت میں حضور ﷺ کو کھول کھول کر صاف صاف قرآن مجید بیان فرمانے والا فرمایا گیا۔ اسی سورۃ النحل کی ۶۴ ویں آیت میں پھر تکرار فرمایا **و ما انزلنا علیک الکتب الالتبین لھم الذی اختلفوا فیہ و ھدی و رحمۃ للقوم یومنون** (۱۴ : ۶۴)

(اور ہم نے تم پر یہ کتاب نہ اتاری مگر اس لیے کہ تم لوگوں پر روشن کر دو جس بات میں اختلاف کریں اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے ہے۔)

یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں جو اختلاف رکھتے ہیں۔ ہم نے اپنے محبوب کو ان کا اختلاف ختم کرنے کے لیے مبین بنا کر بھیجا ہے۔

بلکہ فقیر کہتا ہے زمین آسمان وغیرہ ہی کو اپنے محبوب ﷺ کی وجہ سے پیدا کیا اور انہیں ظاہر کیا۔ ارشاد ہے۔

وما خلقنا السموت و الارض و ما بینھما

(اور جو کچھ ہم نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان پیدا کیا) اہل اشارات اس کی تفسیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان فرماتے ہیں۔

اول ما خلق اللہ روح محمد ثم خلق منہ العرش و الکرسی و السماء و الارض و جمیع المو جودات

(اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے روح محمد ﷺ کو پیدا کیا پھر اس سے عرش کرسی آسمان زمین اور تمام موجودات پیدا کئے یعنی ظاہر کئے۔

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے نقش روح محمد بنایا گیا
پھر اس نقش سے لے کے کچھ روشنی بزم کون و مکاں کو سجایا گیا

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ

(۴) سیدنا نور صلی اللہ علیہ وسلم (۲۵۶ = ۱۳)

اللّٰہ نور السمٰوت و الارض(۳۵:۲۴)

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا

اس نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے اور وہ چراغ ایک فانوس میں ہے اور وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے۔ برکت والے پیڑ (درخت) زیتون سے جو نہ پورب کا ہے اور نہ پچھم کا۔ قریب ہے اس کا تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے اور پر نور ہے اللہ اپنے نور کی ہدایت دیتا ہے جیسے چاہتا ہے) (ترجمہ قرآن از کنزالایمان)

نور ---------- اللہ تعالیٰ کے ناموں سے ایک نام ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نور کے معنی زمین و آسمان کا ہادی ہے تو اہل سمٰوت و الارض اس کے نور سے ہدایت پاتے ہیں اور اس کی ہدایت سے گمراہی کی حیرت سے نجات حاصل کرتے ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کو روشن فرمانے والا ہے۔ آسمان کو ملائکہ اور زمین کو انبیاء و اولیاء سے منور کیا۔ (خزائن العرفان)

شیخ محقق فرماتے ہیں نور کے معنی نور والا' نور کو پیدا کرنے والا۔ آسمان اور زمین کو اپنے انوار سے منور کرنے والا' عارفوں کے دلوں کو ہدایت و اسرار سے منور فرمانے والا۔

مولانا نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں کہ اللہ کے نور سے قلب مومن کی وہ نورانیت مراد ہے جس سے وہ ہدایت پا کر راہ یاب ہوتا ہے۔ یہ جو نور کی تمثیل بیان فرمائی اس سے مراد سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت ابن عباس نے کعب احبار سے اس آیت کے معنی دریافت کیے۔ انہوں نے کہا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت بیان فرمائی ہے۔ روشندان (طاق) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدر ہے اور فانوس قلب منور اور چراغ نبوت کہ شجر نبوت سے

روشن ہے اور اس نور محمدی کی روشنی و اضائت اس مرتبہ کمال ظہور پر ہے کہ اگر آپ ﷺ اپنے نبی ہونے کا اعلان بھی نہ فرماتے جب بھی خلق پر ظاہر ہو جاتے کہ آپ نبی ہیں۔ (خزائن العرفان)

اللہ تعالیٰ نے بین طور پر اپنے محبوب کو نور کی صفت سے متصف فرمایا اور نور فرمانے سے پہلے صفت **مبین** کا اظہار فرمایا تاکہ اہل ہدایت پر ظاہر ہو جائے کہ حضور ﷺ اپنی نورانیت کا اظہار کھول کھول کر فرماتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہوتا ہے۔

یاهل الکتب قدجاء کم رسولنا مبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتب یعفوا عن کثیر ٥ قد جاء کم من اللّٰه نور و کتب مبین ○ یهدی به اللّٰه من اتبع رضونه سبل السلم و یخر جهم من الظلمت الی النور باذنه و یهد یهم الی صراط مستقیم ○ (۵ : ۱۵ ۔ ۱۶)

(اے اہل کتب ! بے شک آ گیا ہے تمہارے پاس ہمارا **رسول مبین** جو (کھول کھول کر بیان کرنے والا رسول ہے) تمہاری بہت سی ایسی چیزیں جنہیں تم چھپایا کرتے تھے کتاب (توراۃ) سے اور **عفو** ہے۔ (یعنی درگزر فرماتا ہے) (تمہاری) بہت سی باتوں سے۔ بے شک تشریف فرما ہوا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک **نور** اور ایک کتاب ظاہر کرنے والی۔

اللہ تعالیٰ انہیں سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے اس (نور مصطفیٰ اور قرآن مجید) کے ذریعہ سے جو پیروی کرتے ہیں اس کی رضا اور خوشنودی کی۔ (اللہ تعالیٰ) تاریکیوں سے اجالے کی طرف اپنی توفیق سے نکالتا ہے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے)

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تین صفات بیان فرمائی ہیں۔

(الف) **مبین** **یبین لکم** حضور ﷺ کی نبوت اور علم کامل کی دلیل ہے جو

باوجود امی ہونے کے توراۃ و انجیل کے ایسے مسائل اور احکام ظاہر فرماتے ہیں جنہیں علماء یہود و نصاریٰ ہمیشہ سے چھپائے ہوئے تھے۔

(ب) عفو و یعفوا عن کثیر سے لوگوں کو بتا دیا کہ میرا رسول ﷺ عفو (درگزر کرنے والا) بھی ہے۔ تمہاری ساری باتیں کھول کر بیان نہیں کرتا بلکہ صرف انہیں امور کا بیان کرتا ہے جن کے اظہار میں کوئی دینی فائدہ یا مصلحت عامہ ہو' وہ تمہاری دوسری خباثتیں جن کے اظہار سے ماسوائے تمہارے ذلیل ہونے کے اور کوئی بات نہیں ان سے اغماض فرماتا ہے۔

(ج) نور قدجاء کم من اللّٰہ نور سے صاف صاف معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ذات والا صفات کو نور فرمایا ہے۔ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کر دیا اور باطل کو اوجھل کر دیا۔ اس نور مصطفیٰ نے اسلام کے دلائل روشن فرمائے اور شرک و کفر کو نیست و نابود کر دیا۔ حضور ﷺ نور ہیں مگر اس کے لیے جو نور سے اپنے دل کی آنکھیں منور کرنا چاہے۔ ایک شخص سورج اور چاند کی روشنی سے استفادہ ہی کرنا نہیں چاہتا۔ تاریک کوٹھری میں گھسا رہتا ہے باہر بھی آتا ہے تو منہ چھپائے رکھتا ہے اور یہ کہتا پھرتا ہے کہ سورج اور چاند روشن نہیں تو لوگ اس کی طرف اسے احمق خیال کرتے ہوئے التفات نہیں کرتے اسے پاگل کہہ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔

بعینہٖ جو لوگ مسلمان کہلاتے ہوئے حضور ﷺ کی نورانیت کے قائل نہیں اور جا بجا تقریروں میں منبروں پر حضور ﷺ کے نور ہونے کا انکار کرتے ہیں وہ انہی لوگوں کی مانند ہیں جو روشن سورج اور چاند کی روشنی کے منکر ہیں جن کو عام لوگ پاگل سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ مسلمان جن کے قلوب اور ارواح نور مصطفیٰ سے روشن ہیں جن کی آنکھوں میں نور مصطفیٰ ہے اور اس نور مصطفیٰ کی نورانیت سے زمین و آسمان ' عرش و کرسی عیاں ہیں۔ وہ ایسے لوگوں سے بے نیاز ہیں۔ ایک اندھا چاند سورج کا انکار کرتا ہے تو اسے کوئی مورد الزام نہیں گردانتا کیونکہ اس کی آنکھیں ہی نہیں ہیں۔ جو دل کا

اندھا نور مصطفیٰ کا انکار کرتا ہے اس سے بے نیاز ہو جانا چاہے جبکہ ایسے اندھے اپنی کتابوں میں بھی لکھ چکے کہ ہر چیز نور محمدی ﷺ سے وجود میں آئی۔ ان کا قلم اقرار کرتا ہے لیکن چونکہ آنکھوں میں نور محمدی ﷺ کی جھلک نہیں پڑی تو بے چارے اس روشنی کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اگلی آیت میں صاف فرماتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ انہیں سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو اس کی رضا چاہنے کے لیے اتباع کرتے ہیں اور ایسے ہی لوگوں کو وہ ظلمت کی کوٹھڑیوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے یعنی دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ فرماتا ہے اور انہی (نور مصطفیٰ) کے توسل سے انہیں سیدھی راہ نصیب ہوتی ہے۔"

نور محمدی حضرت جابر ابن ابو سعید انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے والدین آپ پر قربان ہوں! یہ فرمایئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کونسی چیز کو پیدا کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اے جابر تمام مخلوقات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کا نور خاص اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر اس نور سے ایک لاکھ سال کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام ظاہر ہوئے۔ وہ نور ارادہ الٰہی کے مطابق گردش کرتا رہا اس وقت لوح و قلم، بہشت و دوزخ، زمین و آسمان، چاند و سورج، جن و انس اور ملائکہ غرضیکہ کوئی چیز صفحہ ہستی پر نہ تھی۔ جب اس نور نے تمام عظمت کے مراتب طے کر لیے تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں سجدہ بجا لایا اور عرصہ دراز تک سجدہ میں پڑا رہا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار ٹکڑے کیے۔

ایک ٹکڑے سے قلم

دوسرے ٹکڑے سے لوح

تیسرے ٹکڑے سے عرش عظیم بنایا

اور چوتھے ٹکڑے کے پھر چار ٹکڑے کیے۔

ایک سے حاملان عرش

دوسرے سے کرسی

تیسرے تمام ملائکہ پیدا کیے

اور چوتھے حصہ کو پھر چار حصوں میں تقسیم فرمایا

ایک سے سات آسمان

دوسرے سے زمین

تیسرے سے بہشت و دوزخ بنایا

اور چوتھے جزو کے پھر چار حصے کئے

ایک سے اہل ایمان کی آنکھوں کا نور تھا[1]

دوسرے سے ان کے دلوں کا نور

تیسرے سے ان کی زبان کا نور

زبان کا نور **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** ہے۔

چوتھے حصے کے پھر چار حصے کیے

پہلے حصے سے حضور ﷺ کا وجود ظاہری بنایا

دوسرے حصے سے اہل ایمان کی آنکھوں کی آب و تلب یعنی شرم و حیاء

تیسرے حصے سے اہل ایمان کے دماغوں کی رونق یعنی عقل و فہم

چوتھے سے اہل ایمان کے دلوں کی زینت (یعنی معرفت الہٰی) قرار دیا اور عرش کا فروغ بھی یہی نور محمدی ہے۔ (الحدیث)

---

[1] اہل ایمان کی آنکھیں نور مصطفیٰ ﷺ کو دیکھتی ہیں۔ ان کے دل نور مصطفیٰ ﷺ سے منور ہیں۔ ان کی زبان حضور ﷺ کے نور کا اقرار کرتی ہے۔ دوسرے لوگوں کی آنکھیں نور مصطفیٰ ﷺ سے خالی ہیں۔ دل میں چونکہ نور مصطفیٰ ﷺ نہیں۔ لہٰذا نہ وہ حضور ﷺ کو دیکھیں نہ ان کی زبانیں اقرار کریں ان کے ہاں مصطفیٰ ﷺ کی ہر شان کا انکار ہی انکار ہے۔ حق حق حق

بعض علماء کرام کا قول ہے کہ نور محمدی ﷺ کی آخری تقسیم کا چوتھا حصہ عرش کے اوپر جلوہ افروز رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت میں اس نور پاک کو امانت رکھا پس عرش و کرسی ' بہشت برین کا جلوہ آپ ہی کے نور سے ہے۔ آسمان و زمین کی روشنی آپ ﷺ ہی کے نور سے ہے۔ چاند اور سورج کی ضیاء آپ ﷺ کی نور سے ہے۔ شجر و حجر ' صدف 'گہر ' یاقوت و در ' سیم و زر میں آپ ﷺ ہی کا نور جلوہ گر ہے۔

حضور ﷺ کی ذات انور **نور علی نور** ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت میں نور محمدی ﷺ کو ودیعت رکھا۔ حضرت آدم علیہ السلام اپنے اندر ایسی آواز سنتے تھے جیسے کہ پرندے کے اڑنے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ جناب باری سے عرض کیا تو ارشاد ہوا۔ اے آدم یہ اس نبی الانبیاء ختم الرسلین کی تسبیح ہے جسے میں تیری پشت سے ظاہر کروں گا۔ پھر آدم علیہ السلام نے اوپر نگاہ کی تو عرش پر اللہ کے نام کے ساتھ آپ ﷺ کا نام نامی دیکھا۔ عرض کیا "اے پروردگار عالم ! یہ کس کا نام ہے جس نے تیرے نام کے ساتھ جگہ پائی " ارشاد ہوا "اے آدم یہ تمام پیغمبروں کا بادشاہ ہے اور تیرے فرزندوں میں سب سے افضل و اعلیٰ ہو گا۔ اگر اس کی پیدائش منظور نہ ہوتی تو میں تجھ کو پیدا نہ کرتا بلکہ اپنی شان ربوبیت کا ہی نہ اظہار کرتا۔

(علم الیقین ترجمہ تذکرۃ الواعظین مطبع مجیدی کانپور ۱۳۴۳ھ)

(نوٹ) اس حدیث کا ابتدائی تھوڑا سا حصہ تھانوی صاحب نے اپنی کتاب نشرالطیب میں یہاں تک لکھا ہے کہ تیسرے سے عرش (آگے لکھا ہے آگے طویل حدیث ہے) نوٹ یہ نسخہ دیوبند سے طبع ہوا)

اسی نور کی تعظیم کے لیے فرشتوں نے سجدہ کیا۔ عارف رومی نے فرمایا ۔

گر نبودے ذات حق اندر وجود
آب و گل را کے کنز ملکاں سجود

(نوٹ) حدیث کے ایک جزو میں فرمایا کہ اسی نور سے اہل ایمان کو معرفت الٰہی سے نوازا، آنکھوں میں شرم و حیاء پیدا کی۔ دماغوں میں عقل و فراست رکھی۔ اب جن لوگوں کے دل معرفت الٰہی سے خالی ہیں، جن کے دماغوں میں عقل و فراست کا فقدان ہے جن کی آنکھوں میں شرم و حیاء نہیں کہ ہم کس کے بارے کیا کیا کہتے ہیں۔ اگر وہ نور مصطفیٰ ﷺ کا انکار کریں تو ان پر شکوہ ہی کیا ہے۔

شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بشر اور نور کا جھگڑا

یہود و نصاریٰ اور منافقین کی شروع سے چال رہی کہ عامتہ المسلمین کے سامنے پیغمبر اسلام کا مقام گھٹا کر بیان کرتے رہے ہیں۔ ہند و پاک میں جب سے انگریز داخل ہوا، انہوں نے مسلمانوں کے عقائد کو غلط ملط کرنے کی بہت کوشش کی اور وہ اس میں کامیاب بھی کافی حد تک ہوا۔ اول تو انگریز نے مسلمان علماء و مشائخ کا قلع قمع کیا۔ معیشت کو تباہ کیا۔ مسلمانوں کو روٹی کے ٹکڑے ٹکڑے کا محتاج کیا۔ ان پر بے جا پابندیاں لگائیں۔ سب سے بڑا حملہ جو اس نے کیا وہ یہ تھا کہ دنیا پرست مسلمان علماء کو ہتھے چڑھا کر سیم و زر کا لالچ دیکر مسلمانوں کا مذہبی عقیدہ بگاڑنے کے لیے تیار کیا۔ ان کے مدارس اور تعلیمی اداروں کو حکومت کی طرف سے ایڈ دی جانے لگی۔ ان ہی ملاؤں کو علامہ شیخ کا خطاب دیکر عوام میں مشہور کیا۔ خود انگریز سامنے نہ آیا چلمن کے پیچھے یہ سارا کام چلاتا رہا۔ یہاں تک کہ عوام کے عقیدوں کو بدل دیا۔ علماء حق سے متنفر کر دیا۔ آئے دن مناظروں کے چکر میں ڈالے رکھا۔ انہی کا فیضان بشر اور نور کا جھگڑا ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ قطعاً پیچیدہ نہیں ہے۔ قرآن مجید نے حضور ﷺ کو نور کے خطاب سے مخاطب کیا اور بشر کے لقب سے بھی ملقب فرمایا۔

ذرا سا غور فرمائیں تو یہ مسئلہ روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے۔ پیچھے آپ پڑھ چکے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نور فرمایا۔

اب ذرا بشر کی آیات پر بھی غور فرما لیں۔ فرمایا

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد (۶ : ۴۱ ۔ ۱۰ : ۱۸)

تم فرماؤ آدمی میں تو میں تم ہی جیسا ہوں مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

اس آیت میں حضور ﷺ کو بشر فرمایا گیا۔ اب قرآن کا انکار کفر ہے تو یہ عقیدہ رکھنا ہو گا کہ حضور ﷺ بشر ہیں اور اہلسنّت و جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ نبی کو بشر نہ ماننا کفر ہے لیکن انبیاء علیہم السلام خصوصاً" سرکار ابد قرار ﷺ کی شان بشریت کیا ہے۔

ایک عام بشر ہیں۔ ان میں مشرک' کافر اور منافق بھی ہیں۔ ان سب میں ایک ایسا مسلمان جو کلمہ گو تو ہے لیکن بے عمل ہے وہ ان سے افضل ہے۔ پھر اس کلمہ گو بے عمل بشر سے کلمہ گو مسلمان جو کبھی نماز روزہ کر لیتا ہے کبھی چھوڑ دیتا ہے یہ اس پہلے مسلمان سے افضل ہے۔ ایک وہ مسلمان جو کلمہ گو اور باعمل ہے ان دونوں سے افضل ہے۔ ایک مسلمان بڑا متقی پرہیزگار ہے وہ ان تینوں سے افضل ہے۔ ایک عالم باعمل ہے وہ چاروں سے افضل ہے۔ پھر ولی کا مقام ان میں کئی درجے ہیں۔ ایک سے ایک اعلیٰ۔(پھر ان سب سے افضل ادنیٰ صحابی ہے۔

ادنیٰ صحابی کی تعریف یہ ہے کہ اس نے ایمان کی آنکھ سے حضور ﷺ کو ایک مرتبہ دیکھا اور کلمہ پڑھ لیا اس کے بعد حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف نہ ہوا۔ غوث اعظم فرماتے ہیں ایسا ادنیٰ صحابی گھوڑے پر سوار جا رہا ہو' گھوڑے کے پاؤں لگنے سے جو مٹی اڑتی ہے تین سو ساٹھ اعلیٰ درجہ کے ولی مل کر اس گرد کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پھر وہ صحابی جو حضور ﷺ کے ساتھ سفر و حضر میں

موجود رہے' بلند ہیں ادنی صحابیوں سے (ان صحابہ سے وہ بہت افضل ہیں جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے اور حضور ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا(سورۃ الحدید القرآن)- افضل وہ صحابہ ہیں جو حدیبیہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے- ان میں سے افضل سابقون الاولون ہیں- ان سے افضل بدری صحابی 'ان سے افضل عشرہ مبشرہ' ان میں افضل چار صحابہ ابوبکر ' عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم ہیں- ان میں صحابہ ثلاثہ ' صحابہ ثلاثہ سے شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما' ان میں افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ' ابوبکر صدیق سے افضل انبیاء علیہم السلام' انبیاء سے تین سو تیرہ رسول ان میں چار رسول افضل ہیں- سیدنا ابراہیم علیہ السلام ' سیدنا موسیٰ علیہ السلام ' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام' سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ اور یہ سب بشر ہیں جن کا ذکر ہوا- چار رسولوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام (بعض کے نزدیک سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سید المرسلین ﷺ ہیں اور ان دونوں میں سید المرسلین ﷺ - سبحان اللہ بشریت میں کیا مقام ہے- گویا بشریت میں اور نبوت و رسالت میں سب سے اعلیٰ ہیں-

خلق سے اولیاء اور اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

لیکن حضور ﷺ کو یا کسی اور نبی کو فقط بشر کہنا کفر ہے- قرآن مجید میں کافروں کا قول جگہ جگہ ذکر کیا گیا-

ما انت الا بشر مثلنا

تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو- سورۃ الشعراء دوسری تیسری آیت میں ارشاد ہوا کہ کفار مکہ حضور کے متعلق بکتے تھے "جب ان کے رب کے پاس سے انہیں کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے نہیں سنتے مگر کھیلتے ہوئے ○ ان کے دل کھیل میں پڑے ہوئے ہیں اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشاورت کی **ھل ھذا الا بشر مثلکم** (کہ یہ کون ہیں ایک تم ہی جیسے آدمی تو ہیں) کیا جادو کے پاس جاتے ہو دیکھ بھال کر" نبی ﷺ نے فرمایا میرا رب جانتا ہے آسمانوں اور زمینوں

میں ہر بات کو کہ وہی ہے سنتا جانتا" (۴، ۳، ۲، ۲تا۳)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے بشر ہی کہتے ہو میری بشریت کو میرا رب خوب جانتا ہے کہ زمین و آسمان میں سب سے افضل ہوں۔ تمہارے جیسا بشر نہیں۔ پوری کائنات تو میرے نور سے وجود میں آئی ہے اور مجھے اپنے ایسا بشر کہتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر کفر کا فتویٰ فرما دیا جو انبیاء علیہم السلام کو اپنے ایسا بشر کہتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

"اے محبوب کیا تمہیں ان کی خبر نہ آئی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا اور اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○ یہ اس لیے کہ ان کے پاس رسول روشن دلیلیں لاتے۔

فقالوا ابشر لیھد و ننا فکفروا

(تو وہ بولے کیاآدمی ہمیں راہ بتائیں گے تو کافر ہوئے) اور پھر گئے اور اللہ تعالیٰ نے بے نیازی کو کام فرمایا اور اللہ بے نیاز ہے۔ خوبیوں سراہا" (٦ - ٥ :٦٤)

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہنے والے نرے کافر ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے بے نیاز ہے' اسے ان کی قطعاً" پرواہ نہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ **نور ہیں اور بشر بھی لیکن ان کی بشریت سب سے اعلیٰ ہے۔**

لو! اہل عقل کے لیے جھگڑا ختم ہوا

قرآن مجید کے دلائل سے ثابت ہو گیا کہ نبی ﷺ نور علیٰ نور ایسے بشر ہیں کہ ہر شے کا ان ہی سے ظہور ہوا ہر ایک مخلوق ان کے نور سے عیاں ہوئی اب ان لوگوں کا عقلی جواب ملاحظہ ہو جو نور سے انکاری ہیں اور بشر بشر کی رٹ لگا کر اپنے آقاؤں سے سیم و زر وصول کرتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں حضور ---- نور ---- ہیں ---- وہ انگریز کے وظیفہ

خوار' سعودیہ کے غلام کہتے ہیں حضور ﷺ نور نہیں۔ نقل کفر کفر نہ باشد یاد رکھئے نور کی ضد ظلمت ہے۔ نور کے معنی روشنی اور ظلمت کے معنی اندھیرا۔ نعوذ باللہ کیا حضور نور ہیں یا ———— تسلیم کرنا ہو گا کہ حضور نور ہیں۔ نور کی ضد بشر قطعاً نہیں ہے۔

بشر کی ضد جن اور فرشتہ ہے۔ لہٰذا حضور جن ہیں نہ فرشتہ بلکہ بشر ہیں معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ از روئے قرآن مجید نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں۔ دونوں صفات میں سے جو کوئی ایک کا انکار کرے وہ مرتکب کفر ہو گا۔

حیرت کا مقام ہے کہ یہ لوگ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کہتے ہیں ۔(یعنی دو نوروں والا' کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں سرکار دو عالم ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں) گویا حضور ﷺ کی بیٹیوں کو نور تسلیم کرتے ہیں اور حضور ﷺ کے نور ہونے کے منکر ہیں۔

اس سے زیادہ شرمناک بات یہ ہے کہ اپنا نام انور رکھتے ہیں اور انور کے نام سے پکارتے ہیں اور پکارے جاتے ہیں جیسے انور شاہ کاشمیری۔ عبید اللہ انور ' انور اسم تفضیل ہے۔ بروزن افعل (زیادہ نور والا) لیکن حضور ﷺ کو نور ہی نہیں مانتے۔ خود انور کہلاتے نہیں شرماتے۔ حضور ﷺ کو نور کہنے سے غش آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب لبیب ﷺ کے صدقے ہی ان کو ہدایت دے۔ اگر ان کے حصہ میں ہدایت نہیں تو ہمیں ان کے عقائد کی آلودگی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ ہمارا تو عقیدہ ہے ۔ یا رسول اللہ

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا
جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا
انبیاء اجزاء ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا

اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ ‘

(۱۴) سیدنا شہید ﷺ (۳۱۹ = ۱۴)

شہید اللہ تعالیٰ کا نام ہے جس کا مادہ شہادت یا شہود ہے۔ رب تعالیٰ اپنے بندے کے ہر عمل سے واقف ہے جانتا ہے اور دیکھتا ہے۔ ہر جگہ حاضر ہے۔ مومنوں کے ایمان میں حاضر عارفوں کی جان میں حاضر۔

رب تعالیٰ شہید ہے۔ رب تعالیٰ کی ذات جسمانی اور مکانی سے پاک ہے‘ اس کا علم‘ قدرت اور رحمت ہر جگہ موجود ہے۔ ذات ہر جگہ موجود نہیں کیونکہ وہ مکان سے پاک ہے۔ شہید صفت مشبہ بہ فعل ہے اس میں دائمی معنی پائے جاتے ہیں یعنی وہ ازل سے حاضر ہے اور ابد تک حاضر ہے۔

اللہ رب العزت کی یہ ذاتی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ صفت اپنے حبیب لبیب ﷺ کو عطا فرمائی۔ حضور ﷺ کی شہید عطائی صفت ہے۔

(مدارج النبوۃ) (مظہر نامہ)

اللہ تعالیٰ کی صفت

و اللّٰہ علی کل شیئ شہید ○ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر مطلع ہے۔

قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام رب تعالیٰ کی شان بیان کرتے ہوئے عرض کریں گے

و انت علی کل شیئ شہید ○ (۵ : ۱۷)

ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے۔ گواہ کے معنوں میں۔

قل اللّٰہ شہید بینی و بینکم (۶ : ۱۹)

تم فرماؤ اللہ گواہ ہے مجھ میں اور تم میں۔

ثم اللّٰہ شہید علی ما یفعلون ○ (۱۰ : ۴۶) ”پھر اللہ گواہ ہے ان کے کاموں پر۔“ اسی طرح بہت سی آیات کریمات میں اللہ تعالیٰ کا اسم شہید آیا ہے۔

اب ملاحظہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ لبیب کو کس شان سے شہید فرمایا ہے۔

"اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔ ویکون الرسول علیکم شہیدا (اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ) " (۲ : ۱۴۳)

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید و جئنابک علی ھؤلاء شہیدا ○ (۴ : ۴۱)

(تو کیا عجب سماں ہو گا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔)

ان آیات میں امت محمدیہ کو بھی شہید کہا گیا ہے۔ امت محمدیہ دنیا و آخرت میں گواہ ہے۔ دنیا پر اس کی گواہی اسلام کی صداقت پر ہے کیونکہ اسلامی اور محمدی تعلیمات کی وہ زندہ تصویر ہے۔ دنیا میں اس کا ہر قول و فعل اس کی انفرادی اور اجتماعی خوشحالی اس کی سیرت کی پختگی اور اس کے اخلاق کی بلندی گویا ہر چیز اسلام کی شہادت پر گواہی دے رہی ہے۔

اور قیامت کے روز اگلے پیغمبروں کی امتیں اللہ کے حضور عرض کریں گی کہ ہمیں کسی نے تیرا پیغام ہدایت نہیں پہنچایا تو اس وقت امت مصطفیٰ ﷺ گواہی دے گی کہ یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔ تیرے پیغمبروں نے تیرا پیغام حرف بحرف ان لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ امت مصطفیٰ پر وہ لوگ اعتراض کریں گے کہ تم تو اس وقت موجود ہی نہ تھے۔ تم گواہی کیسے دے سکتے ہو تو وہ عرض کریں گے "اے اللہ تیرے حبیب لبیب تشریف لائے ان پر تیری کتاب قرآن مجید نازل ہوئی تیرے کلام نے جو تو نے اپنے حبیب کی طرف اتارا اس میں لکھا پایا کہ تمام پیغمبروں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ اس پر سرکار دو عالم ﷺ اپنی امت کی صداقت و عدالت کی گواہی دیں گے کیونکہ حضور ﷺ اپنے امتیوں کے حالات سے پورے واقف ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر فتح العزیز میں تحریر فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) تمہارا رسول تم پر گواہی دے گا کیونکہ وہ جانتے ہیں اپنی نبوت کے نور سے اپنے دین کے ہر ماننے والے کے رتبہ کو کہ میرے دین میں اس کا کیا درجہ ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کونسا پردہ ہے جس سے اس کی ترقی رکی ہوئی ہے۔ (ضیاء القرآن)

حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر صبح و شام امت پیش کی جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر امتی کے چہرہ اور اعمال کو پہچانتے ہیں۔ اسی علم کامل کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز سب کے گواہ ہوں گے۔ (ضیاء القرآن بحوالہ قرطبی روایت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم



اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ

(۱۵) سیدنا کریم ﷺ (۲۷۰=۹)

کریم کے معنی کثیر الخیر' کثیر الفضل' کثیر العفو (مدارج النبوۃ)

جو مجرم پر قادر ہو کر معاف کردے۔ کریم کی بخشش دوام ہے کسی خاص وقت کے لیے نہیں ہر کافر و مشرک' نیک و بد کے لیے کریم ہے۔ اس کی عطا و بخشش سب کے لیے ہے۔ کریم وہ ہوتا ہے جو وعدہ کر کے اسے پورا کرے (الکریم اذا وعد و فی) امید سے زیادہ عطا کرنے والا' تمام وسیلوں سے بے نیاز غرضیکہ ایک لفظ کریم محامد کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو بھی کریمیت عطا فرمائی۔

فلا اقسم بما تبصرون ○ و مالا تبصرون ○ انہ لقول رسول کریم ○ و ما ھو بقول شاعر قلیلاما تو منون ۔

(تو مجھے قسم ہے ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے بیشک یہ قرآن رسول کریم ﷺ کا ہے اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں کتنا کم یقین رکھتے ہو۔) (۳۹' ۴۰' ۴۱ : ۶۹)

اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی قسم اٹھا کر فرمایا میرا رسول' رسول کریم ہے جو تم پر قرآن مجید پڑھتا ہے۔ شاعر ہے نہ کاہن بلکہ رسول کریم ہے۔

ابن شہاب سے بلا سند مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے غزوہ فرمایا اور غزوہ حنین کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے صفوان بن امیہ کو سو اونٹ غنیمت میں دیئے پھر سو اونٹ پھر سو اونٹ ' ابن شہاب کہتے ہیں کہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے ہم سے کہا کہ صفوان کہتا ہے کہ خدا کی قسم حضور ﷺ نے جو کچھ مجھے عطا فرمایا بہت عطا فرمایا حالانکہ میں حضور ﷺ کو مخلوق میں سب سے برا سمجھتا تھا لیکن حضور ﷺ مجھے برابر عطا فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ اب میرا یہ حال ہے کہ میں مخلوق میں حضور ﷺ کو سب سے افضل اور (کریم) سمجھتا ہوں۔ حضور ﷺ سے بڑھ کر میرا کوئی محبوب نہیں۔

(کتاب الشفاء)

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں در بے بہا دیئے ہیں

کریم وہ ہے جو بن مانگے عطا کرتا ہے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلهم



اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ '

(۴) سیدنا اکرم ﷺ (۲۶۱ = ۹)

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کو صفت اکرم سے بھی متصف فرمایا۔ حضور ﷺ خود فرماتے ہیں۔

انا اکرم اولاد ادم

میں اولاد آدم میں سے اکرم ہوں یعنی سب سے زیادہ عزت والا ہوں۔ اہل علم کہتے ہیں کہ جب کسی کی کرم کے ساتھ تعریف کی جاتی ہے تو اس کی تمام صفات خیر کی تعریف ہو جاتی ہے۔ حضور ﷺ ظاہری باطنی ذاتی اور صفاتی محور پر صفات کرم کے ساتھ متصف ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جود و کرم ' سخاوت و جوانمردی یہ قریب قریب ہم معنی ہیں لیکن بعض حضرات نے ان میں کچھ فرق بھی بیان کیا ہے۔ کرم کے معنی ہیں خوشدلی سے ان کاموں میں خرچ کرنا جن میں نفع اور مراتب ہوں۔ اس کو جرات بھی کہتے ہیں اور خست کی ضد ہے۔ (کنجوسی کی ضد)

ساحت کے معنی ہیں خوشدلی سے اس حق سے باز رہنا جو دوسرے کے پاس اس کا حق ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کسی نے حضور ﷺ سے سوال کیا تو آپ کی زبان سے کبھی " لا " نہیں نکلا۔ (شفا شریف)

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

ہاتھ جس سمت اٹھا بس غنی کر دیا
موج بحر ساحت پر لاکھوں سلام

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا
لکہ' ابر رافت پر لاکھوں سلام

اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ‘

(۱۷) سیدنا عظیم ﷺ (۱۰۲۰ = ۴)

اللہ تعالیٰ جل شانہ‘

العلی العظیم ہے۔ اس نے عظیم کی صفت اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمائی۔ فرمایا۔

ن ○ و القلم و ما یسطرون ○ ما انت بنعمۃ ربک بمجنون ○ ان لک لاجرا غیر ممنون و انک لعلی خلق عظیم ○ (۶۸: ۱ - ۴)

(قلم اور ان کے لکھنے کی قسم۔ تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں اور ضرور تمہارے لیے بے انتہا ثواب ہے تو بے شک تمہاری خو بڑی شان کی ہے)

عظیم اسے کہتے ہیں کہ ہر بڑی سے بڑی چیز جو اس سے کم ہو۔ شیخ محقق مدارج النبوت میں فرماتے ہیں کہ توریت مقدس میں حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے پہلے سفر کے ضمن میں ہے۔

ستلد عظیما لا مہ عظیمہ

(عنقریب اس کی عظمت والی والدہ کے لیے عظیم فرزند پیدا ہو گا)

حضور ﷺ کی ذات اقدس عظیم اور آپ ﷺ کی خو بھی عظیم۔

اور جب کسی کی صفت عظیم ہو تو اس کی ذات بھی عظیم ہوا کرتی ہے۔

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو فرمایا نبی کریم ﷺ کا خلق قرآن ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق اور محاسن اخلاق کی تکمیل و تتیمم کے لیے مبعوث فرمایا۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ '

(۱۸) سیدنا جبار ﷺ (۲۰۶ = ۸)

جبار کے معنی نقصان کو پورا کرنے والا' بدل کرنے والا' ٹوٹنے کو جوڑنا کسی کا حال درست کرنا' شکستہ حالوں کو ٹھیک کرنے والا۔ تسلط رکھنے والا۔ قہر و غضب والا۔ مصلح ' قاہر ' برتر' عظیم الشان اور متکبر

قرآن مجید میں جبار سات مقام پر آیا لیکن اللہ تعالیٰ کی صفت میں نہیں آیا۔ سرکش اور جبر کرنے کے معنوں میں آیا ہے۔ حدیث پاک میں جو ننانوے اسماء الحسنیٰ بتائے گئے ہیں' ان میں اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام جبار ہے جو شکستہ حالوں کو درست کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ اوپر جو معنی دیئے گئے ہیں سبھی اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق ہیں۔ قرآن کریم نے حضور نبی کریم ﷺ کی صفت جبار کی نفی کی ہے۔ (مندرجہ ذیل معنوں میں)

نحن اعلم بما یقولون و ما انت علیھم بجبار

ہم خوب جان رہے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں۔ اور کچھ تم ان پر جبر کرنے والے نہیں۔

فذکر بالقرآن من یخاف وعید ۞ (۴۵ : ۵۰)

تو قرآن سے نصیحت کرو اسے جو میری دھمکی سے ڈرے)

تفسیر:۔ اے محبوب آپ انہیں سالہا سال سے خواب غفلت سے بیدار کر رہے ہیں لیکن ان کی ہٹ دھرمی میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ آپ دکھ اور تکلیف میں مبتلا ہیں۔ ہم ان کی کارستانیوں سے خوب واقف ہیں جو یہ آپ سے تمسخر کرتے ہیں اسے بھی ہم سنتے ہیں۔ آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں آپ کو مجبور نہیں کیا گیا کہ ضرور انہیں اسلام میں داخل کریں۔ بس آپ انہیں قرآن مجید کی آیات پڑھ کر سناتے رہیں جو ہمارے عذاب سے لرزاں ہوں گے وہی قرن مجید کی آیات سن کر آپ کی رسالت و نبوت سے فیض یاب ہوں گے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی صفت جبار ہے وہ صفت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو بھی عطا فرمائی ہے۔ شیخ محقق فرماتے ہیں کہ سیدنا داؤد علیہ السلام کی کتاب زبور کے چالیسویں باب میں حضور ﷺ کو اس نام سے یاد کیا گیا ہے۔ "اے جبار! اپنی تلوار کو تم نے اسے لیے آویزاں کر رکھا ہے کہ آپ کی ناموس اور آپ کی شریعت ہیبت کے ساتھ متصل ہے۔"

لہٰذا جبار ان معانی کے لحاظ سے حضور ﷺ کے حق میں صادق آتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ہدایت و تعلیم سے اپنی امت کی اصلاح فرمائی۔ اپنے قہر و غضب سے اعداء دین کو مغلوب کیا اور آپ ﷺ کا علو مرتبت اور عظیم منزلت تمام افراد بشر کے مقابلہ میں عظیم اور بڑائی کو شامل ہے۔ (مدارج النبوۃ)

جبار کے معانی پر غور کیا جائے تو

۱۔ آپ لوگوں کے دنیوی اور آخروی نقصان کو پورا کرنے والے ہیں۔ قیامت کے دن جس امتی کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو گا اس میں پاؤں رکھیں گے وہ نیچے جھک جائے گا۔

۲۔ آپ ﷺ ٹوٹے دلوں کا سہارا ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس کا کوئی نہ ہو اس کا میں ہوں۔

۳۔ شکستہ حالوں کو درست فرمانے والے آپ ﷺ کے سوا کون ہیں۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ'

(۱۹) سیدنا خبیر ﷺ (۸۳ : ۱)

بل کان اللہ بما تعملون خبیرا ○ (۱۱ : ۴۸)

(بلکہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے) لفظ خبیر قرآن مجید میں ۳۷ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ خبیر کے معنی کسی چیز سے باخبر ہونے اور اس کی حقیقت کو جاننے کے ہیں۔ اس لحاظ سے علیم کے معنوں میں ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ خبیر کے معنی مخبر یعنی خبر دینے والے کے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ ہر دو لحاظ سے خبیر ہیں۔ حق تعالیٰ نے کائنات اور اپنی معرفت کا عظیم علم اور جو کچھ آپ کو مرحمت فرمایا ان تمام علوم سے آپ باخبر اور مطلع ہیں۔ آپ نے اپنی امت کو تمام اخبار کا علم دیا جن کے بتانے اور خبر دینے کی اجازت حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمائی۔ نبی اپنی رضا سے بات نہیں کرتا۔ و ماینطق عن الھوی ○ ان ھو الا وحی یوحی

(۵۳ : ۳ / ۴)

(اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو ان کو کی جاتی ہے۔)

لہٰذا آپ ﷺ خبیر بمعنی مطلع اور خبر دیئے ہوئے اور خبیر بمعنی خبر دینے والے دونوں صفات سے متصف ہیں۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کو خبیر فرمایا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ "وہی کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں پر خبردار ○ جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے وہ بڑی مہر والا (رحمٰن) ہے۔ فسئل بہ خبیرا ○ (۲۵ : ۵۹) (تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھ۔"

جاننے والے کون ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ جن کی شان میں فرمایا

و علمک مالم تکن تعلم (۴ : ۱۱۳)

اور تمہیں سکھایا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

حضور ﷺ کی خبیر صفت ہے کہ حضور ﷺ نے قیامت تک اور قیامت کے بعد کے حالات ہمیں بتا دیئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کی باتیں پوچھا کرتے تھے اور میں شر کی باتیں پوچھا کرتا تھا تا کہ مجھے بری چیزوں کا علم ہو جائے اور میں ان سے بچ سکوں۔ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ! پہلے ہم شر اور جہالت میں مبتلا تھے پھر اللہ تعالیٰ ہمارے پاس خیر لایا یعنی آپ ﷺ تشریف لائے (اور بھلائیاں ہی بھلائیاں ہو گئیں شر سے نجات مل گئی) کیا اس اچھے دور کے بعد بھی کوئی برا دور آئے گا۔" آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں" میں نے عرض کیا "اس برے دور کے بعد بھی اچھا دور آئے گا۔" فرمایا "ہاں لیکن اس میں کدورت ہو گی" میں نے عرض کیا "وہ کدورت کیا ہے" فرمایا "وہ قوم میری سنت کے خلاف طریقہ اختیار کرے گی اور میری عادت کے خلاف عادت ہو گی۔

تم ان میں بعض باتیں اچھی پاؤ گے اور بعض بری (یعنی نماز پڑھیں گے، روزہ رکھیں گے، حج کریں گے لیکن لین دین ٹھیک نہ ہو گا۔ جہالت کی رسوم کو اپنائیں گے، نکاح کے نام پر ناچ گانا کی محفل ہوں گی۔ زنا عام ہو گا، عورتیں مرد ایک ہی جگہ جمع ہوں گے۔ شرم و حیاء ناپید ہو گی۔ اسراف اور تبذیر پر فخر کریں گے۔ غم کے دوران خوشی کا سا سماں پیدا کریں گے۔) میں نے عرض کیا " کیا اس کدورت والی خیر کے بعد بھی شر اور برائی ہو گی" فرمایا "ہاں ! دوزخ کے دروازے پر بلانے والے شر پر ہوں گے جو لوگ ان کی بات مانیں گے ان کو وہ دوزخ میں ڈال دیں گے" میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ ! ہمیں ان کی نشانی تو بتایئے" فرمایا

"ہمارے گروہ سے ہوں گے اور ہماری زبان میں کلام کریں گے"

(یعنی عربی ہوں گے اور عربی ان کی زبان ہو گی۔ آج نجدیوں نے نیا دین بنا رکھا ہے۔ اصل دین کا نشان نہیں۔ اپنی مرضی کا دین ہے جو رسول اللہ کی سنت کی اتباع کرتے ہیں انہیں بدعتی اور مشرک کہتے ہیں۔ نفل و سنت ذکر اذکار

سے فارغ ہو بیٹھے ہیں۔ دوسرے لوگ جب حج و عمرہ پر جاتے ہیں تو اپنی کم علمی کی بنا پر علماء حق اور اہلسنّت کی باتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں جہاں سے اسلام شروع ہوا وہاں تو لوگ سنت نفل نہیں پڑھتے۔ صلوۃ و سلام کے ترانے نہیں پڑھتے۔ تمہارا دین غلط ہے۔ وہ لوگ ان کی دیکھا دیکھی عبادت اور عشق رسول ﷺ سے باغی ہوتے جا رہے ہیں) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "اگر ایسا وقت پاؤں تو میرے بارے میں کیا حکم ہے" ارشاد فرمایا "مسلمانوں کی جماعت (اہلسنّت ہی اصل جماعت ہے) اور ان کے امام کو لازم پکڑنا۔" میں نے عرض کیا "اگر مسلمانوں کی جماعت بھی نہ ہو اور امام بھی نہ ہو تو پھر کیا کروں؟" ارشاد فرمایا "ایسی حالت میں تمام فرقوں سے الگ ہو جانا اگرچہ اس طرح ہو کہ کسی جنگل میں جا کر درخت کی جڑ کو دانتوں سے پکڑ لو یہاں تک کہ تمہیں اسی حالت میں موت آ جائے"

(متفق علیہ) مشکوۃ باب الفتن)

(یعنی علیحدہ ہو جانا' زبان بند رکھنا' اپنے مکان میں بیٹھ کر رب کو یاد کرتا کہ اسی تنہائی میں تمہیں موت آ جائے)

مخبر صادق ﷺ نے ایسی کثیر خبریں دی ہیں۔

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ دَآءٍ وَّ دَوَآءٍ وَّبِعَدَدِ کُلِّ عِلَّۃٍ وَّشِفَآءٍ (۸)

اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ

(۲۰) سیدنا فتاح ﷺ (۵۷۱ = ۲)

اسماء الحسنی میں ۱۹ واں نام ہے اس کے معنوں میں یہ بھی ہیں۔ بندوں کے درمیان حاکم ہونا۔ (۲) رزق اور رحمت کے دروازے کھولنے والا، مخلوق پر تمام کاموں کے راز کھولنے والا۔ مومنین کے قلوب و بصائر کو معرفت حق کے لیے وا کرنے والا۔ ناصرو مددگار۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان تستفتحوا فقد جاء کم الفتح (۸:۱۹) اے کفار مکہ! اگر تم مدد مانگو تو مدد تو تمہارے پاس آ چکی۔

شان نزول: کفار مکہ نے بدر کو جاتے وقت خانہ کعبہ سے لپٹ کر دعا کی تھی کہ اگر ہم سچے ہیں تو ہمیں فتح دے اگر مسلمان سچے ہیں تو انہیں فتح دے۔ لہٰذا مسلمانوں کو فتح ہوئی لہٰذا راز سربستہ کھل کر سامنے آ گیا۔ ابو جہل سردار مکہ کا سر حضور ﷺ کے پاؤں میں پڑا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فاتح فرمایا۔

وکالو من قبل ایستفتحون علی الذین کفروا (۲:۸۹) اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔ سیدالانبیاء کی بعثت سے قبل اور قرآن مجید کے نزول سے پہلے یہود اپنی حاجات کے لیے اور مشرکین پر فتح کے لیے حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اللہ کے حضور ﷺ یوں عرض کرتے۔

اللھم افتح علینا و انصرنا بالنبی الامی اے اللہ ہمیں نبی امی کے صدقہ میں فتح و نصرت عطا فرما۔ (خزائن)

گویا یہود کو پہلی کتابوں کے ذریعہ سے یہ معلوم تھا کہ نبی امی ﷺ فتح عطا کرنے والے اور مدد کرنے والے ہیں اور ان کے صدقہ سے اللہ تعالیٰ فتح و نصرت عطا فرماتا ہے۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا نام فاتح رکھا۔ شب معراج والی حدیث میں ہے جو ابو

عالیہ اور ابوھریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ **وجعلنک فاتحا و خاتما** (اور ہم نے تم کو اے محبوب فاتح اور خاتم بنایا) یعنی آپ ﷺ فاتح ابواب رحمت اور خاتم الانبیاء ہیں۔ حضور ﷺ نے خود اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا۔

رفع لی ذکری و جعلنی فاتحا و خاتما (اور میرے ذکر کو رفعت بخشی اور مجھے فاتح اور خاتم بنایا)

لہٰذا حضور ﷺ فاتح ابواب اور ناصر حق اور دین و ایمان کے نصرت دہندہ ہیں۔

حضور ﷺ کا اپنی امت کے لیے رزق و رحمت کے دروازے کھولنے کا حال ہی میں ایک واقعہ رونما ہوا۔ ایک صاحب کے مکان پر ۲۹ ربیع الاول ۱۴۱۵ کو محفل ذکر اور محفل میلاد کا یکجا پروگرام تھا۔ دوران ذکر میر محفل اٹھے اور ایک صاحب کے دل پر اپنا ہاتھ مارا ان صاحب پر وجد جاری ہوا اور اسی وجدانی کیفیت میں انہیں سرکار دو عالم فاتح ابواب رحمت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ انہیں جو ارشاد ہوا وہ انہی کے متعلق تھا۔ ۱۵/۱۴ ربیع الثانی کی درمیانی شب میر محفل فاتح ابواب رحمت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضور ﷺ اسی مکان میں تشریف فرما ہوئے جس مکان میں صاحب وجد کو اپنی نوازشات سے نوازا تھا۔ آپ ﷺ کے ہمراہ ایک عورت تھی۔ میر محفل سے ارشاد فرمایا۔ "صاحب مکان سے اس مائی کو پانچ ہزار روپیہ دلوا دو۔" اور تشریف لے گئے۔ میر محفل مائی کی صورت نہ دیکھ سکا۔ ۱۶ ربیع الثانی کو صاحب مکان سے خواب بیان ہوا۔ صاحب مکان ایک گہری سوچ میں پڑ گئے۔ اور کہا "ہمارے ہاں ایک مائی صاحبہ کام کرتی ہے۔ پانچ چھ ماہ قبل اس نے مجھ سے دس ہزار روپیہ مانگا تھا۔ میں نے اس سے کہا ایک دوکان کا کرایہ / ۱۰۰۰ روپیہ ملتا ہے تم ماہ بماہ دوکاندار سے لے لیا کرو۔ میں صبح پتہ کرونگا وہ کتنا روپیہ لے چکی ہے۔ پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ / ۵۰۰۰ روپیہ لے چکی ہے۔ مائی صاحبہ کو مزید پانچ ہزار روپیہ دیدیا گیا۔ مائی صاحبہ سے میر محفل کی یوں گفتگو ہوئی۔

میر محفل! جب محفل ذکر ہو رہی تھی اس وقت آپ کہاں تھیں۔

مائی صاحبہ! کمرے کے باہر سیڑھیوں میں بیٹھی تھی۔ سارا ذکر میں نے وہیں سنا۔

میر محفل! جب ایک صاحب پر وجد طاری ہوا تھا اس وقت آپ کہاں تھیں۔

مائی صاحب! جب ساری محفل کھڑی ہو گئی تھی اس وقت میں سیڑھیوں میں بیٹھی تھی۔ سخت فکر مند تھی۔ سرکار دو عالم ﷺ کے صدقے میں دعا مانگ رہی تھی۔

میر محفل! بس اسی وقت آپ کی فریاد سن لی گئی کیونکہ اس وقت سرکار ﷺ اس واجد کے پاس تشریف لائے تھے۔ بس آپ کی دلجوئی اور مطلوبہ چیز عطا کرنے کے لیے سرکار ﷺ خود تشریف لائے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا حضور ﷺ اپنی امت کے ہر شخص کی التجا سنتے ہیں اور عطا کرتے ہیں۔ فتاح ہیں فاتح ابواب رحمت ہیں کسی کو کسی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے فوراً" دستگیری فرماتے ہیں۔

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیرالخلق کلھم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ (۶)

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۲۱) سیدنا شکور ﷺ (۱۴:۵۲۶)

شکور اللہ تعالٰی کی ذاتی صفت ہے اور حضور ﷺ کی عطائی صفت ہے قرآن مجید میں شکور ۱۱ مرتبہ آیا ہے۔

ان فی ذلک لایت لکل صبار شکور

(۴۲:۳۳)(۳۴:۱۹)(۳۱:۳۱)(۱۴:۵)

بیشک اس میں نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے شکر گزار کو۔

حضور ﷺ کو حکم ہوا **واصبر علی مایقولون**

اور صبر کیجئے کافروں کی باتوں پر (۱۰:۷۳)

اگرچہ صبار شکور سے مراد حضور ﷺ پر ایمان لانے والے امتی ہیں لیکن ان کو صبر و شکر کی نعمت حضور ﷺ ہی کے صدقے میں عطا ہوئی ہے اس لیے صبار اور شکور حضور ﷺ کا اسم ہے۔

الشکور کا مادہ شکر ہے جب شکر بندے کی صفت میں ہو تو اس کے معنی انعام پا کر منعم کی عطا شدہ نعمتوں پر اس کی حمد ثنا بجا لاتا ہے۔ لہٰذا بندہ شاکر ہے۔ اور سب سے زیادہ شکر کرنے والے اللہ کے محبوب محمد مصطفٰی ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ اس قدر قیام فرماتے تھے کہ پاؤں میں متورم ہو جاتے تھے۔ راتوں کو اس قدر گریہ زاری فرماتے کہ زمین تر ہو جاتی۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ جب اللہ تعالٰی نے آپ ﷺ سے بخشش کا (یعنی امت کی بخشش کا) وعدہ فرمایا ہے تو آپ ﷺ اس قدر گریہ زاری کیوں فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے عائشہ "**افلا اکون عبدً شکورا**" (کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں)

یعنی میں حق تبارک و تعالٰی کی نعمتوں کا معترف اور اس کی قدر و قیمت کا جاننے والا ہوں۔ ظاہر ہے حضور ﷺ کا اپنی توصیف فرمانا خدا کے حکم سے ہے۔

اور جب شکور رب تعالٰی کی صفت ہو تو معنی یہ ہوں گے تھوڑے عمل پر زیاد

عطا فرما کر فضل و کرم کی بارش کرنے والا اس لحاظ سے شکور کے معنی مہربان قدر دان ہو گا۔ حضور ﷺ اپنے امتیوں پر بھی اپنے کرم کی بارش برساتے ہیں۔

ان ربنا لغفور شکور (۳۵:۳۴) بیشک ہمارا رب بخشنے والا قدر دان ہے۔

ان اللّٰہ غفور شکور ○ (۴۲:۲۳) بیشک اللہ ہمارا رب بخشنے والا قدردان ہے۔

ظلمت سنة من احیا الظلام الی ان اشتکت قدماہ الضر من ورم

(میں نے اس نبی کی سنت پر ظلم کیا جس نے راتوں کو اس قدر عبادت کی کہ پاؤں مبارک سوج کر متورم ہو گئے)

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا
مُحَمَّدٍ طِبِّ الْقُلُوْبِ وَدَوَائِھَا
وَعَافِیَۃِ الْاَبْدَانِ وَشِفَائِھَا وَنُوْرِ
الْاَبْصَارِ وَضِیَائِھَا وَعَلٰی اٰلِہٖ
وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا۔

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۴۲) سیدنا علیم ﷺ (۶:۱۵۰)

علیم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے وھوا العلیم الخبیر وہ جاننے والا خبردار ہے۔

ان اللّٰہ علیم بذات الصدور (۳:۱۱۹)

(اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات)

علیم کے معنی ہر وقت ہر آن اپنی مخلوق کے حالات کو خوب جاننے والا۔ علم رکھنے والا۔ کسی مخلوق کا عمل اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔

حق تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو علم کی توصیف سے نوازا۔ آپ ﷺ کو علم کی فضیلت اور اس کی خیریت (بہتری) کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللّٰہ علیک عظیما (۴:۱۱۳) (اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے) یعنی آپ ﷺ کو تمام علوم سکھا دیئے۔ انہی علوم سے آپ ﷺ اپنے امتی کے ہر عمل سے واقف ہیں۔ پیچھے دلائل کے ساتھ بیان ہوا۔

کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلوا علیکم ایتنا و یزکیکم ویعلمکم الکتب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون (۲:۱۵۱)

(جیسا کہ ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور کتاب اور پختہ علم (حکمت) سکھاتا ہے اور وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا)

ایسے ہی سورۃ جمعہ (۶۲:۲) میں آپ ﷺ کی تعریف فرمائی۔ ان آیات سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علیم کی صفت سے متصف فرمایا اسی صفت سے متصف نبی علیم کے علم پر سینکڑوں احادیث بھی گواہ ہیں ان میں سے ایک حدیث سماعت ہو۔

وعن انس رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

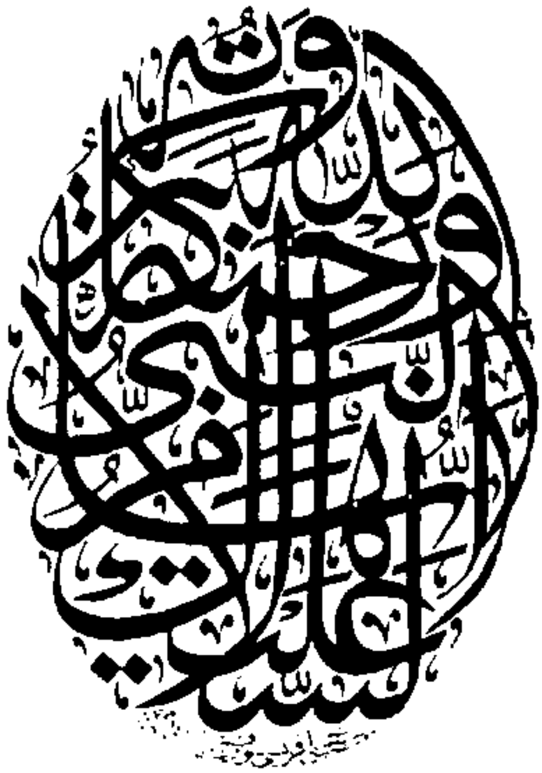
یاتی علی الناس زمان الصابر فیهم علی دینه کالقابض علی الجمر

(رواہ ترمذی)

حضرت انس ﷜ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لوگو پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان میں اپنے دین پر صبر کرنے والا (یعنی قائم رہنے والا) اس شخص کی مانند ہو گا جو اپنے ہاتھ میں آگ کی چنگاری پکڑتا ہے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم



اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمه

(۲۳) سیدنا اول ﷺ (۱۰:۳۷)

(۲۴) سیدنا آخر ﷺ (۹:۸۹)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شئی علیم** (۳:۵۷) (وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے)۔ اس آیت کریمہ میں پانچ صفات بیان کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان صفات سے اپنے نبی کو بھی متصف فرمایا۔

اول سب سے پہلے یعنی کوئی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا نور پیدا کیا اور اسی نور سے سارا ظہور ہوا تمام انبیاء سے بعد میں تشریف لائے نبوت و رسالت کی آخری اینٹ لگا کر رسالت و نبوت کے مکان کو مکمل کر دیا۔ اس لیے آپ ﷺ اول و آخر ہیں۔ شیخ محقق فرماتے ہیں۔

اول کے معنی سابق در وجود اور باقی بعد از فنائے مخلوق۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہ اول ہے نہ آخر۔ حضور ﷺ تخلیق عالم میں اول انبیاء اور بعثت میں ان سب سے آخر۔

اول و آخر کے معنوں کی طرف حق تعالیٰ نے اس آیت کریم کے اندر اشارہ کیا ہے۔ **واذا اخذنا من النبین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراھیم وموسی عیسی بن مریم ص** (۷:۳۳)

(اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ ابن مریم سے) یعنی رسالت کی تبلیغ اور دین حق کی دعوت لوگوں تک پہنچانے کے لیے عہد لیا۔ خصوصیت کے ساتھ سید عالم ﷺ کا ذکر سب سے پہلے "منک" فرما کر مقدم کیا اس سے آپ ﷺ کی تمام انبیاء پر فضیلت اور اولیت ثابت ہو گئی۔

حضور ﷺ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے خود فرمایا۔

نحن الاولون السابقون ہم ہی اول و سابق ہیں۔ یعنی اولیت میں سبقت لے جانے والے ہیں۔ یعنی سب سے اول ہیں اور فرمایا۔

اول من تنشق الارض میں ہی وہ اول ہوں جس کے لیے سب سے پہلے زمین شق ہو گی۔

آپ ﷺ کی قبر مبارک سب سے پہلے کھلے گی پھر ساتھ ہی ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ اور عیسیٰ مسیح علیہ السلام اپنی اپنی قبروں سے ظاہر ہوں گے فرمایا۔ "میں قیامت کے دن اس شان سے اٹھوں گا کہ میرے دائیں ابوبکر اور بائیں عمر (رضی اللہ عنہ) ہوں گے درمیان میں میں اور عیسیٰ مسیح ہوں گے۔ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ السلام

اور فرمایا **اول من یدخل الجنۃ** میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا۔

یاد رہے کہ حضور ﷺ کا جنت میں داخلہ کئی بار ہو گا۔ اول تو آپ ﷺ اکیلے ہی داخل ہوں گے۔ پھر ابوبکر و عمر کے ساتھ داخل ہوں گے اور پیچھے تمام انبیاء و مرسلین اور اہل ایمان ہوں گے۔ اس وقت آپ ﷺ کے آگے آگے حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ سب سے پہلے آپ ﷺ کی امت کا حساب ہو گا۔ سب سے پہلے آپ ﷺ کی امت جنت میں داخل ہو گی اور سب سے پہلے آپ ﷺ ہی اللہ کے حضور ﷺ شفیع ہوں گے جیسا کہ فرمایا۔ **اول شافع واولی مشفع** سب سے پہلے میں ہی اپنی امت کی شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہو گی۔

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ
سواک عند حلول الحادث العمم

ولن یضیق رسول اللّٰہ جاھک بی
اذا الکریم تجلی باسم منتقم

فان من جودک الدنیا وضرتھا
ومن علومک علم اللوح والقلم

(اے تمام مخلوق سے زیادہ کریم آپ ﷺ کے سوا میرا ایسا کوئی سہارا نہیں جس سے عام حادثوں کے نزول کے وقت پناہ چاہوں۔۔۔ اے اللہ کے رسول اس وقت مجھے

صرف نظر نہ فرمایئے گا جس وقت وہ ذات کریم اپنے اسم مقتّم کے ساتھ جلوہ فرما ہو گی کیونکہ دنیا و آخرت کی برکتیں آپ ﷺ ہی کے کرم سے ہیں اور لوح و قلم کا علم آپ ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے)

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۲۵) سیدنا قوی ﷺ (۸:۱۲)

اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں القوی اور ذوالقوہ المتین ہے۔ ان اللّٰه قوی شدید العقاب (۸:۵۲) بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا سخت عذاب والا ہے۔ بیشک اللہ قوی ہے سخت عذاب والا۔ (۲۲:۴۰)

ان اللّٰه قوی عزیز (۲۵:۵۷) بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا غالب ہے۔ (۲۱:۵۸)

وکان اللّٰه قویا عزیز (۲۵:۳۳) اور اللہ زبردست عزت والا ہے۔

ان اللّٰه هو الرزاق ذوالقوۃ المتین (۵۸:۵۱)

بیشک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت والا قدرت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس صفت عالی کے ساتھ اپنے محبوب کی تعریف فرمائی۔

انه لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین (۲۰:۸۱)

(بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے۔ جو قوت والا ہے۔ مالک عرش کے حضور ﷺ عزت والا ہے) مفسرین کا قول ہے کہ اس سے حضور اکرم ﷺ مراد ہیں۔ بعض نے کہا کہ جبریل کی صفت ہے۔ بعض مفسرین جبریل اور حضور ﷺ دونوں کی صفت بتاتے ہیں۔ اگر جبریل کے لیے ہی یہ صفت تسلیم کر لی جائے تو ہمارا موقف اور زیادہ قوی ہو جاتا ہے کیونکہ جبریل حضور ﷺ کے خادم ہیں۔ اگر خادم کی یہ صفت ہے تو آقا کا قوت میں کیا مقام ہو گا۔

ہر نبی کے اندر ان کے زمانے کے سب سے زیادہ طاقتور انسان جو ہوں ان ستر انسانوں کی طاقت ہوتی ہے۔ اور ہمارے نبی اکرم ﷺ کی طاقت ستر نبیوں کے برابر تھی۔ اللھم صل علی سیدنا محمد والہ وسلم (فیوض الباری حصہ نوں)

غزوہ احزاب کے وقت جب خندق کھودی جا رہی تھی تو ایک پتھر ایسا آیا کہ صحابہ کرام اس کے توڑنے سے عاجز آ گئے۔ حضور ﷺ خود وہاں تشریف لے گئے آپ ﷺ نے کدال اس پتھر پر مارا تو وہ ایک تہائی ٹوٹ گیا اور اس میں سے ایک بجلی چمکی

جس سے آپ ﷺ کو ملک شام کے محلات نظر آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے ملک شام مجھے عطا فرما دیا۔ پھر دوسری مرتبہ پتھر پر کدال مارا پھر بجلی چمکی اور اس روشنی میں آپ ﷺ نے ملک فارس (ایران) کے محلات دیکھے فرمایا اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ نے مجھے ملک فارس بھی دیدیا۔ تیسری کدال مارنے سے جو چمک پیدا ہوئی اس میں آپ ﷺ نے محلات یمن ملاحظہ فرمائے اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ملک یمن بھی عطا فرما دیا۔ پتھر جو بڑے بڑے طاقتور جوان صحابہ سے ذرا بھی ٹوٹ نہ سکا تھا۔ حضور ﷺ نے تین ضربات میں پاش پاش کر دیا۔ اور ساتھ ہی پیشین گوئیاں بھی فرما دیں۔ لہٰذا ملک یمن تو آپ ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں سلطنت اسلامیہ میں داخل ہوا۔ ملک شام اور فارس میں سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جہاد شروع ہو گیا تھا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مکمل طور پر یہ تینوں ملک قبضہ اسلام میں آ گئے۔

یہ آپ ﷺ کی جسمانی طاقت تھی جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ودیعت فرمائی۔ آپ ﷺ کی جسمانی طاقت کا ایک یہ بھی حال ہے کہ جہاں جبریل کے آگے جانے سے پر جلتے ہیں اس سے بہت آگے حضور ﷺ تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ یہ پورا واقعہ آگے آئے گا۔ جبریل عاجز آ گئے اور آگے بڑھنے سے صاف انکار کر دیا اور کہا۔

گر یک سر موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم (تواریخ حبیب اللہ)

اگر بال برابر بھی آگے اڑوں تو تجلی کی روشنی میرے پر جلا دے گی۔ سبحان اللہ آپ ﷺ کی جسمانی طاقت کا کیا حال ہے اور روحانی طاقت کا کیا حال ہو گا۔ بلکہ روحانی طاقت کا کیا سوال آپ تو کائنات کی ہر قوی شے کی روح ہیں۔ ہر ذی روح کی روح ہیں۔ روح کائنات ہیں۔ قیامت اسی روز آئے گی جس روز آپ ﷺ کی روح کائنات میں سے نکل لی جائے گی۔ جو کچھ بھی ممکنات کے دائرے میں آتا ہے اس کی توانائی و روح آپ ﷺ ہی ہیں۔ یوں سمجھیں کہ کائنات ایک جسم ہے اور آپ اس جسم کی روح۔ تمام افلاک میں جتنی بھی حرکت ہوتی ہے اس حرکت کے لئے توانائی و زندگی کی

ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ضرورت آپ ﷺ ہیں گویا تمام افلاک (وما بینهم) کی ہر حرکت کا سبب آپ ﷺ ہیں۔ کائنات کی حیات کی دلیل آپ ہیں۔ گویا قوت و طاقت بالذات' آپ ﷺ کی ذات کی ایک صفت ہے۔

واضح رہے کہ سائنس کا قانون ہے کہ ہم توانائی کی شکل تو بدل سکتے ہیں مگر تبدیلی کے دوران توانائی کی کل مقدار مستقل رہتی ہے۔

اسے (Law of conservation of energy) کہتے ہیں۔

یہ ساری کائنات کی توانائی آپ ﷺ ہی کے وجود بابرکات سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قوت و توانائی کو پیدا فرمایا اور اسے آپ ﷺ کی ذات کی صفت بنا دیا۔ آپ ﷺ کے لئے دور و نزدیک کا فرق بے معنی ہے۔ کیونکہ جہاں جہاں قوت ہے وہاں وہاں حرکت ہے۔ جہاں جہاں حرکت ہے وہاں وہاں آپ ﷺ ہیں۔ یہ حرکت مادہ کے مالیکیولوں میں ہو۔ مالیکیول کے ا۔ٹموں میں ہو۔ ا۔ٹموں کے الیکٹرانوں' پروٹانوں یا نیوٹرانوں میں ہو' اس حرکت کی توانائی آپ ﷺ ہیں۔ اس لئے کون و مکاں کا کوئی گوشہ آپ کی دسترس سے باہر نہیں گویا آپ ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا آپ ﷺ کی بہت ساری صفات میں سے ایک صفت ہے۔ حرکت کے لئے ضروری ہے کہ قوت ہو لیکن قوت کے لئے ضروری نہیں کہ حرکت ہو۔ جیسے بارش کے لئے بادلوں کا ہونا ضروری ہے لیکن بادل ہوں تو ضروری نہیں کہ بارش بھی ہو۔ ثابت یہ کرنا مقصود ہے کہ جہاں حرکت نہیں قوت وہاں بھی ہے لیکن پوشیدہ اور خفیہ حالت میں جسے (Potentional eaergy) کہتے ہیں۔ اولی الالباب اس قوت کو دیکھتے ہیں اور دل کا قرار حاصل کرتے ہیں۔ چونکہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی صفت قوت کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس لئے مسئلہ وحدت الوجود بھی واضح ہو جاتا ہے۔ گویا ۔

تم ذات خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانئے کیا ہو

(حسن رضا) (از قلم مفتی محمد سہیل)

مولای صل وسلم دائما ابدا

اللھم صلی وسلم وبارک علی من اسمه

(۲۶) سیدنا صادق ﷺ (۱۸۵ : ۴)

ومن اصد ق من اللّٰه حد یثاه (۸۷ : ۴) اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی)

ومن اصد ق من اللّٰه قیلاً (۱۲۲ : ۴) اور اللہ سے زیادہ کس کا قول سچا)

حضور ﷺ کے جد مکرم حضرت سیدنا اسمٰعیل کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

واذکر فی الکتب اسمعیل انه کان صادق الوعد وکان رسولاً نبیاء

(۵۴ : ۱۹) اور کتاب اسماعیل کو یاد کرو بیشک وہ وعدہ کا سچا تھا اور رسول تھا غیب کی خبریں بتاتا۔

انبیاء سبھی سچے ہوتے ہیں لیکن آپ ﷺ اس وصف میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص آپ ﷺ سے کہہ کر چلا گیا کہ آپ ﷺ یہاں ٹھہریں میں ابھی آتا ہوں آپ ﷺ وہاں تین دن تک قیام پذیر ہے۔ (خزائن العرفان)

عین اسی طرح حضور ﷺ سے ایک شخص وعدہ کر کے چلا گیا آپ ﷺ اس کے انتظار میں تین دن تک قیام پذیر رہے۔ وہ تین دن بعد اچانک وہاں سے گزرا اور آپ ﷺ کو قیام پذیر دیکھا تو اسے اپنا وعدہ یاد آ گیا۔ معذرت کرنے لگا آپ ﷺ نے فقط اتنا فرمایا۔ "تم نے مجھے بہت تکلیف دی"۔ حدیث پاک میں آپ ﷺ کو صادق اور مصدوق کہا گیا۔

جنگ بدر کے دوران اخنس بن شریف ابوجہل سے ملا اور کہا اے ابوالحکم "اس وقت میرے اور تیرے سوا کوئی دوسرا موجود نہیں ہے جو ہماری باتوں کو سنے بتاؤ محمد ﷺ سچے ہیں یا جھوٹے" ابوجہل نے جواب دیا۔

"خدا کی قسم بلاشب محمد صادق (سچے) ہیں اور انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا"

ہرقل بادشاہ (شاہ روم) نے حضور ﷺ کے بارے میں ابوسفیان سے دریافت کی۔ "کیا تم حضور ﷺ مدعی نبوت کو دعوی نبوت سے پہلے صادق پایا یا "کذوب" ابوسفیان نے کہا۔ "انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا وہ صادق ہیں" حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ

"حضور ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ صادق تھے یعنی اصدق تھے"

(شفا شریف)

ایک روز نبی ﷺ نے صفا پہاڑی پر سے لوگوں کو پکارا جب سب جمع ہو گئے تو فرمایا۔ "تم مجھے بتاؤ کہ تم سب مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا" سب نے بیک زبان ہو کر کہا "ہم نے کوئی بات غلط یا بیہودہ تیرے منہ سے نہیں سنی ہم یقین کرتے ہیں کہ تو صادق و امین ہے۔ (تواریخ حبیب الٰہ)

مولای صلی وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم



اللھم صلی وسلم وبارک علی من اسمہ

(۲۷) سیدنا ولی ﷺ (۱۰:۴۶)

اللّٰہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور (۲:۲۵۷)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا ولی ہے اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ صفت اپنے محبوب کو عطا فرمائی اور محبوب ﷺ کے صدقے میں مومنین کو یہ صفت بھی عطا فرمائی۔

انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ والذین امنو الذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وھم راکعون (۵ : ۵)

اے مسلمانو! تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کے نماز قائم کرتے ہیں اور زکواۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ شان نزول :۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یارسول اللہ ﷺ قوم قریظہ اور نضیر (یہودیوں کے دو قبیلے تھے، حضرت عبداللہ بن سلام انہی سے پہلے تعلق رکھتے تھے۔ اور زبردست عالم یہود تھے۔ حضور ﷺ کے تشریف لانے پر ایمان لے آئے) نے ہمیں چھوڑ دیا ہے اور قسمیں اٹھالی ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ مجالست اور ہم نشینی نہیں کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ تمہارا ولی ہے
اللہ کا محبوب تمہارا ولی ہے

حضرت عبداللہ بن سلام نے آیت کریمہ سنکر عرض کیا۔

ہم راضی ہیں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر
ہم راضی ہیں محمد رسول اللہ کے نبی ہونے پر
ہم راضی ہیں مومنوں کے ولی (دوست) ہونے پر (خزائن العرفان)

حضور ﷺ نے فرمایا۔ انا **ولی کل مومن**

میں ہر ایک مسلمان کا ولی ہوں۔ (مدارج النبوۃ) حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم جب حجتہ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو مقام خم غدیر پر صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

من کنت مولاہ فعلی مولاہ (مشکوۃ)

میں جس کا ولی ہوں پس علی بھی اس کے ولی ہیں۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھم صلّ علی سیدنا ومولینا
محمد وعلی آل سیدنا ومولینا
محمد کما صلیت علی ابراہیم
وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید
اللّٰھم بارک علی سیدنا ومولینا
محمد وعلی آل سیدنا ومولینا
محمد کما بارکت علی ابراہیم
وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید
السلام علیک ایھا النبی
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللھم صلی وسلم وبارک علی من اسمہ

(۲۸) سیدنا عفو ﷺ (۴:۱۵۶)

ان اللہ کان عفوا غفورا (۴:۴۳) بیشک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

وکان اللہ عفوا غفورا (۴:۹۹) اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

ان تبدوا خیرا اوتخفوہ او تعفوا عن سوء کان اللہ فان عفوا قدیرا (۴:۱۹) اگر تم کوئی بھلائی! اعلانیہ کر یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور قدرت والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "تم زمین والو پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا" اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو لوگوں سے درگزر کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

خذا تعفو وامر بالعروف واعرض عن الجھلین (۷:۱۹۹) اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو

توریت و انجیل میں آپ ﷺ کی تعریف لکھی ہے۔

"وہ نہ تند خو ہیں اور نہ ہی بدمزاج بلکہ معاف فرمانے والے ہیں۔"

حضرت قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عفو اس حالت کو کہتے ہیں کہ بدلہ لینے کے وقت بدلہ نہ لے اور معاف کر دے۔ جب مندرجہ بالا آیت خذا لعفو..... نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے جبریل سے پوچھا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ عرض کیا مجھے تو معلوم نہیں اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر ہی عرض کروں گا۔ چنانچہ وہ گئے اور واپس آ کر عرض کیا "یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو حکم دیتا ہے آپ ﷺ اس سے ملیں جو آپ ﷺ کو چھوڑ دیتا ہے اور اسے عطا فرمائیں جو آپ ﷺ کو محروم رکھتا ہے اور اس کو معاف فرما دیں جو آپ ﷺ پر ظلم کرتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا۔ واصبر علی ما اصابک ان ذلک من عزم الامور (۳۱:۱۷) (اور جو تجھ پر افتاد پڑے اس پر صبر کیجئے بیشک یہ ہمت کا کام ہے) (دراصل یہ آیت حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے

کو نصیحت کرنے کی ہے)۔ حضور ﷺ سے ارشاد ہوتا ہے **فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل والا تستعجل لھم** (۴۶:۳۵)

(اے محبوب تم صبر کرو جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی نہ کرو) اے محبوب یہ لوگ آپ ﷺ کو ایذا دیتے ہیں آپ ﷺ ان کے اس فعل مذمومہ کی پرواہ نہ کیجئے اپنا کام جاری رکھئے یہی ہمت والے (اولوالعزم) رسول کا کام ہے۔ ان کے لیے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کیجئے۔

غزوہ احد میں آپ ﷺ کے سامنے کے دانت مبارک شہید ہو گئے اور آپ ﷺ کا چہرہ انور خون آلود ہو گیا یہ بات صحابہ کی برداشت سے باہر تھی سب نے عرض کیا۔ حضور ﷺ ان کے لیے بددعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"میں لعنت کرنے والا نہیں ہوں اور نہ ہی اس لیے بھیجا گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت فرمانے والا' دعا خیر مانگنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ **اللھم اھد قومی لایعلمون** اے خدا میری قوم کو ہدایت بخش یہ مجھے جانتے نہیں" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی تو اپنی قوم کے لیے بددعا کی تھی۔

اگر آپ ﷺ بھی اسی طرح ہم پر بددعا فرماتے تو یہ ہلاک ہو جاتے کیونکہ آپ ﷺ کی کمر دوہری کی گئی ہے اور آپ ﷺ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا ہے آپ ﷺ کے چاروں دانت شہید کیے گئے ہیں اس کے باوجود آپ ﷺ کلمہ خیر ہی فرما رہے ہیں۔ بددعا سے انکار کر رہے ہیں اور ارشاد بھی فرمایا تو یہ کہ اے اللہ میری قوم کو معاف کر دے یہ ناسمجھ ہیں۔

ایک یہودیہ نے آپ ﷺ کو بکری کے گوشت میں زہر ملا کر دیدیا آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اطلاع دیدی گئی اور اس عورت نے اعتراف بھی کر لیا لیکن آپ ﷺ نے اسے معاف فرمایا۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھا آپ ﷺ پر ایک موٹی چادر حاشیہ دار تھی۔ چادر کو ایک اعرابی نے شدت اور سختی کے ساتھ کھینچا یہاں تک کہ چادر کے حاشیہ کا اثر آپ ﷺ کی گردن پر ظاہر ہوا۔ پھر اس نے آپ ﷺ سے کہا

"اے محمد (ﷺ) وہ مال جو خدا نے تمہیں دیا تھا میرے ان اونٹوں پر لاد دو۔ کیونکہ تم مجھے نہ مال دیتے ہو نہ اپنے باپ کا مال دیتے ہو۔ نبی ﷺ خاموش رہے فقط اتنا فرمایا" مال تو اللہ ہی کا ہے میں تو اس کا بندہ ہوں۔ پھر فرمایا۔ "اے اعرابی۔ تم سے بدلہ لیا جائے گا جو تم نے میرے ساتھ کیا ہے"۔. اس نے کہا "ایسا نہیں ہو سکتا۔" آپ ﷺ نے فرمایا۔ "کیوں! کس سبب سے ایسا نہیں ہو سکتا۔" اعرابی نے کہا اس لیے کہ آپ ﷺ کی یہ عادت کریم ہی نہیں کہ آپ ﷺ برائی کا بدلہ برائی سے لیں۔ حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور حکم دیا کہ اس کے ایک اونٹ کو شعیر (جو) سے اور دوسرے کو کھجوروں سے بھر دو۔

قریش مکہ نے آپ ﷺ کو کس قدر تکلیفیں پہنچائیں۔ وطن سے نکلنے پر مجبور کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جب آپ ﷺ کو ظفریابی و کامیابی سے نوازا مکہ مکرمہ پر آپ ﷺ کا تسلط ہوا۔ سب لوگ خانہ کعبہ میں جمع تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔ "اے لوگو! تمہارا کیا گمان ہے۔ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ انہوں نے بیک زبان ہو کر کہا "آپ ﷺ کریم ہیں کریم باپ کے بیٹے ہیں۔ آپ ﷺ ہمارے درگزر کرنے والے بھائی ہیں۔ ہم آپ ﷺ سے بھلائی کی امید رکھتے ہیں" آپ ﷺ نے فرمایا آج میں وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔

لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللّٰہ لکم وھوا الرحم الراحمین (۹۲ : ۱۲)

آج تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اللہ تمہیں معاف کرے وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

جاؤ تم سب آزاد ہو۔ سبحان اللہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "مقام تنعیم پر صبح کی نماز کے وقت اسی ۸۰ مرد اترے تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے مقابلہ کریں۔ وہ سب گرفتار کر لیے گئے رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو معاف فرمایا اور آزاد کر دیا۔

اس وقت یہ آیت کریم نازل ہوئی۔

وهوا الذی کف ایدیهم عنکم وایدیکم عنهم ببطن مکة من بعد ان اظفرکم علیهم وکان بما تعملون بصیرا (۴۸:۲۴) اور وہی ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے وادی مکہ میں بعد اس کے کہ تمہیں ان پر قابو دیدیا تھا اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے۔

ابو سفیان کو جب گرفتار کر کے لایا گیا (یہ وہ شخص تھا جس نے قبیلوں کو اکٹھا کر کے نبی کریم پر چڑھائی کی تھی۔ آپ ﷺ کے چچا محترم امیر حمزہ سید الشہداء اور دوسرے صحابہ کو شہید کر کے مثلہ کیا تھا۔) آپ ﷺ نے اسے بھی معاف کر دیا اور نرمی سے کلام کیا اور فرمایا۔ "اے ابو سفیان تم پر وہ وقت نہیں آیا کہ اپنی زبان سے لا اله الا الله کہو۔ ابوسفیان نے کہا "یا رسول اللہ! آپ ﷺ پر میرے والدین قربان آپ ﷺ کتنے کریم و حلیم ہیں اور درگزر کرنے والے (عفو) ہیں۔

الصلوة والسلام علی حلمه بعد علمه

الصلوة والسلام علی عفوه بعد قدرته

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ طِبِّ الْقُلُوْبِ وَدَوَائِهَا وَعَافِیَةِ الْاَبْدَانِ وَشِفَائِهَا وَنُوْرِ الْاَبْصَارِ وَضِیَائِهَا وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا.

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۲۹) سیدنا ہادی ﷺ (۲:۲۰)

ہادی کے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ بندوں میں سے جو اس سے مانگے اسے توفیق طلب دینے والا' راہ دکھانے والے کے بھی ہیں۔ ارشاد باری ہے۔

واللّٰہ یدعوا الی دارالسلام یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف پکارتا ہے اور جسے چاہے۔ سیدھی راہ چلاتا ہے۔

(۱۰:۲۵)

اللہ تعالیٰ دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی سے دار باقی جو دارالسلام ہے کی طرف بلاتا ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر خاص کرم ہے کہ وہ اپنے بندوں کو سلامتی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دارالسلام جنت ہے اللہ اپنے بندوں کو جنت کی طرف بلاتا ہے اور سیدھی راہ دین اسلام ہے جس کی طرف وہ ہدایت کرتا ہے یعنی راہ دکھاتا ہے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ کی خدمت میں فرشتے حاضر ہوئے اس وقت آپ ﷺ محو خواب تھے' ان میں سے بعض نے کہا آپ ﷺ خواب میں ہیں اور بعض نے کہا آنکھیں خواب میں ہیں اور دل بیدار ہے۔ بعضوں نے کہا ان کی کوئی مثال بیان کرو تو دوسرے فرشتوں نے کہا جس طرح کسی نے ایک مکان بنایا اور اس میں طرح طرح کی نعمتیں مہیا کیں اور ایک بلانے والے کو بھیجا کہ لوگوں کو بلائے جس نے اس بلانے والے کی اطاعت کی اور وہ اس مکان میں داخل ہوا نعمتوں کو کھایا اور پیا۔ اور جس نے بلانے والی کی اطاعت نہ کی وہ مکان میں داخل ہوا اور نہ ہی نعمتوں سے کچھ حصہ پایا۔ بعض نے کہا اس مثال کی تطبیق کرو کہ سمجھ میں آئے۔ انہوں نے کہا تطبیق یہ ہے کہ **مکان جنت ہے اور بلانے والے محمد ہیں** ﷺ جس نے ان کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ گویا اس مکان کی طرف حضور ﷺ راہ دکھانے کے لیے تشریف لائے۔ رب

تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ولکن جعلنه نورا النهد ی به من نشاء من عباد نا وانک لتهد ی الی صراط مستقیم (۵۲ : ۴۲)

(اور ہاں ہم نے اسے (قرآن مجید کو) نور بنایا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں سے جیسے چاہتے ہیں اور بیشک تم (اے محبوب) سیدھی راہ دکھاتے ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنی صفت ھادی سے آپ ﷺ کو مخاطب فرمایا۔ یوں ہر نبی ھادی ہے کہ اپنی قوم کو سیدھی راہ دکھاتا ہے لیکن نبی اکرم ﷺ وہ ہادی اعظم ہیں کہ تمام انبیاء کا ھادی ہونا آپ ﷺ میں مجتمع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فبهد اهم اقتده (۹۰ : ٦)

اور تم انہی کی راہ چلو۔ (تم بھی ان کی اقتدا کرو)

لغت میں اقتدا کے معنی دوسرے شخص کا پہلے شخص سے موافقت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ انبیاء کا ذکر فرما کر ارشاد کیا کہ اے محبوب ﷺ تم انہی کی راہ چلو۔ اس آیت پر سرسری نظر ڈالنے سے ہر شخص یہی سمجھ سکتا ہے کہ حضور ﷺ کو دوسروں کی پیروی کرنے کا حکم ہوا ہے حالانکہ حضور ﷺ امام الانبیاء ہیں اور یہ خیال اہل اسلام کے مسلمہ عقیدہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ لہذا یہ آیت شرح طلب ہے۔ شرح معانی کے بعد ہی واضح ہو سکتا ہے کہ آیت مندرجہ بالا میں حضور ﷺ کی فضیلت کا ثبوت موجود ہے۔ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے قبل قرآن مجید میں جو مضمون بیان ہوا لفظاً" لفظاً" بیان کر دیا جائے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الانعام (٦) پ ۷ کے نویں اور دسویں رکوع میں فرماتا ہے "اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو' بیشک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں ○ اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے۔ ○ پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا ایک تارا دیکھا بولے اسے میرا رب ٹھہراتے ہو' پھر جب وہ ڈوب گیا بولے مجھے خوش نہیں آتے وہ ڈوبنے والے ○ پھر جب چاند چمکتا دیکھا بولے اسے

میرا رب بتاتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہی گمراہوں میں ہوتا ○ پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا بولے اسے میرا رب کہتے ہو یہ تو ان سب سے بڑا ہے۔ پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو ○ میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر' اور میں مشرکوں میں نہیں ○ اور ان کی قوم ان سے جھگڑنے لگی کہا کیا اللہ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو تو وہ مجھے راہ بتا چکا اور مجھے ان کا ڈر نہیں جنہیں تم شریک بتاتے ہو۔ ہاں جو میرا ہی رب کوئی بات چاہے میرے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے ○ اور میں تمہارے شریکوں سے کیونکر ڈروں اور تم نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کا شریک اس کو ٹھہرایا جس کی تم پر اس نے کوئی سند نہ اتاری تو دونوں گروہوں میں امان کا سزاوار کون ہے اگر تم جانتے ہو ○ وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہیں کے لیے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں۔ ○ ع

اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا فرمائی۔ (۲۱۵ : ۹۱) ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں بے شک تمہارا رب علم و حکمت والا ہے ○ اور ہم نے انہیں اسحق اور یعقوب عطا کیے اور ان سب کو ہم نے راہ دکھائی اور ان سے پہلے نوح کو راہ دکھائی اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو ○ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ الیاس یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں ○ اور اسمٰعیل اور یسع اور یونس اور لوط اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت (عالموں) میں سب پر فضیلت دی ○ اور کچھ ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں بعض کو اور ہم نے انہیں چن لیا اور سیدھی راہ دکھائی ○ علیہ السلام

ذلک ھدی اللہ یھدی بہ من یشاء من عبادہ اور یہ اللہ کی ہدایت ہے کہ اپنے بندوں میں جسے چاہے دے۔ اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا اکارت جاتا ○ یہ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی تو اگر یہ لوگ اس سے منکر

ہوں تو ہم نے اس کے لیے ایک ایسی قوم لگا رکھی ہے جو انکار والی نہیں ○ **اولئک الذین ھدی اللہ** یہ ہیں (انبیاء علیہ السلام) جن کو اللہ نے ہدایت کی۔

فبھدھم اقتدہ

تو تم ان کی راہ چلو

قل لا اسئلکم علیہ اجرا

تم فرماؤ میں قرآن (کی تعلیم دینے) پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔

ان ھو الا ذکری للعلمین ○

وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہانوں کو۔ پ ۷ سورۃ انعام

ان آیات کریمات پر عمیق نظر سے غور فرمائیں تو مندرجہ ذیل نتائج بر آمد ہوتے ہیں۔

(ا) انبیاء ملائکہ سے افضل ہیں کیوں عالمین اللہ تعالیٰ کے سوا تمام موجودات کو شامل ہے فرشتے بھی اس میں داخل ہیں تو جب تمام جہان والوں پر فضیلت دی تو انبیاء کی ملا ئکہ پر بھی فضیلت ثابت ہوئی۔

(ب) یہاں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا اور اس ذکر میں ترتیب نہ زمانہ کے اعتبار سے ہے نہ فضیلت کے اعتبار سے، جس شان سے انبیاء علیہم السلام کے ذکر فرمائے گئے اس میں ایک عجیب لطیفہ ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی ہر جماعت کو ایک خاص قسم کی کرامت و فضیلت کے ساتھ ممتاز فرمایا تو حضرت نوح ابراہیم اور اسحٰق و یعقوب کا اول ذکر کیا کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کے اصول ہیں یعنی ان کی اولاد میں بکثرت انبیاء ہوئے جن کے انساب انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

(ج) نبوت کے بعد مراتب معتبرہ میں سے ملک و اختیار و سلطنت و اقتدار ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد حضرت سلیمان علیہما السلام کو اس کا حظ وافر عطا کیا۔

(د) مراتب رفیعہ میں سے مصیبت و بلا پر صابر رہنا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرات ایوب علیہ السلام کو اس کے ساتھ ممتاز کیا پھر ملک و صبر کے دونوں مرتبے حضرت یوسف علیہ السلام کو عنایت کئے کہ آپ نے شدت و بلا پر مدتوں صبر کیا پھر اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ ملک مصر عطا کیا۔

(ہ) مراتب معتبرہ میں کثرت معجزات و قوت براہین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو ان کے ساتھ مشرف فرمایا۔

(ر) مراتب معتبرہ میں زہد' ترک دنیا بھی ہیں حضرت زکریا حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہم السلام کو اس کے ساتھ مخصوص فرمایا۔

(س) ان حضرت کا ذکر فرما کر ایسے انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا جن کے نہ متبعین باقی رہے نہ ان کی شریعت باقی رہی۔ جیسے سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام' سیدنا یسع علیہ السلام سیدنا لوط علیہ السلام۔ اس شان سے انبیاء کا ذکر فرمانے میں ان کی کرامتوں اور خصوصیتوں کا ایک عجیب لطیفہ نظر آتا ہے۔ (خزائن العرفان)

ان لطائف سے اہل نظر ہی محظوظ ہو سکتے ہیں اور بہرہ مند ہو سکتے ہیں۔ (فقیر نے مختلف اردو تفاسیر کا اس ضمن میں مطالعہ کیا ماسوائے حضرت صدر الافاضل رحمتہ اللہ علیہ کے کسی نے وضاحت نہ کی۔ یا پھر قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے اپنی تصنیف رحمتہ للعٰلمین جلد سوم میں وضاحت کی ہے)

اللہ تعالیٰ نے ان حضرات انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمانے کے بعد اپنے محبوب سے ارشاد فرمایا۔ **فبھدٰھم اقتدہ ہ** آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کی ہدایت کی موافقت کریں۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء ہیں اس لیے ان تمام صفات انبیاء سے جو ان کو منجانب پروردگار عطا کی گئیں ان کو اپنائیں۔ یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پہ دال ہو گی گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان صفات سے متصف ہیں جو ان پہلے حاویان کرام میں موجود تھیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مناسب معلوم ہوتا ہے ان مذکورہ انبیاء علیہم السلام کے مختصر حالات بیان کر دیئے جائیں تاکہ یہ بات عیاں ہو جائے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہلے انبیاء کی تمام خوبیاں موجود ہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہدایت سے اپنی امت کے علماء کرام اولیائے عظام پر اجاگر فرما کر ارشاد فرمایا۔

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہیں۔

(۱) سیدنا نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے نوح بن لامک بن متوشالح بن اخنوع (ادریس علیہ السلام کا نام ہے) بن یارد بن مہلل ایل بن قینان بن آنوش بن شیث علیہ السلام بن سیدنا آدم علیہ السلام سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم پانچ بتوں کو پوجتی تھی جن کے نام ود' سواع' یعوق' یعوث اور نسر تھے۔ اصل میں یہ پانچوں بزرگوں کے نام تھے جو قوم کو تبلیغ کیا کرتے تھے۔ جب یہ فوت ہو گئے۔ شیطان نے قوم کو ان کی تصاویر بنانا سکھائیں پھر مجسمے تیار کرنے سکھائے۔ اول اول لوگ ان کو فقط دیکھا ہی کرتے تھے جب دو تین نسلیں اس طرح گزر گئیں۔ تو شیطان نے ان لوگوں سے کہا" تمہارے بزرگوں کے یہی خدا تھے وہ ان کو پوجا کرتے تھے۔ لہٰذا قوم نے ان بتوں کی پوجا شروع کر دی اللہ تعالٰی نے ان کی طرف ہدایت کے لیے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا۔ نوح علیہ السلام نے ان کو ساڑھے نو سو سال تک تبلیغ فرمائی۔ ان میں سے صرف چند لوگ مسلمان ہوئے۔

تفسیر نبوی میں ہے کہ ایک دن آپ علیہ السلام اللہ کی عبادت میں مشغول تھے۔ کہ ایک بوڑھا آدمی وہاں سے گزرا۔ اس کے ساتھ اس کا ایک پوتا تھا۔ بوڑھے نے پوتے سے کہا۔ دیکھو! اس شخص کی کبھی بات نہ ماننا یہ تمہیں گمراہ کر دے گا۔ اس لڑکے نے یہ سن کر اپنے داد کی لاٹھی لی اور آپ کے ماری۔ لکھا ہے کہ قوم نے بارہا آپ کو مارمار کر گڑھوں میں پھینک دیا۔ لیکن جب بھی آپ کو ہوش آتا وعظ فرماتے۔ سورۃ نوح میں اللہ تعالٰی حضرت نوح علیہ السلام کا قول بیان فرماتا ہے کہ میں نے دن اور رات وعظ کیا لیکن ان پر ذرا اثر نہ ہوا۔ وہ لڑکا جس نے آپ کے لاٹھی ماری تھی جوان ہو گیا پھر ادھر سے گزرا تو اس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کو وہی نصیحت کی جو اس کے دادا نے کی تھی۔ اس وقت آپ نے اللہ تعالٰی سے فریاد کی کہ کہ

ان کو زمین پر نہ رکھ لہذا تنور سے پانی ابلا' آسمان سے پانی برسا۔ آپ نے کشتی تیار کر رکھی تھی۔ اہل ایمان کو اس میں سوار کیا اور ان کو طوفان سے بچا لیا۔ اب اس آیت پر غور کریں کہ حکم ہوتا ہے۔ "اے محبوب انہی کی راہ اختیار کریں"۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال قوم کے ہاتھوں تکلیف اٹھائی اور صبر کیا۔

آپ کے ہاں پانچ سو سال کی عمر میں سام' حام اور یافث پیدا ہوئے حضور ﷺ حضرت سام کی اولاد سے ہیں۔ طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام ۳۵۰ سال تک زندہ رہے۔ آپ کی عمر تقریباً" ۱۳۵۰ سال ہے۔ حضور ﷺ کی پیدائش طوفان نوح سے ۵۴۷۵ سال بعد ہوئی۔

(۲) سیدنا ابراہیم علیہ السلام

نسب نامہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بن تارح ناحور بن سروح بن رعود بن فالج بن عابر بن شالح بن آر فکشد بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھوٹی عمر میں اپنی قوم سے مناظرہ کیا وہ لاجواب ہوئے۔ بت خانے میں جا کر بتوں کو توڑا۔ نمرود کے دربار میں اس سے مناظرہ کر کے مبہوت کیا۔ اس نے آپ کو آگ میں ڈالا۔ اللہ تعالٰی نے آپ علیہ السلام کو سلامت رکھا۔ ۷۵ سال کی عمر میں آپ ﷺ نے اپنی بیوی سیدہ سارہ اور اپنے بھتیجے سیدنا لوط علیہ السلام کو ساتھ لیکر کنعان کی طرف ہجرت فرمائی۔ (کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام پر ملک ہے) اللہ تعالٰی نے وعدہ فرمایا کہ یہ ملک میں تیری اولاد کو دونگا لہذا آپ کے بیٹے اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام یہاں آباد ہوئے۔ کنعان سے مصر پہنچے۔ وہاں کے بادشاہ نے اپنی بیٹی ہاجرہ آپ کی خدمت کے لیے پیش کی جو بعد میں ام المسلمین کے خطاب سے معروف ہوئیں۔ مصر سے واپس پھر کنعان تشریف لائے۔ یہاں سے آپ اپنے برادر زادے لوط علیہ السلام علیحدہ ہو کر دریائے پاروں کے پرلے کنارے آباد ہوئے۔ یہ علاقہ شاہ صدوم کا تھا۔ شاہ صدوم پر شاہ عیلام نے مع اپنے تین اتحادیوں کے حملہ کیا اور حضرت لوط علیہ السلام کو قیدی بنا کر لے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے ان

کے خلاف جہاد کیا اور لوط علیہ السلام کو چھڑا لائے اور بہت سا مال غنیمت بھی حاصل کیا۔

اسی (۸۰) سال کی عمر میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت اسماعیل بارہ سال کے تھے جب انہیں اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا حکم ملا۔ دونوں باپ بیٹے اس کام کے لیے تیار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذبح عظیم کے فدیہ میں بچا لیا۔ اور اسحٰق علیہ السلام کی خوشخبری دی۔ آپ کی عمر ۹۹ سال تھی جب ختنے کا حکم ہوا۔ آپ نے اپنا اور اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کا ختنہ کیا۔ سو سال کی عمر میں سیدنا اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے۔

آپ کا خطاب خلیل اللہ' ابو محمد اور ابوالانبیاء ہے۔ آپ نے ہی آدم علیہ السلام کی تیار کردہ بنیادوں پر خانہ کعبہ بنایا اور لوگوں کو حج کی دعوت دی ۱۷۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

آپ کے بعد جس قدر انبیاء ہوئے آپ ہی کی اولاد سے ہیں۔ خواہ کسی ملک اور کسی قوم میں ہوئے ہوں۔ سیدالانبیاء علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے اور باقی سب حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد سے پیدا ہوئے۔

حالات سے واقفیت پیدا کرکے اسی آیت پر غور فرمائیں۔

"اے محبوب! انہی کی ہدایت کو حرز جان بنائیں"

(۳) سیدنا اسحٰق علیہ السلام

حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان پر برکتوں کے نزول کا بہت ذکر فرمایا ہے۔ آپ کی والدہ کا نام حضرت سارہ علیہا السلام ہے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی بیٹی ہیں اور اول السلام ہیں۔ آپ کی شادی ربقہ خاتون رضی اللہ عنہا سے ہوئی جو آپ کے خاندان سے تھیں۔ یعنی حضرت خلیل اللہ کے برادر حقیقی نخور کی پوتی تھیں۔ آپ ملک شام میں آباد تھے۔ قوم کو تبلیغ فرماتے رہے قوم نے راہ حق اختیار نہ کیا اسی غم میں روتے

روتے بینائی قربان کر دی آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ حضرت عیسو حضرت یعقوب علیہما السلام حضرت اسحق علیہ السلام نے ۱۸۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اپنے والد کے ساتھ دفن ہوئے۔

(۴) سیدنا یعقوب علیہ السلام

آپ کا نام اسرائیل بھی ہے' عربی زبان میں اسرائیل عبداللہ کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی قربانی پیش کرنے کی صلے میں حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہ السلام خوشخبری دی تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت خلیل علیہ السلام کی زندگی میں ہی پیدا ہوئے تھے اور انہیں نبوت ملی تھی۔ آپ کے بارہ بیٹے تھے۔ حضرت لیاہ بی بی سے چھ بیٹے' سیدہ راحیل سے دو بیٹے سیدنا یوسف علیہ السلام اور حضرت بنیا مین' زلفہ لونڈی سے دو بیٹے اور بلہ لونڈی سے دو فرزند پیدا ہوئے۔ بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو باپ سے علیحدہ کر دیا ۴۰ سال یا ۸۰ سال فرقت رہی بیٹے کے غم میں رو رو کر بینائی ختم کر لی۔ سورہ یوسف میں مفصل بیان ہے۔ آخر یوسف علیہ السلام نے آپ کو مصر بلایا اس وقت آپ کی عمر ۱۳۰ سال تھی۔ ۱۷ سال مصر میں قیام کیا مصر ہی میں انتقال فرمایا۔ یوسف علیہ السلام ان کا جنازہ شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ کنعان لائے اور ان کے باپ دادا اسحق و ابراہیم علیہما السلام کے ساتھ دفن کیا۔ آپ کی وفات حضور ﷺ کی پیدائش سے تقریباً ۲۲۵۷ سال قبل ہوئی۔ آپ کی ساری عمر غم والم میں گزری۔ پس حکم ہوتا ہے۔

فبهدهم اقتده ہ

(۵) سیدنا یوسف الصدیق علیہ السلام

یوسف بن یعقوب بن اسحق بن ابراہیم علیہم السلام حضرت راحیل کے بطن پاک سے پیدا ہوئے یوسف کے معنی عربی میں "مزید" ہیں۔ حضرت راحیل نے آپ کی پیدائش کے وقت دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور بھی بیٹا دے گا۔ آپ بہت خوبصورت تھے۔ روایت ہے کہ اللہ تعالے نے حسن کو پیدا کیا تو اس کے دس حصے بنائے۔ نو حصے

سیدنا یوسف علیہ السلام کو عطا فرمائے اور ایک حصہ حسن ساری دنیا کے حسینوں کو عطا کیا۔ آپ کے والد گرامی آپ سے بہت پیار کرتے تھے۔ آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اپنے سے جدا نہ کرتے تھے۔ بچپن میں آپ کو خوابیں آئیں۔ جو آپ نے اپنے بھائیوں کو بتلا دیں۔ بھائی آپ سے حسد کرنے لگے۔ ایک دن باپ کی اجازت لیکر سیر کے بہانے جنگل لے گئے۔ وہاں جا کر آپ کو بہت اذیتیں دیں اور کپڑے اتار کر کنویں میں پھینک دیا۔ تین شب و روز آپ کنویں میں رہے۔ وہاں ایک قافلہ آیا' قافلے والوں نے آپ کو نکال لیا اور مصر لیجا کر بیچ دیا۔ عزیز مصر نے اپنی بیوی صاحبہ زلیخا کے کہنے پر آپ کو خرید لیا۔ آپ پر فریفتہ ہو گئی آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی الہیٰ "مجھے اس سے بچا" لہٰذا آپ کو جیل خانے بھجوا دیا گیا۔ ۶ سال عزیز کے گھر رہے اور سات سال زنداں میں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مصر کی بادشاہی عطا فرمائی۔ ۴۰ سال کے بعد اپنے والد گرامی کو مصر بلایا۔ گویا چالیس سال تک فراق رہا۔ ۸۰ سال آپ فرمانروا رہے۔ پہلے ہی دور حکومت میں پوری دنیا میں قحط پڑا ساری دنیا غلہ لینے کے لیے مصر کی طرف پلٹ آئی۔ آپ نے سب کو غلہ تقسیم کیا۔ جب تک قحط رہا آپ نے پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا۔ ۱۱۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ پوتے اور پڑوتے دیکھے۔

آپ کی شادی زلیخا سے ہوئی اسی پر زیادہ علماء کا اتفاق ہے۔ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے بھی اپنی کتاب تفسیر معارف القرآن میں یہی لکھا ہے۔ آپ کے دو بیٹے ہوئے افرائیم اور منشا علیہما السلام بعض لوگ محترمہ زلیخا کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں اور نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ان کی غلطی ہے۔ زلیخا محترمہ سے کوئی فعل سرزد نہیں ہوا۔ شریعت ایسی حرکات پر مواخذہ نہیں کرتی لطیفہ فقیر کا ایک دوست ایک شخص کو لیکر میرے پاس آیا۔ وہ شخص مائی صاحبہ کے بارے میں نازیبا کلام کرتا تھا۔ فقیر نے اسے کہا "تعجب ہے تم ان پاکیزہ لوگوں کے بارے میں تحقیق کرتے پھرتے ہو! تم اپنی ماں اور دادی کے بارے میں تحقیق کیوں نہیں کرتے کہ انہوں نے تمہیں تمہارے باپ دادا کے نطفہ سے جنا ہے یا کسی غیر نطفہ سے ہو۔ وہ بیخ پا ہوا لیکن اس سے جواب نہ بن پڑا اور چلا گیا آپ کی زندگی سورۃ یوسف میں مکمل دی گئی ہے

جو ہر انسان کے لیے چراغ راہ ہے۔ آپ کی پوری زندگی پر نظر رکھ کر آیت مذکورہ کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

(۶) حضرت داؤد علیہ السلام

ان کا نسب نامہ یہ ہے حضرت داؤد یسی بن عوبید بن یوعز بن سلمون بن نحسون بن عمیناداب بن رام بن حصرون بن فارض بن یہود ابن یعقوب علیہ السلام (توراۃ باب روت آیت ۱۸ تا ۲۲) آپ اپنے باپ کے ساتویں بیٹے تھے۔ چھ بھائی ان سے بڑے تھے۔ ان کی ابتدائے شہرت کا باعث وہ جنگ ہوئی جو فلسطینی اسرائیلیوں سے کر رہے تھے۔ فلسطینی فوج میں ایک بہادر جالوت تھا جس کا قد چھ ہات ایک بالشت تھا۔ وہ پیتل کی خود زرہ اور موزے پہنا کرتا تھا۔ چالیس دن تک وہ میدان جنگ میں نکل کر مبازر طلب کرتا رہا۔ اسرائیلیوں میں سے کسی کا حوصلہ نہ ہوا کہ اس کے مقابلہ پر جائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے تین بھائیوں کی خبر لانے کے لیے رزم گاہ میں گئے وہاں انہوں نے سنا کہ ساؤل بنی اسرائیل نے اس شخص کے قاتل کے لیے اپنی بیٹی بیاہنے اور انعامات دینے کا وعدہ کیا ہے۔

حضرت داؤد علیہ اسلام بادشاہ سے اجازت لیکر مقابلہ پر گئے اور جالوت کو مار ڈالا۔ **قتل داؤد جالوت** القرآن بعد ازاں حضرت داؤد علیہ السلام فوج کے سپہ سالار بنے اور پھر بادشاہ کے داماد بن گئے۔ بادشاہ آپ کی روز افزوں ترقی سے حسد کرنے لگا۔ آخر ساؤل بادشاہ نے فلسطینیوں سے شکست کھا کر خود کشی کر لی اور ولی عہد نے بھی خود کشی کر لی۔ تب بنی اسرائیل نے اتفاق رائے سے حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ آپ نے چالیس سال تک نہایت کامرانی اور اقبال کے ساتھ سلطنت کی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی ازواج کی تعداد ۹۹ تھی۔ ۱۸ صاحبزادے اور ۱۷ صاحبزادیاں تھیں۔ لیکن وراثت داؤد صرف سلیمان علیہ السلام کو ملی۔ آپ کو اللہ تعالے نے بہت اچھا لحن عطا فرمایا تھا۔ جب آپ زبور شریف پڑھتے تو جنگلوں کے چرند پرند جمع ہو کر آپ کے پاس جمع ہو جاتے اور روتے رہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا انتقال نبی اکرم

ﷺ سے تقریباً" ۱۵۸۶ سال قبل ہوا۔ اس وقت ان کی عمر ۱۵۰ سال تھی۔ بعض نے ستر سال لکھی ہے لیکن ۱۵۰ سال زیادہ قوی ہے۔

(۷) حضرت سلیمان علیہ السلام

آپ داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و حکمت عطا فرمائی۔ آپ بنت سبع دختر انعام کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ نے شاہ مصر کی بیٹی سے شادی کی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے اس قدر نوازا کہ ہر ذی جاں وغیرذی جان مخلوق آپ کے تابع تھی۔ جن و بشر ہوا حشرات الارض حیوانات' نباتات سب آپ سے ہمکلام ہوتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر شروع کی تھی جسے آپ نے مکمل کیا۔ اصل مسجد بیت المقدس کی لمبائی ۶۰ ہاتھ چوڑائی ۲۰ ہاتھ اونچائی ۳۰ ہاتھ تھی۔ اس کے ارد گرد مکانات بنائے گئے تھے۔ اس عمارت کو جنوں نے بنایا تھا۔ آپ کا ذکر قرآن مجید میں شرح و بسط کے ساتھ ہوا ہے۔ آپ نے چالیس سال تک پورے عروج و اقبال کے ساتھ حکومت کی۔ آپ کا عہد بالکل پر امن تھا۔ آپ کا انتقال نبی ﷺ سے تقریباً ۱۵۴۶ سال قبل ہوا۔ بیت المقدس میں دفن ہوئے۔

(۸) حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام

نسب نامہ حضرت ایوب بن آموس بن رازخ بن روم بن عیص بن اسحٰق علیہم السلام آپ ارض عوض میں (ایشیائے کوچک) میں رہتے تھے۔ آپ کے سات بیٹے تین بیٹیاں تھیں۔ اہل مشرق میں ان سا کوئی مالدار نہ تھا۔ جب ابتلا میں ڈالے گئے تو ان کے سب بیٹے بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے ہاں دعوت پر مدعو تھے کہ سخت آندھی سے مکان کی چھت گر گئی۔ اسی دوران حضرت ایوب علیہ السلام کو اطلاع دی گئی کہ آسمان سے آگ برسی اور سب گھوڑے' اونٹ' بیل' بھیڑ بکری' نوکروں کو جلا دیا اطلاع دینے والا اکیلا بچا جو بھاگ کر اطلاع دینے آیا۔ ایک تیسرے خادم نے اطلاع دی کہ ملک کے لوگ آپ کے مویشیوں کو لوٹ کر لے گئے ملازمان کو قتل کر گئے۔ اسی دوران ایک

ملازم نے اطلاع دی کہ قوم کسدی کے لوگوں نے تین طرف سے حملہ کر کے نوکروں کو تہ تیغ کر دیا۔ آپ نے سب کی سنی اور کچھ کہے بغیر سجدہ ریز ہو گئے اور عرض کی الٰہی میں اپنی ماں کے بطن سے اکیلا ہی پیدا ہوا تھا اور اکیلا ہی پیش ہوں گا۔ بعد ازاں آپ کے جسم میں خارش ہوئی کھجانے سے وہاں پھوڑے بن گئے۔ اس طرح سارا جسم پک گیا لیکن اب بھی آپ کی زبان سے کوئی شکوہ نہ نکلا اس وقت ان کا بستر فقط راکھ کا ہوتا تھا۔ یہ مصیبت ۷ سال یا تیس سال یا کم و بیش رہی۔ آپ نے عرض کیا **انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین** اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (اے محبوب ایوب کی مصیبت ملاحظہ ہو انہوں نے پکارا) مجھے تکلیف پہنچی ہے۔

تو ارحم الراحمین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ازکفن برجلک هذا مغسل بارد و شراب

میرے صابر نبی! زمین پر اپنا پاؤں ماریئے یہ ٹھنڈا چشمہ ہے نہانے اور پینے کا اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا پھر سات بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ مال و اموال پہلے سے دوگنا عطا کیا گیا۔ بعض کا کہنا ہے کہ وہی بیٹے اور بیٹیاں دوبارہ زندہ کر دی گئیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بھی مشکل بات نہیں۔ آپ نے اپنی اولاد کی کئی پشتیں دیکھیں۔ ۱۴۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ کا زمانہ حضور ﷺ سے اکیس سو سال پیشتر کا ہے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً

علی حبیبک خیر الخلق کلهم

(۹) حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام

آپ کا نسب نامہ یوں ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بن عمران بن' یصہر بن قاہث بن لاوی بن سیدنا یعقوب علیہ السلام۔ آپ کے حالات قرآن مجید اور تورات شریف میں مفصل موجود ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ پیدائش سے قبل ہی ابتلا میں مبتلا ہوئے۔ پیدائش سے قبل ہی نجومیوں کی پیشین گوئیوں کے باعث آپ کی تلاش شروع ہوئی لیکن اللہ تعالے کی قدرت کہ جو آپ کی تلاش میں تھا اور آپ کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کی گود میں آپ کو پرورش کیا۔ فرعون کے محل ہی میں پروان چڑھے۔ ایک شخص آپ کی معمولی ضرب سے مارا گیا۔ آپ مدین چلے گئے وہاں سیدنا شعیب علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ان کی بیٹی حضرت صفورا سے نکاح ہوا۔ واپس آ رہے تھے کہ کوہ طور سے تجلی نے اپنی طرف مائل کیا اور نبوت و رسالت کا مژدہ ملا۔ فرعون سے خوب مقابلہ رہا۔ آخر آپ بنو اسرائیل کو لیکر مصر سے باہر آئے۔ بحر قلزم سے بارہ راستے پیدا ہوئے۔ اسرائیلی ان سے گزر کر پار ہوئے فرعون مع لشکر کے غرق ہوا۔ اس کے بعد جس قوم کی رہائی کے لیے مبعوث ہوئے اسی قوم نے آپ کو تازیست پریشان رکھا۔ نافرمانیاں کرتے رہے اور آپ کو ستاتے رہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

واذا قال موسی لقومه یقوم لم تو ذوننی فقد تعلمون انی رسول اللّٰه الیکم فلما زاغوا ازاغ اللّٰه قلوبهم واللّٰه لایهدی القوم الفسقین (۵ : ۶۱)

(اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔ اللہ فاسق لوگوں کو راہ نہیں دیتا) اسی طرح آپ کی پوری زندگی بسر ہوئی۔ بچپن سے لے کر آخری دم تک مصائب میں مبتلا رہے اور اپنے منصب پر قائم رہے۔ حضور ﷺ کو حکم ہوتا ہے آپ ﷺ افضل الانبیاء ہیں سابقہ انبیاء کی طرح اپنے منصب پر قائم رہیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام ۱۲۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور وادی موآب م
دفن ہوئے ان کا زمانہ نبی کریم ﷺ سے تقریباً ۲۰۴۲ پیشتر ہے۔

(۱۰) سیدنا ہارون علیہ السلام

آپ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی ہیں۔ ایک سال بڑے ہیں - سی
موسیٰ علیہ السلام کو جب نبوت رسالت سے نوازا گیا تو آپ نے اپنے بھائی کے لیے
نبوت طلب کی آپ کی یہ التجا قبول ہوئی۔ آپ اپنے بھائی کے ساتھ ساتھ رہے۔ ق
نے آپ کو بھی بہت تنگ کیا ۔ حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا
اے علی تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون لیکن خبردار ہارون نبی ۔
اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔" حضرت ہارون علیہ السلام اپنے بھائی سیدنا مو
علیہ السلام سے تین سال قبل فوت ہوئے۔

(۱۱) حضرت زکریا علیہ السلام

زکریا دو ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جن کا ذکر مجموعہ بائبل "کتاب زکریاہ" میں شا
ہے یہ زرو بابل کے ہم عصر ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ صدی پیشتر ان
زمانہ ہے۔ بائبل کے کتاب کزریاہ باب اول پہلی آیت یوں ہے۔ "دارا کے دوسر
برس کے آٹھویں مہینے میں خداوند کا کلام زکریاہ نبی بن برکیاہ بن عدو پر نازل ہوا۔"
لیکن قرآن مجید کی سورہ انعام اور سورہ آل عمران میں جن زکریا علیہ السلام
ذکر ہے وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خالو اور بی
المقدس کے امام اور متولی ہیں۔ حضرت مریم علیہا السلام کے کفیل اور مربی ہیں۔ ا
تعالیٰ نے سورۃ مریم کے شروع میں جو ان کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے
انبیاء علیہم السلام میں انہیں ایک خاص مقام حاصل ہے۔
کھیعص ○ ذکر رحمت ربک عبدہ زکریا ○(۱،۲ : ۱۹) یہ ذ
تیرے رب کی رحمت کا جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی) ک ھا یا عین صاد اسما
الٰہی میں سے ہیں۔ مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یوں دعا کیا کرتے تھے۔

کھیعص اغفرلی۔

اللہ تعالیٰ کے پانچ ناموں کو پکار کر اپنی بخشش طلب کرتے۔ بعض کے نزدیک **کھیعص** اسم اعظم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پانچ اسماء الحسنیٰ کے ساتھ حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ اے محبوب تیرے رب کی خاص رحمت کا سزاوار اس کا بندہ زکریا تھا۔ پھر اگلی آیت میں ان کی دعا کا انداز بیان فرمایا کہ وہ چپکے چپکے آہستہ آہستہ اسی سال کی عمر میں اپنے رب سے اولاد طیب کی دعا کر رہے ہیں۔ حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ نے کچھ ایسے ہی انداز میں عرض کیا ہے ۔

رقیباں گوش برآواز او درناز من ترساں
سخن گفتن چہ مشکل بود شب جائیکہ من بودم

یہاں زکریا علیہ السلام کا انداز دعا بیان کیا جا رہا ہے کہ رب کے حضور آواب دعا کیا ہیں وہ زکریا علیہ السلام میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ اے محبوب اسی پیارے پیارے انداز کو اپنایئے اور اپنی امت کو تعلیم کیجئے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے پیارے انداز میں دعا کیا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے ۸۰ سال کی عمر میں آپ کو طیب و مصدق مسیحؑ سید اور نبوت سے سرفراز، اپنی رحمت خاص کا سزاوار بیٹا عطا فرمایا۔ جن کا نام نامی اسم گرامی خود خدا تعالیٰ نے رکھا اور اپنے نبی زکریا کو یوں خوشخبری سنائی۔

یزکریا انا نبشرک بغلمه ن اسمه۔

اے زکریا ہم تجھے خوشی سناتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہے۔

(۴) سیدنا یحییٰ علیہ السلام

اس کے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی نہ کیا ○ (۸ : ۱۹) اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی "اے یحییٰ کتاب (توراۃ) مضبوط تھام لو اور ہم نے اسے بچپن میں نبوت دی ○ اور اپنی طرف سے مہربانی اور ستھرائی اور کمل ڈر والا تھا ○ اور اپنے والدین سے اچھا سلوک کرنے والا تھا۔ زبردست اور نافرمان نہ تھا ○ اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن مردہ اٹھایا جائے گا۔"

(۱۰۔ ۱۴: ۱۹) اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو مندرجہ ذیل خوبیوں سے خصوصی نوازا (۱) مہربان (۲) پاک صاف ایسے کہ بیوی سے بھی پاک (۳) اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے (۴) والدین سے حسن سلوک کرنے والے (۵) اللہ تعالیٰ اور والدین کے فرمانبردار۔

آپ کو تین سال کی عمر میں فہم و ادراک کے ساتھ ساتھ نبوت کا منصب عطا فرمایا گیا۔ اللہ تعالیٰ سے اس قدر ڈرنے والے تھے کہ آپ کے والد محترم آپ کی موجودگی میں دوزخ اور قیامت کا ذکر نہ کرتے تھے کیونکہ جب آپ دوزخ اور قیامت کا ذکر سنتے چیخ مارتے اور جنگل میں چلے جاتے۔ وہاں روتے رہتے۔ جنگلی جانور آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور آپ کے ساتھ روتے۔ عام گذریوں کو شکایت تھی کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے رونے سے ہماری بکری بھیڑوں کے ریوڑ نہیں چرتے ہیں اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے گرد جمع ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے اشک بہنے لگتے ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام آپ کو تلاش کر کے لاتے اور ان کے سامنے آخرت کا ذکر نہ کرتے لیکن آپ چھپ کر بیٹھے رہتے جب زکریا علیہ السلام دیکھتے کہ یحییٰ موجود نہیں تو آخرت کا ذکر کرتے۔ یحییٰ علیہ السلام روتے ہوئے پھر جنگل کی راہ لیتے۔

آپ کے ہاتھ پر جو توبہ کرتا اسے پانی میں غسل دلایا کرتے تھے پتسما (Baptasama) کی رسم عیسائیوں میں اسی سے شروع ہوئی (پتسما کے معنی پانی چھڑکنا۔ پانی میں غوطہ دینا۔ عیسائی جب کسی شخص کو اپنے مذہب میں داخل کرتے ہیں تو اسے پانی میں غوطہ دیتے ہیں یا اس پر پانی چھڑکتے ہیں) (اسلام میں بھی مسلمان بنانے سے پہلے غسل کا حکم دیتے ہیں)

حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے اور مسیح علیہ السلام سے چھ سال قبل تبلیغ شروع کر دی تھی۔

ان دنوں اس ملک کا بادشاہ ہیرو دیس رومی تھا اس کے ناجائز تعلقات اپنے بھائی فیلوس کی جورو سے تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام حاکم کے اس فعل قبیحہ پر نکتہ چینی

فرماتے تھے۔ حاکم نے آپ کو قید کر دیا۔

حاکم کی بھاوجہ کا نام ہیرو دیاس تھا وہ ہمیشہ حاکم کو یوحنا (یحییٰ علیہ السلام) کے خلاف بھڑکایا کرتی تھی مگر حاکم اس کی بات نہ سنتا تھا۔ ہیرو دیاس کی سالگرہ کا دن آیا ہیرو دیاس کی لڑکی اپنے چچا کے سامنے بن ٹھن کر آئی اور ناچ گانے کا رنگ رچایا۔ حاکم بہت خوش ہوا کہنے لگا جو مانگو گی وہی ملے گا۔ لڑکی نے اپنی ماں کی سکھلاوٹ پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مانگا۔ حاکم نشے اور مستی میں سرمست تھا جلاد کو حکم دیا فوراً یحییٰ (علیہ السلام) کا سر ان کے بدن سے علیحدہ کر کے پیش کیا جائے۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ حاکم نے آپ کا سر بھتیجی کے حوالہ کیا اور اس نے ماں کو تحفہ پیش کر دیا۔ اس طرح آپ کی شہادت رونما ہوئی۔ یہ واقعہ ۳۰ء کا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ولادت سے ۵۴۱ سال پہلے کا ہے۔

پھر انہیں فکر لاحق ہوئی کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد نبی ہیں اور مستجاب الدعوات ہیں لہٰذا ہیرو دیاس نے حاکم سے کہا کہ زکریا علیہ السلام کو بھی قتل کیا جائے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو اس بات کا علم ہوا تو ایک درخت میں روپوش ہو گئے حاکم کے ملازم آپ کو تلاش کرتے وہاں پہنچے تو شیطان نے شیخ نجدی بن کر کہا کہ زکریا علیہ السلام نے اس درخت میں پناہ لے رکھی ہے۔ سب پریشان ہوئے کہ اب کیا کیا جائے شیطان نے کہا "تمہارا مقصد تو انہیں قتل کرنا ہے اور آرہ کی شکل تیار کرنے کو کہا۔ اخبثین آرا بنا لائے اور درخت کو چیرنے لگے جب آرہ آپ کے بدن کے قریب پہنچا تو غیب سے یوں آواز مسموع ہوئی۔

تڑپنا اس طرح بلبل کہ بال و پر نہ ہے
ادب ضرور ہے شاہوں کے آستانہ کا

بالآخر آپ کو آرے سے کاٹ کر شہید کر دیا گیا۔

(۱۴) حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا عبرانی نام یسوع ہے۔ آپ کے خاندان کے افراد کے نام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خانوادہ عالی کے افراد کے مطابق ہیں۔

آپ کا نام یسوع ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ اول یوشع بن نون علیہ السلام کی یادگار میں رکھا گیا تھا۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام مریم ہے جو خواہر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام تھا۔ آپ کے ماموں کا نام ہارون تھا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی کا نام ہارون تھا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نانا کا نام عمران تھا اور موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام بھی عمران تھا۔ قرآن مجید میں کئی جگہ پر آپ کا ذکر آیا ہے خصوصاً سورۃ ال عمران اور سورۃ مریم میں مفصل بیان ہے۔

جب سیدہ مریم صدیقہ علیہا السلام اپنی والدہ محترمہ کے بطن مطہرہ میں تھیں تو ان کی والدہ حنہ نے یہ نذر مانی کہ وہ اپنے پیٹ کے پھل کو محرر آزاد بیت المقدس کی خدمت کے لئے مخصوص کریں گی۔ لیکن جب لڑکی پیدا ہوئی تو وہ حیران رہ گئیں کہ لڑکی کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے قبول نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن وہ نیک خاتون اپنی نیت اور منت کے مطابق حضرت مریم کو بیت المقدس لے گئیں۔ یروشلم کے اراکین نے فیصلہ کیا کہ لڑکی کو خدمت کے لئے قبول کر لیا جائے لیکن کفالت کے لئے اختلاف ہوا تو فیصلہ یوں ہوا کہ ہر متولی اپنی قلم دریا میں ڈالے۔ جس کی قلم ڈوب جائے وہ کفیل نہ بنے۔ لہٰذا قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکلا کہ ان کا قلم تیرتا رہا۔

جب حضرت مریم علیہما السلام جوان ہوئیں تو ان کے سامنے جبرئیل نے آکر کہا کہ ان کے بطن سے حضرت عیسیٰ پیدا ہوں گے۔ آپ نے تعجب سے فرمایا۔ قالت رب انی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر" "اے رب میرے بیٹا کیسے ہو گا مجھے تو کسی مرد نے چھوا نہیں فرمایا یونہی۔ قرآن مجید سورۃ مریم اور سورۃ ال عمران میں مکمل بیان ہے۔ بشارت کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ قوم نے حضرت مریم کو برا بھلا کہا۔ آپ نے اشارہ سے بچے کی طرف رجوع کرنے کو کہا" حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گود مادر میں فرمایا۔

"میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے کتاب (انجیل) دی گئی ہے اور مجھے نبی بنایا گیا ہے۔"

آپ تیس سال تک یہودیوں کی حالت پر غور کرتے رہے آخر تبلیغ شروع کی

آپ تبلیغ میں اتنے سرگرم تھے کہ ایک رات سے زائد کسی مقام پر نہ ٹھہرتے تھے۔ آپ نے فلسطین کی ہر بستی میں اپنی آواز کو پہنچایا۔ تین سال تک تبلیغ فرماتے رہے۔ قوم آپ کی دشمن ہو گئی اور آپ کو سولی دینے کے لئے تل گئی۔ آپ اپنے حجرہ میں عبادت میں مشغول تھے کہ دشمنان نے ایک شخص کو آپ کی تلاش میں بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی شکل عیسیٰ علیہ السلام جیسی بنا دی اور آپ کو آسمان پر زندہ اٹھا لیا گیا۔ لوگوں نے اپنے ہی آدمی کو عیسیٰ سمجھ کر سولی دے دیا اگرچہ وہ شور مچاتا رہا لیکن کسی نے نہ بات نہ سنی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں۔

"نہ ان کو ' دیا گیا۔ نہ قتل کیا گیا لیکن لوگوں کو شبہ لگا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا۔" (القرآن)

اس تین سال کی تبلیغ میں آپ کو ۱۲ شاگرد میسر آئے۔ لوقا کا مصنف ۲۴ کی تعداد بتاتا ہے۔

(۱۴) حضرت سیدنا الیاس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام کا نام الیاس بھی ہے لیکن اس آیت میں حضرت ادریس علیہ السلام مراد نہیں ہیں کیونکہ اس آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کا ذکر ہے اور حضرت ادریس حضرت نوح (علیہما السلام) کے آبائے کرام سے ہیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے۔ الیاس بن بتا بن فخاص بن عمیراء بن ہارون علیہ السلام ان کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۹۰۰ سال پیشتر کا ہے۔ مشہور ہے کہ آپ قیامت تک زندہ ہیں اور پانی کی مخلوق کی رہنمائی کرتے ہیں۔ بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں لیکن اولیاء کرام کے ساتھ تواتر سے ان کی ملاقات ثابت ہے لہٰذا انکار مشکل ہے۔

(۱۵) حضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے فرزند ہیں جو ام المسلمین حضرت سیدہ ہاجرہ خاتون رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ فلسطین ان کا مولد اور مکہ معظمہ دار الہجرت ہے اور

مصر میں ان کے ننھیال ہیں۔ حجاز' یمن' حضرموت ان کا موضع تبلیغ تھا۔ خانہ کعبہ کی تعمیر میں اپنے والد کا ساتھ دیا۔ کعبۃ اللہ کے پہلے متولی تھے۔ مصری' بابلی' فلسطینی عربی زبان پر مکمل عبور تھا۔ آپ کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ۲۲۴۰ سال قبل کا ہے۔ آپ کی ایک شادی مصر میں اور دوسری شادی عرب میں ہوئی۔

اولاد عرب شہزادی سے ہوئی۔ بارہ بیٹے ہوئے ہر ایک اپنے قبیلہ کا سردار تھا اور جداگانہ علاقہ کا حکمران تھا۔ ان کی دختر کی شادی حضرت اسحاق علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت عیسو سے ہوئی تھی۔ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم آپ کے دوسرے بیٹے حضرت قیدار کی اولاد سے ہیں جن کا نام بائبل میں بکثرت آتا ہے۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام برکات الٰہی میں برابر ہیں لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چند فضائل حاصل ہیں۔

(۱) آپ بیت الحرم کے بانی اور محافظ ہیں۔

(۲) آپ ذبیح اللہ ہیں اگرچہ مسلمانوں اور اہل کتاب میں یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے۔ لیکن قرآن مجید حضرت اسماعیل کے ذبیح ہونے کی شہادت دیتا ہے۔

(۳) ان کا رقبہ تبلیغ بہت وسیع تھا اور انہوں نے اپنی تبلیغ کو عرب کے سب خاندانوں میں پہنچا دیا تھا۔

(۱۶) حضرت سیدنا الیسع علیہ السلام

آپ کے بارے میں اختلاف ہے کہ آپ ہی یوشع بن نون ہیں یا الیسع بن اخطوب بن عجوز ہیں۔ یا الیسع سے مراد یسعیاہ ہیں جن کا بائبل کے مجموعہ میں ذکر ہے اور بہت سی پیشین گوئیاں آپ نے کی ہیں۔ ان کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۳۲۰ سال کا معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

(۱۷) حضرت سیدنا یونس علیہ السلام

آپ کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ صافات و انعام اور نساء میں ہے۔ سورۃ یونس آپ کے نام سے ہے۔ آپ کا نسب نامہ حضرت بنیامین بن یعقوب علیہ السلام سے ملتا

ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد کا زمانہ ہے۔ آپ کو نینوا شہر کے لئے مبعوث فرمایا گیا۔ وہاں ایک لاکھ سے زیادہ لوگ آباد تھے۔ آپ ان کو تبلیغ فرماتے رہے انہوں نے آپ کی مخالفت کی آپ نے تین دن کا وعدہ کیا کہ تم پر عذاب آ جائے گا۔ آپ بستی سے باہر چلے گئے۔ وہ لوگ آپ کو نہ پاکر مسلمان ہو گئے۔ آپ بوجہ شرمندگی کہ لوگ کہیں گے کہ عذاب نہیں آیا کشتی میں بیٹھ کر دوسرے شہر کی طرف چلے۔ کشتی بھنور میں پھنسی۔ آپ نے کشتی میں بیٹھے لوگوں سے فرمایا کہ مجھے دریا میں ڈال دو میں اپنے رب کا نافرمان ہوں۔ پہلے لوگ نہ مانے جب اپنی جان کے لالے پڑے تو آپ کو دریا میں ڈال دیا۔ آپ کو ایک مچھلی نے نگل لیا اور چالیس دن تک آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ مچھلی نے آپ کو سارے سمندروں کی سیر کرائی۔ تمام مچھلیاں اس کا طواف کرتی تھیں آخر پیٹ سے نکال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قریب کدو کی بیل اگائی جو آپ کی خوراک بنی پھر تندرست ہو کر بستی نینوا میں تشریف لائے تمام لوگ مع بادشاہ مسلمان ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے یونس بن متی سے افضل نہ کہو ان پر ساری قوم ایمان لے آئی تھی" یہ حضور ﷺ کی کسر نفسی ہے۔ آپ کو صاحب الحوت بھی کہا گیا ہے اور ذالنون بھی قرآن نے کہا ہے۔

(۱۸) حضرت سیدنا لوط علیہ السلام

آپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے ہیں - سفر ہجرت کے رفیق اور ساتھی ہیں مصر سے واپس آنے کے بعد آپ اردن میں اترے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل سدوم کی ہدایت کے لیے آپ کو مبعوث کیا - وہ لوگ مردوں سے غیر فطرتی کام کرتے تھے۔ آپ نے انہیں بہت منع کیا لیکن وہ اپنی قبیح حرکتوں سے باز نہ آئے۔

جس رات اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ حضرت سارہ علیہ السلام زوجہ مکرمہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی اسی رات اس قوم پر عذاب آیا۔ جبریل علیہ السلام نے ان کی بستیوں کو اٹھایا اور آسمان تک لے گئے اور پھر الٹ دیا۔ لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھی جو ایمان لائے تھے محفوظ رہے۔ علیہ السلام

اب آیت کریمہ فبھدٰھم اقتدہ پر غور فرمائیں۔

اصول نسب کی بنیاد پر نبی ﷺ کو یہ خاص شرف حاصل ہے کہ قیامت کے دن جملہ حسب نسب ختم ہو جائیں گے صرف حضور ﷺ کا انتساب باقی رہیگا۔

اصول حکمت کی بنیاد پر غور فرمائیں کہ حضور ﷺ ہی نے عرب کو پنجہ اغیار سے چھڑایا

آیت بالا میں حضور ﷺ کو جملہ انبیائے کرام کی صفات عالیہ اپنے اندر جمع کرنے کا حکم ہے کیونکہ موافقت اخلاق اسی طریقہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ○

گویا یہ فرمایا گیا ہے کہ نبی ﷺ کو حسب و نسب میں خود بلندیوں کا مالک ہونا چاہیے ۔ لوگوں کو حضرات نوح و ابراہیم اور اسحق و یعقوب کی جانب انتساب سے مستغنی کر دینا چاہیے۔ لوگ فقط حضور ﷺ ہی کا نام لیں ۔ آپ کو سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرح عرب کے قبیلوں اور شعوب کو متحد بنا دیں اور سب ملکر قوم واحد بلکہ شخص واحد کی شان پیدا کر لیں۔

نبی ﷺ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح امن اور صلح و آشتی سے ملک کو سرسبز و شاداب بنا دینا چاہیے۔ نیز عبادت خداوندی کے لیے ایک ایسا عبادت خانہ تیار کرنا چاہیے جو تقدیس میں بیت المقدس سے بڑھ کر اور اعداء کی دست برد سے بالاتر ہو۔

نبی ﷺ کو صبر ایوبی کا وہ نمونہ دکھانا چاہیے کہ وما صبرک الا باللہ کا نمونہ ہو۔

آپ ﷺ کو یوسف علیہ السلام کی طرح عفو کا نمونہ اعداء و اشقیاء کو ایسا پیش کرنا چاہیے کہ ان کے کینہ اور غل کا پورا پورا مان بھی ہو جائے اور آئندہ کے لیے ان کے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت پیدا ہو جائے۔

آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی طرح اپنی براہین صادقہ سے فرعون جیسے لوگوں کی اصلاح فرمائیں۔ لہٰذا

حضور ﷺ کی شان ہدایت ہے یعنی آپ ﷺ اس شان کے ہادی اعظم ہیں کہ

آپ ﷺ نے ہارون علیہ السلام کی طرح منبر کو اپنے خطاب سے اور محراب کو اپنی امامت سے سربلند فرمایا۔ بے جانوں میں جان ڈالی۔ سوکھی ہوئی نخلوں کو درد محبت کا شناسا بنا دیا۔

آپ ﷺ ہی کی شان ہے کہ زکریا علیہ السلام کی طرح دنیا کو دعا کی طاقت سے باخبر فرمایا اور آداب دعا سکھائے۔

نبی مکرم ہادی عالم ﷺ نے جنگل کے شہد کھانے والے بیابان کا پانی پینے والے جنگلوں میں یاد خدا کرنے والے حضرت یحیٰ علیہ السلام کی طرح خشک کھجوروں اور آب مقطر کو اپنی اور اپنے اہل بیت کی مستقل غذا قرار دیا۔ اہل و عیال رکھنے والے نبی کے گھر میں مہینوں تک چولہا روشن نہ ہوا۔

حضرت الیاس علیہ السلام خشک لبوں اور بیابان نوردوں کو سیراب کرنے میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ ادھر نبی ہادی زماں نے سنگلاخ زمینوں پر معرفت حقانی کے چشمے بہا دیئے اور ہر تشنہ لب کے سامنے جامہ کوثر لے کر خود آگے بڑھے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی عمارت کو مکمل کیا حضور ﷺ نے کعبہ کو جن و انس کا قبلہ قرار دیا۔

سیدنا یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں بھوکے پیاسے رہے۔ حضور ﷺ غار کے پیٹ میں سکون پذیر ہوئے۔ یونس علیہ السلام کی زبان پر استغفار تھا اور حضور ﷺ کی زبان اطہر معیت الٰہی کے عرفان سے گہرریز تھی۔

سیدنا لوط علیہ السلام نے لوگوں کو حرام کاری سے روکا۔ ہادی عالم ﷺ نے ان تمام قباحتوں کو حرام قرار دیا۔

آپ ﷺ ہی ہادی عالم، ہادی اعظم ہیں کہ تمام پیغمبروں کی تبلیغ کے نفس نفیس ہادی ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۳۰) سیدنا **مومن** ﷺ (۱۳۶ = ۱۰)

(۳۱) سیدنا **مھیمن** ﷺ (۱۴۵ = ۱۰)

اللہ رب العزت کے اسماء الحسنیٰ میں سے مومن اور مھیمن ہیں مومن (امان بخشنے والا) اپنے انبیاء سے معجزات کا اظہار کر کے ان کی رسالت کی تصدیق فرماتا ہے اور اپنے اولیاء سے کرامات کا اظہار کر کے ان کی ولایت کی تصدیق فرماتا ہے اور اپنے دوستوں کو عذاب سے امن دیتا ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی وحدانیت اور الوہیت کو اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال کر امان دیتا ہے۔

مھیمن کے معنی شاہد اور حافظ کے ہیں اور یہ بھی معنی ہیں کہ کسی خوفزدہ کو خوف سے امان بخشنے والا علماء کہتے ہیں کہ مہیمن کا اصل **امن فھو موامن** ہے پہلا ہمزہ "ھ" سے اور دوسرا ہمزہ "یا" سے بدل دیا گیا تو مہیمن بن گیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مومن و مہیمن اور امین ہیں۔ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کا نام امین رکھا اور فرمایا۔

مطاع ثم آمین ○ (۸۱ : ۲۱) اس کا حکم مانا جاتا ہے' امانت دار ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام قبل از نبوت اور بعد از نبوت صفت امین سے مشہور و معروف تھے۔ اپنے بیگانے سب آپ ﷺ کو امین اور صادق کہتے تھے۔ آپ ﷺ کا نام مومن ہے کہ اپنی امت کو امن کا پیغام دینے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو کافروں سے امن دلایا۔ آپ ﷺ پر ایمان لانے والا قبر کے عذاب سے امن میں رہے گا کہ حضور ﷺ نے اسے اپنی اطاعت امن دے دی۔ قیامت کے دن جب لوگ گرمی میں بھن رہے ہوں گے اس وقت آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما کر لوگوں کو امن دلائیں گے اس لئے آپ ﷺ مومن ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا۔ **انا امنته لا صحابی** میں اپنے صحابہ کی جائے پناہ ہوں۔ (مدارج النبوت)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی صفت مہیمن سے بھی متصف فرمایا ارشاد فرمایا
وانزلنا الیک الکتب بالحق مصدقا لما بین یدیه من الکتب و مهیمنا علبه فاحکم بینهم بما انزل اللّٰه (۴۸:۵)
(اے محبوب ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور ان پر (تم کو) محافظ و گواہ (کیا) تو ان میں فیصلہ کرو اللہ کے اتارے سے)
حضرت شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجاہد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس جگہ مہیمن سے مراد حضور ﷺ ہیں۔ گویا کہ یوں فرمایا۔
جعلنک یا محمد مهیمنا علیه یعنی اے محمد آپ ﷺ کو ہم نے اس پر نگہبان بنایا (صلی اللہ علیہ وسلم)

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلهم



اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمه

(۳۲) سیدنا مقدس صلی اللہ علیہ وسلم

اسماء الحسنی سے ایک نام مقدس ہے۔ اس کے معنی ہر عیب و نقص اور سمت و جہات حدوث سے پاک و منزہ ہیں۔

○ انبیاء علیہم السلام کی کتب میں حضور ﷺ کے اسماء مبارک میں مقدس اسم بھی موجود تھا۔ یعنی نبی آخرالزمان تمام گناہوں سے پاک و صاف ہوں گے۔ حق تعالیٰ آپ ﷺ کی شان میں فرماتا ہے۔

لیغفرلک اللّٰہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر ویتم نعمتہ علیک (۴۸:۲)

(تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کرے) یعنی آپ ﷺ اتنے مقدس محبوب ہیں کہ آپ ﷺ کے سبب سے آپ ﷺ کی امت کے گناہ معاف ہوں گے اور آپ ﷺ کی مغفرت سے پاک ہوں گے اور پاک و صاف کر کے اللہ تعالیٰ اپنی تمام نعمتیں انہیں عطا کردے گا۔ بعض نعمتیں ایسی ہیں کہ یونہی دے دی جاتی ہیں مثلاً

دنیا کی دولت اور دنیا کے کھانے پینے کی نعمتیں لیکن بعض نعمتیں ایسی ہیں جو پاک صاف انسانوں کو عطا کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب لوگوں کو کتاب کا علم سکھاتے ہیں اور پھر جب لوگ کتاب کے علم سے واقف ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو اپناتے ہیں اور حرام شدہ چیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح ان کا جسم پاک صاف ہو جاتا ہے۔ جب دل و دماغ صاف ہو جاتا ہے تو نبی انہیں تزکیہ نفس کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس سے ان کا دل اور روح پاکیزہ ہو جاتی ہے پھر حکمت عطا کردی جاتی ہے۔

یہ مقدس رسول کا کام ہے کہ لوگوں کو گندگیوں سے اٹھا کر پاک اور صاف کرے اور روح کو بالیدگی عطا کر کے انسانوں کو رب العزت کی بارگاہ میں پہنچا دیتا ہے۔ یہی لوگ جو گندگی میں ملوث تھے مقدس نبی نے ان کو اپنی مقدس تعلیم سے اس قابل

بتا دیا کہ وہ نقدس لک کا وظیفہ پڑھنے لگے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

✧✧✧✧✧✧✧



اللهم صل وسلم وبارک علی من اسمه

(۴۴) سیدنا عزیز ﷺ (۹۴ : ۴)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں سورۃ توبہ کی آخری آیت میں فرماتا ہے۔

عزیز علیہ ماعنتم

(اے میرے محبوب کے دامن سے وابستہ لوگو یا اے انسانو) تمہاری تکلیف ان پر گراں گزرتی ہے۔

عزیز کے معنی غالب اور عزت عطا کرنے والا، اپنی رضا سے اپنی طرف رسائی عطا کرنے والا کے ہیں لیکن یہاں عزیز عزیعز کے معنی میں ہے اس کے معنی شاق اور سخت کے ہیں۔ عنت جس سے عنتم بنا ہے کے معنی مشقت، فساد، ہلاکت اور خطا کے ہیں۔ اب یوں معنی ہوں گے جو چیز تمہیں مشقت میں ڈالنے والی، فساد اور ہلاکت کا سبب بننے والی ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت ہی شاق گزرتی ہے۔ دوسرے معنی یوں ہیں کہ تمہاری تکلیف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور تکلیف ہوتی ہے۔ تمہارے درد کو وہ اپنا درد سمجھتے ہیں۔

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعلمین ہیں یعنی ہر مخلوق کے لئے باعث رحمت ہیں اسی طرح عزیز کی صفت بھی سب کے لئے ہے اگرچہ کوئی کافر ہو یا مومن! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کفار کو کفرو شرک میں مبتلا دیکھتے اور خیال فرماتے کہ یہ لوگ کس انجام بد کا شکار ہونے والے ہیں۔ یہ لوگ خود اپنے لئے ہلاکت کا کنواں کھود رہے ہیں اس وقت حضور ﷺ کو ان کی اس حالت کو دیکھ کر صدمہ ہوتا ہے اسی پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین ○ (۲۶ : ۳)

(کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے اس غم میں کہ وہ ایمان نہیں لائے)

فلا یحزنک قولھم (۷۶ : ۳۶)

تو تم ان کی باتوں کا غم نہ کرو یعنی اپنا جی برا نہ کرو۔

ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر (۱۷۶ : ۳)

اور اے محبوب تم ان کا کچھ غم نہ کھاؤ جو کفر پر دوڑتے ہیں۔

غزوۂ بدر میں جب کفار قریش کو مقابلہ پر آنے کی وجہ سے قید کر لیا گیا اور انہیں رسیوں میں جکڑ کر باندھ دیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رات بھر نیند نہ آئی۔ حضور ﷺ کروٹیں بدلتے رہے۔ ایک انصاری نے عرض کیا کہ حضور ﷺ کو کچھ جسمانی تکلیف ہے فرمایا "نہیں لیکن عباس کے کراہنے کی آواز میرے کانوں میں آ رہی ہے اس لئے مجھے چین نہیں پڑتا" انصاری چپکے سے اٹھے اور عباس کی رسیاں ڈھیلی کر دیں۔ انہیں آرام مل گیا تو کراہنا بند ہو گیا اور عباس سو گئے۔ انصاری یہ کام کر کے دوبارہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ حضور ﷺ نے دریافت کیا "اب عباس کی آواز کیوں بند ہو گئی۔" انصاری بولے "میں نے ان کے بندھن ڈھیلے کر دیئے ہیں۔" فرمایا "جاؤ! سب قیدیوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرو۔" جب اطلاع دی گئی کہ سب قیدی اب سکون میں ہیں تب آپ ﷺ کا اضطراب ختم ہوا اور استراحت فرمانے لگے۔

یہ وہی تو قیدی تھے جنہوں نے تیرہ سال تک مسلسل اہل ایمان اور خود سرکار کو ستایا تھا۔ کسی کو آگ پر لٹایا' کسی کو خون میں نہلایا' کسی کو بھاری پتھروں کے نیچے دبایا' کسی کو اذیتوں کے بعد خاک و خون میں سلایا تھا پھر ان پر یہ شفقت کہ ان کی تکلیف برداشت نہیں۔

جب تک حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں تشریف فرما رہے۔ اہل مکہ پر ان کی نافرمانیوں کے باعث عذاب نہیں آیا اگرچہ وہ بار بار یہ کہتے رہے کہ جس عذاب کا وعدہ دیتے ہو لے آؤ۔ ان کے جواب میں اللہ تعالٰی نے فرمایا۔

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم (۸:۳۳)

اور اللہ تعالٰی کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو) اور جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو اللہ تعالٰی نے اہل مکہ پر قحط کی شکل میں عذاب نازل کیا۔ قحط اس شدت کا تھا کہ اہل مکہ بھوک کی وجہ سے آنکھوں کی روشنی کی کمزوری میں مبتلا ہوئے۔ ابوسفیان اموی جو

ہمیشہ مسلمانوں کا دشمن رہا خود دربار رسالت میں آکر حاضر ہوا اور نہایت عاجزانہ عرض کی۔ "ہم حضور ﷺ کے قرابتی ہیں' رحم کے ملتجی ہیں۔ احسان فرمایئے اور دعا کیجئے کہ آپ ﷺ کا پروردگار ہمیں اس قحط سے نجات دے۔ اسی وقت رحمتہ للعلمین نے ثمامہ بن اثال کو جو مسلمان ہو چکا تھا حکم بھیج دیا کہ مکہ میں فوراً غلہ پہنچانے کا بندوبست کرو اس کے علاقہ میں اناج بکثرت تھا اس نے غلہ صرف اس لئے روک رکھا تھا اور تجارت کے منافع کو بھی نظرانداز کر رکھا تھا کہ اہل مکہ دشمنان رسول ہیں۔ اب جو حکم نبوی پہنچا تو آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل ہوئی مکہ معظمہ کے لوگوں کو غلہ بھیجا گیا تو ان کی جان میں جان آئی۔

جنگ طائف میں جب اہل طائف شکست کھا کر محصور ہو گئے حالانکہ وہ ابھی لڑنے کے لئے تیاریاں کر رہے تھے۔ چند دن کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ دشمن محاصرہ کی وجہ سے سخت تکلیف میں ہے اور بھوک کی وجہ سے ان کی ہلاکت قریب ہے تو حضور ﷺ نے فوراً محاصرہ ختم کرنے کا حکم دیا چند صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اب تو قلعہ فتح ہوا ہی چاہتا ہے مگر حضور ﷺ نے ازراہ جود کرم جو حکم دیا تھا اس کی تعمیل کرائی۔ گویا کافروں کی تکلیف بھی گوارا نہیں رسول کریم رؤف رحیم جب کافروں کے لئے اتنے نرم دل ہیں کہ ان کی تکلیف گوارا نہیں۔ تو مومنوں کے لئے آپ ﷺ کے درد کا کیا حال ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مسلمانوں کے لئے آپ ﷺ کی رحمت و شفقت بے پایاں ہے۔

عبادات و معاملات میں ایسی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں کہ امت کو دشواری اور مشکلات سے بچانے کے لئے یا امت کی آسانی کے لئے آپ ﷺ کیسے توجہ فرمایا کرتے تھے۔

آپ ﷺ امت کی تکلیف کو اپنی ذاتی تکلیف اور راحت کو اپنی راحت سمجھتے تھے۔ صحیح بخاری کی مشہور حدیث ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ شب معراج پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا **ان امتک لا تطیق** (آپ ﷺ کی امت میں اتنی طاقت

نہیں) حضور ﷺ رب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور تخفیف چاہی۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے پھر یہی کہا حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے پھر تخفیف چاہی۔ پانچ پانچ نمازیں کم ہوتی رہیں۔ جب پانچ رہ گئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر کہا **ان امتک لا تطیق** حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب مجھے شرم آتی ہے۔ بہرحال موسیٰ علیہ السلام جو اپنی امت کا تجربہ فرما چکے تھے انہوں نے آپ ﷺ کی امت کے ساتھ ہمدردی کا اظہار بار بار کیا اور حضور ﷺ اپنی شان **عزیز علیہ ماعنتم** کے تحت امت کی آسانی کے لئے رب کی بارگاہ میں بار بار تخفیف کے لئے حاضر ہوئے۔

ماہ رمضان المبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لا رہے تھے۔ حضور ﷺ روزہ سے تھے۔ ساتھیوں کی بھوک اور پیاس کا احساس تھا۔ جب مقام عسفان پہنچے تو حضور ﷺ نے پانی منگوایا اور دست مبارک کو بلند کرتے ہوئے لوگوں کو دکھا کر پانی پی لیا اور مکہ معظمہ تک روزہ نہ رکھا حضور ﷺ اہل لشکر کی تکلیف برداشت نہ کر سکے خود روزہ افطار کر کے دوسروں کو بھی سفر کی تکلیف سے نجات بخشی۔

ایسے ہی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جس کو امام مسلم اور امام بخاری دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شب نماز تراویح لوگوں کے ساتھ پڑھی۔ تیسری شب حضور ﷺ نماز تراویح کے لئے مسجد میں تشریف نہیں لائے لوگ منتظر رہے پھر صبح کو نماز فجر کے لئے تشریف لائے اور فرمایا "میں تمہارا ذوق و شوق اور انتظار کرنا دیکھ رہا تھا میں فقط اس لئے نہیں آیا کہ تمہارے ذوق و شوق سے یہ نماز کہیں فرض نہ ہو جائے۔ (اور پھر آنے والے مشقت میں پڑیں)

"حضرت انس فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز تہجد ادا کر رہے تھے میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ جا شامل ہوا۔ حضور ﷺ نے مجھے اپنے ساتھ دیکھ کر نماز تہجد ہلکی کر دی۔" گویا آپ ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو زیادہ مشقت میں نہ ڈالا۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ نبی ﷺ ایسے عمل کو بھی چھوڑ دیتے تھے جس کا کرنا حضور ﷺ کو تو پسند ہوتا لیکن یہ خوف ہوتا کہ لوگ بھی

اس عمل کو کرنے لگیں گے تو کہیں یہ عمل فرض نہ ہو جائے

(باب تحریض النبی۔ بخاری شریف)

ان روایات کے علاوہ احادیث و تواریخ میں ہزاروں مثالیں ملتی ہیں کہ حضور ﷺ کو اپنی امت کی تکلیف گوارا نہ تھی۔

ایسی محبت و شفقت اور جذبہ ترحم تو والدین کو بھی اپنی اولاد کے ساتھ نہیں ہوتا جو حضور ﷺ کو اپنی امت کے ساتھ ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے بعد نبی ﷺ کو مخلوق کے ساتھ بڑی محبت و شفقت ہے۔

مولای صل وسلم دائما ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

صلی اللہ علیہ وسلم

جس کی آنکھیں دکھتی ہوں، وہ سات بار یہ درودِ پاک پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ
رَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ (٦)

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۴۴) سیدنا حریص علیکم ﷺ (۱۹ = ۴۷۸)

جب حرص کا استعمال علیٰ کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کے معنی شدت طلب کے ہوتے ہیں۔ (تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے ہیں) یعنی ہمارا نبی تم لوگوں کی نفع رسانی کا کمال درجہ طالب و شائق ہے۔ سورۃ یوسف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وما اکثر الناس ولو حرصت بمومنین ○ (۱۰۳ : ۱۲)

اور اکثر آدمی تم کتنا ہی چاہو ایمان نہ لائیں گے۔

وما تسئلھم علیہ من اجر ان ھو الاذکر للعلمین ○ (۱۰۴ : ۱۲)

(حالانکہ) اور تم اس پر ان سے کچھ اجرت نہیں مانگتے۔ یہ تو سارے جہاں کو نصیحت ہے) ان آیات سے بھی یہی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی یہی تمنا تھی کہ تمام انسانوں کے سر وحدہ لاشریک لہ کے حضور جھکیں۔

قریش کے سردار عتبہ نے حضور ﷺ سے کہا۔

(۱) کیا آپ ﷺ مال چاہتے ہیں؟ تو یہ میرا ذمہ رہا کہ سب سے زیادہ زر و مال آپ ﷺ کے پاس جمع کروں گا۔

(۲) کیا آپ ﷺ ریاست کے خواہاں ہیں؟ تو ہم سب آپ ﷺ کو اپنا سردار تسلیم کر لیتے ہیں۔

(۳) کیا تم بادشاہی چاہتے ہو؟ تو میں سارے عرب سے آپ ﷺ کی فرمانروائی کی تصدیق کرا دیتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی باتیں سنیں تو درد بھری آہ کھینچی اور فرمایا "بھائی! مجھے نہ مال و زر کی ضرورت ہے' نہ ریاست و حکومت کی آرزو' میں تو تمہارے پاس رب العالمین کا پیغام لے کر آیا ہوں اور اسی پیغام کو ہر انسان تک پہنچانا میرا مقصود ہے۔

شاہ نامہ اسلام سے ذرا حظ اٹھائیں

کہا میں تم کو ارشادات ربانی سناتا ہوں — ہدایت کیلئے آیات قرآنی سناتا ہوں
یہ فرما کر پڑھیں حم کی آیات قرآنی — سنیں عتبہ نے سن کر ہو گیا غرق بحر حیرانی
اٹھا چپ چاپ اپنے ساتھیوں کے روبرو آیا — کہا میں نے تو اس کو ساحر و کاہن نہیں پایا
وہ شاعر بھی نہیں کچھ اور ہے طرز کلام اسکا — میں کہتا ہوں کہ لوہا مان لیں گے خاص و عام اسکا
نہ مال و جاہ کی خواہش نہ ہے دھمکی کا ڈر اسکو — مناسب ہے کہ اب رہنے دو اس کے حال پر اسکو

(ابوالاثر حفیظ جالندھری)

ایک بار ابو جہل لعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی اذیت پہنچائی آپ ﷺ کے عم محترم جناب حمزہ جب گھر آئے تو ان کی بیوی نے یہ خبر دیتے ہوئے کہا تم تو شکار پر گئے ہوئے تھے تمہارے پیچھے ابو جہل نے تمہارے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اذیت پہنچائی۔ جناب حمزہ یہ سن کر سیدھے ابو جہل کے گھر گئے اور اسے خوب زد و کوب کیا پھر اپنے بھتیجے کے پاس آئے اور کہا "اے بھتیجے میں نے ابو جہل سے تیرا بدلہ لے لیا تم خوش ہونا" آپ ﷺ نے جواب دیا۔ "چچا جان! مجھے انتقام سے کوئی سروکار نہیں مجھے تو اس وقت خوشی ہو گی جب تم دین اسلام میں داخل ہو جاؤ گے۔" سیدنا حمزہ کے دل میں حضور ﷺ کی یہ بات اثر گئی آپ ﷺ نے فوراً لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گئے۔

ایسے ہی واقعات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ کا دامن اغراض کے گرد و غبار سے پاک تھا اور آپ ﷺ کے تخیلات اس قدر بلند تھے کہ کوئی انسان ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ حضور ﷺ کی تعلیم اور تعلیم کے لئے بے حد سرگرمی کسی ذاتی مفاد پر مبنی نہ تھی۔ انتقام اور دیگر رذائل سے حضور ﷺ کے اخلاق عالیہ پاک اور صاف تھے یعنی حضور ﷺ کی آرزو اپنے نفس کے لئے نہیں تھی۔ حضور ﷺ کی محبت و منفعت عام تھی۔

اب ذرا ان دعاؤں کی طرف نظر ڈالئے جو آپ ﷺ نے امت کے حق میں فرمائی۔ وفات سے ایک ماہ پیشتر خطبہ کے آغاز میں فرمایا "مسلمانو! اللہ تمہیں سلامت رکھے تمہاری حفاظت فرمائے تمہیں شر سے بچائے، تمہاری مدد کرے، تمہیں بلند کرے، ہدایت اور

توفیق دے' اپنی پناہ میں رکھے' آفتوں سے بچائے' تمہارے دین کو تمہارے لئے محفوظ فرمائے۔" یہ دعائیں "حریص علیکم" کی شان کا پتہ دیتی ہیں۔

مولای صل وسلم دائما ابدا

علی حبیبک خیر الخلق کلهم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰهم صل علی سیدنا ومولٰنا
محمد وعلی اٰل سیدنا ومولٰنا
محمد کما صلیت علی ابراهیم
وعلی اٰل ابراهیم انک حمید مجید
اللّٰهم بارک علی سیدنا ومولٰنا
محمد وعلی اٰل سیدنا ومولٰنا
محمد کما بارکت علی ابراهیم
وعلی اٰل ابراهیم انک حمید مجید
السلام علیک ایها النبی
ورحمة الله وبرکاته

ان اسماء النبی کا ذکر جو صاحب دلائل الخیرات نے بیان کئے

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۳۵) سیدنا ماح ﷺ (۴۹ = ۳۰)

کفر و شرک کو مٹانے والے۔ جس قدر آپ ﷺ نے شر و کفر اور بے حیائی کو دور کیا اور کسی نے نہ کیا۔ چونکہ رسالت و نبوت آپ ﷺ پر ختم ہوئی اور آپ ﷺ اس وقت رسول بنا کر بھیجے گئے جب تمام روئے زمین پر کفر و شرک کی اندھیریاں چھا چکی تھیں۔ آپ ﷺ کی آواز پر کفر اور آثار کفر محو کر دیئے گئے۔

آپ ﷺ نے ہی ظلم و تعدی کو ختم کیا۔ آپ ﷺ سے قبل چھوٹی چھوٹی باتوں پر بہت ظلم کئے جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے سب کو بھائی بھائی بنا دیا۔ آپ ﷺ نے ہی قبیحہ رسموں کو ختم کیا مثلاً لوگ داماد بنانا پسند نہ کرتے تھے لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے اسے ختم کیا۔ ام الخبائث شراب کو حرام کیا۔ کسی کی کسی کے منہ پر یا پیٹھ پیچھے برائی کرنے کو منع کیا اور بے جا مذاق کرنے کو منع فرمایا۔

یایھا الذ ین امنوا لا یسخر قوم من قوم عیسی ان یکونوا خیراً منھم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیراً منھن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئک ھم الظالمون ○ (۱۱:۴۹)

اے ایمان والو! نہ مرد مردوں کا مذاق اڑائیں (ہنسی کریں) عجب نہیں کہ وہ ان مذاق اڑانے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں پر ہنسیں عجب نہیں کہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں۔ آپس میں طعنہ نہ کرو' ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو' کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔)

شان نزول :۔ یہ آیت بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی وہ لوگ حضرت عمار رضی اللہ عنہ ' خباب رضی اللہ عنہ ' بلال رضی اللہ عنہ ' صہیب رومی رضی اللہ عنہ اور سلیمان فارسی و سالم رضی اللہ عنہ کو غریب جان کر ان کی غربت کا تمسخر کرتے تھے۔ ان کو تنبیہہ کی گئی اور بتایا گیا کہ مالدار غریب پر نہ

ہنسے۔ عالی نسب غیر ذی نسب کا مذاق نہ اڑائے' تندرست اپاہج کا' بینا نابینا کو ٹھٹھا نہ کرے۔

کسی کو برے القاب سے یاد کرنے کو بھی منع کیا گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ یا حضرت حفصہ عنہما نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے کہا تم تو یہودی کی لڑکی ہو۔ انہوں نے حضور ﷺ سے شکایت کی آپ ﷺ نے ان کی دلجوئی کرتے ہوئے فرمایا "تم یہودی کی لڑکی کیوں ہوتیں۔ تم حضرت ہارون علیہ السلام کی بیٹی ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھتیجی ہو۔ نبی آخر الزمان کی بیوی ہو اور دونوں سے فرمایا کہ خدا سے ڈرو۔ (ترمذی۔ خزائن العرفان) ایک دوسرے پر عیب لگانے سے منع کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس مسلمان نے دوسرے پر عیب لگایا گویا اس نے اپنے آپ پر عیب لگایا۔ اگر کوئی شخص عیبی تھا اگرچہ کتنا بڑا اس میں عیب موجود تھا پھر وہ تائب ہو گیا تو اسے اس عیب سے یاد کرنا کسی کے سامنے اس کے اس عیب کو ظاہر کرنے سے منع فرما دیا گیا۔ اسی طرح کسی کو ایسے نام سے یاد کرنا جس میں اس کی رسوائی ہو مثلاً کتا' سور' بندر اور گدھا وغیرہ کہنا منع ہے۔ گویا کہ حضور ﷺ نے ہر اس برائی کو مٹا دیا جس سے کسی کو ذہنی اور قلبی اذیت ہو۔

اللھم صل علی سیدنا محمد الذی ماحی الشرک والکفر والذنوب والخطاء وعلی اٰلہ المجتبی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۳۶) سیدنا طٰہٰ ﷺ (۱: ۲۰) (۱۴ = ۵)

(طالب شفاعت اور ھادی شریعت)

حضرت پیر کرم شاہ صاحب بھیروی فرماتے ہیں کہ قبیلہ عکل اور قبیلہ عک میں طہ کے معنی یارجل ہے یعنی اے انسان' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قبیلہ عک میں طہ معنی یا حبیبی (اے میرے حبیب) استعمال ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں حضور ﷺ کے اسماء سے ایک اسم ہے بعض نے ط سے طہارت' ہ سے ہدایت کا اشارہ بیان کیا ہے اور بعض نے ط سے طالب شفاعت اور ہ سے ھادی شریعت یا ھادی عالم۔ اس طرح سے یہ معنی ہوں گے کہ لوگوں کو گناہوں سے پاک کرنے والے' گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے خلق خدا کی راہنمائی کرنے والے اور اس معنی سے ایک خاص واقعہ کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کیونکہ تفاسیر میں آتا ہے کہ حضرت عمر ایک دن بڑے جوش و خروش سے ابوجہل کے بھڑکانے پر گھر سے نکلے۔ ننگی تلوار گلے میں حمائل تھی۔ اس واقعہ کو ذرا حفیظ جالندھری سے سنئے۔

چلے اس زندگی بخش جہاں کے قتل کرنے کو	تمنائے مکان ولا مکاں کے قتل کرنے کو
۔ نعیم ایک مرد عاقل سے ہوئی مڈبھیڑ رستے میں	وہ بولے آج کیا ہے تم نظر آتے ہو غصے میں
کہا میں قتل کرنے جا رہا ہوں اس پیغمبر کو	کہ جس نے ڈال رکھا ہے مصیبت میں عرب بھر کو
وہ بولے تم کو گھر کا حال بھی معلوم ہے بھائی	کہ ہے اسلام کی حامی تمہاری اپنی ماں جائی
تمہارے گھر میں بستا ہے خدا کا نام مدت سے	کہ بہنوئی تمہارا لا چکا ایمان مدت سے
یہ سنکر اور بھی غیظ و غضب طوفاں پر آئے	عمر تلوار کھینچے اپنے بہنوئی کے گھر آئے
غضب ٹوٹا عمر دہلیز پر جسوقت چڑھتے تھے	وہ دونوں حضرت خباب سے قرآن پڑھتے تھے
عمر داخل ہوئے جب گھر کے اندر تخت غصے میں	سنی آہٹ تو فوراً چھپ گئے خباب پردے میں

۔ نعیم بن عبداللہ حضرت عمرہی کے خاندان کے ایک معزز شخص تھے۔

کہا کیا پڑھ رہے تھے تم وہ بولے تم سے کیا مطلب　　کہا دونوں مسلماں ہو چکے ہو جانتا ہوں سب
بہن اور بہنوئی کو آخر عمر نے اسقدر مارا　　کہ زخموں سے نکل کر خون کی بہنے لگی دھارا
بہن بولی عمر! ہم کو اگر تو مار بھی ڈالے　　شکنجوں میں کسے یا بوٹیاں کتوں سے نچوا لے
مگر ہم اپنے دین سے ہرگز پھر نہیں سکتے　　بلندی معرفت کی مل گئی ہے گر نہیں سکتے
دین سے نام حق آنکھوں سے آنسو منہ سے خون جاری　　عمر کے دل پر اس نقشے سے عبرت ہو گئی طاری
کہا اچھا وہ دکھلاؤ مجھکو وہ آیات قرآنی　　سمجھ رکھا ہے جن کو تم نے آیات ربانی
بہن بولی بغیر غسل اس کو چھو نہیں سکتے　　یہ سن کر اور حیرت چھا گئی منہ رہ گئے تکتے

اٹھے اور غسل کر کے لے لیا قرآن ہاتھوں میں
اسی کے ساتھ آئی دولت ایمان ہاتھوں میں
کلام پاک پڑھتے ہی آنسو ہو گئے جاری
خدائے واحد و قدوس کی ہیبت ہوئی طاری

اسی عالم میں اٹھے جانب کوہ صفا دوڑے　　نکل کر زغہ شیطان سے جیسے پارسا دوڑے

ادب سے عرض کی حاضر ہوا ہوں سر جھکانے کو
خدا پر اور رسول پاک پر ایمان لانے کو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خدا کی طرف طہٰ ﷺ نے راہنمائی فرمائی اور ان کے ایمان لانے سے اسلام کو بہت قوت حاصل ہوئی۔

حضرت علامہ نظام الدین نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں ایک اور لطیف توجیہ نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ حساب جمل سے ط کے (۹) اور ہ کے (۵) عدد ہیں جن کا مجموعہ چودہ ہے گویا آپ ﷺ چودھویں کے چاند ہیں یعنی بدر منیر ہیں۔

حضرت علامہ بوصیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آپ ﷺ کی شان یوں ہے کہ تازگی میں شگوفہ اور شرف و بزرگی میں چودھویں رات کے چاند ہیں بخشش میں دریا کی مانند اور ہمت میں دھر ہیں۔

کالذ ھر فی تعرف والبدر فی شرف
والبحر فی کرم والدھر فی ھمم

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا
مُحَمَّدٍ طِبِّ الْقُلُوْبِ وَدَوَائِھَا
وَعَافِیَۃِ الْاَبْدَانِ وَشِفَائِھَا وَنُوْرِ
الْاَبْصَارِ وَضِیَائِھَا وَعَلٰی اٰلِہٖ
وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا۔

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۳۷) سیدنا یٰسین (یٰسٓ) ﷺ (۷۰=۷)

یٰسین قرآن مجید کی ۳۶ ویں سورۃ کا نام ہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ یٰسین کے فضائل بیان کر دیئے جائیں۔

(۱) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا یٰسین قلب القرآن یعنی سورۃ یٰسین قرآن کا دل ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے۔

(۲) جو شخص سورۃ یٰسین کو خالص اللہ اور آخرت کے لئے پڑھتا ہے اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور فرمایا اسے اپنے مُردوں پر پڑھا کرو یعنی پڑھ کر ان کی مغفرت کی دعا کیا کرو' ایصال ثواب کیا کرو۔

(۳) حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ جس مرنے والے کے پاس سورۃ یٰسین پڑھی جائے تو اس کی موت کے وقت آسانی ہو جاتی ہے۔

(۴) حضرت عبداللہ بن زبیر نے فرمایا کہ جو شخص سورۃ یٰسین کو اپنی حاجت روائی کے لئے پڑھے اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

(۵) حضرت یحیٰی بن کثیر نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو سورۃ یٰسین پڑھ لے وہ شام تک خوش و خرم رہے گا اور جو شام کو پڑھ لے تو صبح تک خوش رہے گا اور فرمایا مجھے ایک ایسے شخص نے یہ بات بتلائی ہے جس نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ (معارف القرآن بحوالہ مظہری)

اس سورۃ کے متعلق علماء تفسیر کے متعدد اقوال ہیں (الف) یہ سورۃ کا نام ہے (ب) قرآن مجید کے اسماء سے ہے (ج) یہ اللہ تعالیٰ کا اسم پاک ہے۔ (د) یٰسین کا معنی لغت میں اے انسان ہے اور انسان کامل حضور ﷺ ہیں (ر) رحمت عالمیان ﷺ کے اسماء مبارکہ سے ہے۔ (س) ابوبکر وراق کہتے ہیں کہ یا سید البشر کا مخفف ہے۔

حضرت علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ حدیث پاک میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں قاسم ہوں یعنی بانٹنے والا ہوں" اس حدیث کے مطابق

حضور ﷺ کائنات کے جسم میں دل کی مانند ہیں اور سورۃ یٰسین قرآن حکیم کا دل ہے۔ اس سورۃ کا آغاز کتنا حسین ہے اور لطیف ہے کہ قرآن حکیم کے دل کو ساری کائنات کے دل کے ذکر سے شروع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے "اے سیدالبشر یا سید الانبیاء والمرسلین قرآن حکیم کی قسم بیشک آپ ﷺ رسولوں میں سے ہیں اور آپ ﷺ راہ راست پر ہیں۔

فقیر کہتا ہے اس میں لطیف نکتہ یہ بھی ہے کہ حروف تہجی کے ۲۸ حروف ہیں اور چاند کی ۲۸ منزلیں ہیں۔ یاء حروف تہجی کا آخری حرف ہے جس سے مراد ہے کہ آپ ﷺ کا زمانہ نبوت و رسالت آخر تک ہے آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا چاند ہمیشہ توحید کی روشنی دیتا رہے گا اور تمام مخلوق آپ ﷺ کی روشنی سے استفادہ کرتی رہے گی یٰسین سے مراد آپ ﷺ سید الانبیاء ہیں اور آپ ﷺ کی سیادت قیامت تک ہے۔

مولای صل وسلم د ائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ دَآءٍ وَّدَوَآءٍ وَّبِعَدَدِ کُلِّ عِلَّۃٍ وَّشِفَآءٍ (۸)

اللھم صلی وسلم وبارک علی من اسمہ

(۳۸) سیدنا طاھر ﷺ (پاک صاف) (۲۱۵ = ۸)

(۳۹) سیدنا مطھر ﷺ (ھر عیب سے پاک کئے گئے) (۲۵۴ = ۱)

حضور ﷺ طاہر بھی ہیں مطہر بھی ہیں اور مطہر بھی ہیں صاحب مواہب لدنیہ نے لکھا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے وفات پائی تو حضرت شیث علیہ السلام آپ کے تمام فرزندوں میں وصی مقرر ہوئے۔ حضرت شیث علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اپنے فرزند انوش کو اپنا وصی مقرر کریں۔ حضرت شیث علیہ السلام نے اپنے والد حضرت آدم علیہ السلام کی وصیت کے مطابق انوش کو یہ وصیت بھی کی اس نور (محمدی ﷺ) کو پاکیزہ عورتوں میں منتقل کریں یعنی نیک اور طاہر عورتوں سے نکاح کریں۔ یہ وصیت ایک قرن سے دوسری قرن کی طرف منتقل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نور محمدی ﷺ کو عبدالمطلب اور ان کے فرزند حضرت عبداللہ تک منتقل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نسب کو سفاح جاہلیت سے طاہر فرمایا۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا "سفاح جاہلیت سے جو امور تھے ان میں سے کسی امر نے مجھے نہیں جنا مگر میں ہر پشت سے ہر بطن میں نکاح کے ذریعے منتقل ہوا (زمانہ جاہلیت میں زنا کے بہت طریقے رائج تھے وہ لوگ اسے نکاح کہتے تھے۔ حضور ﷺ ان سب سے پاک ہیں)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نے نکاح سے ظہور کیا میں نے سفاح سے ظہور نہیں کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اس وقت تک کہ میرے باپ عبداللہ اور میری ماں آمنہ نے مجھے جنا۔ سفاح جاہلیت کی کسی چیز سے مجھے تعلق نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے والدین سفاح سے ہرگز نہیں ملے اللہ تعالیٰ اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرات کی طرف ہمیشہ مجھ کو ایسے حال میں نقل کرتا رہا کہ میں پاک صاف اور مہذب تھا۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی اس آیت وتقلبک فی الساجدین ○ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مطہر کر کے پیدا کیا ایک روایت میں ہے کہ فرمایاَ۔ ب: صہر اور نسب کی رو سے میں تم لوگوں میں زیادہ طاہر و مطہر ہوں۔ نیز فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا کہ خلق کے اچھے فرقوں میں مجھے پیدا کیا پھر اللہ تعالیٰ نے قبائل کا انتخاب کیا تو مجھے اچھے قبیلہ میں پیدا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے گھرانوں کا انتخاب کیا تو مجھے اچھے گھرانے میں پیدا کیا۔ میں ان سے روح اور ذات اور اصل میں اشرف ہوں۔

جو روح اور ذات اور اصل میں اشرف ہو وہی طاہر و مطہر ہے۔ حضور ﷺ خود پاک ہیں طاہر و مطہر ہیں تو دوسروں کو بھی پاک و صاف کرتے ہیں اس لئے آپ ﷺ مطہر بھی ہیں۔ (۲۵۴ = ۱۱) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں آپ ﷺ کے مطہر ہونے کی دلیل ارشاد فرماتا ہے۔ **حذ من اموالهم صدقته** تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم واللہ سمیع علیم ○ (۱۰۳ : ۹) (اے محبوب) ان کے مال میں سے زکوۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا (طاہر) اور پاکیزہ کر دو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔ بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ تعالیٰ سنتا جانتا ہے۔

حضور ﷺ کو حکم ہوتا ہے۔ آپ ﷺ ان مسلمانوں سے ان کے مالوں کی زکوۃ لیکر مستحقین کو دیں۔ نذرانے وصول کریں۔ اس طرح آپ ﷺ ان کے مالوں اور روحوں کو طاہر کریں جب ان کو طاہر کر دیں گے تو ان کو اطمینان قلب حاصل ہو جائے گا۔ مشائخ کرام اسی آیت مبارکہ سے نذرانے قبول کر کے دعائیں کرتے ہیں۔ نذرانے حق داروں کو دیتے ہیں۔ اسی طرح سے مریدین کو سکون میسر آتا ہے۔

مولوی صل وسلم دائما ابدا
علی حبیک خیر الخلق کلھم

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۴۰) سیدنا طیب ﷺ (پاک۔ پاکیزہ) (۲۱ = ۳)

حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کے لئے اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں یوں عرض کی۔

قال رب ھب لی من لد نک ذ ریتہ طیبہ (۳۸ : ۳)

عرض کی اے میرے پروردگار مجھے اپنے پاس سے طیب اولاد عطا فرما۔

اللہ تعالٰی نے آپ کو حضرت یحیٰی علیہ السلام کی بشارت دی۔ حضرت یحیٰی علیہ السلام کو اللہ تعالٰی نے طیب پیدا کیا۔ آپ بنی اسرائیل کے نبی ہیں۔ ہر نبی کی علیحدہ علیحدہ شان ہے کل انبیاء علیہم السلام ایک لاکھ چوبیس ہزار بروا تے ایک لاکھ تیئس ہزار مبعوث ہوئے۔ ان میں تین سو تیرہ رسول رہیں۔ تین سو تیرہ رسولوں میں چار رسول افضل ہیں اور چار میں ہمارے رسول ﷺ افضل ہے۔ لہذا حضرت یحیٰی علیہ السلام طیب ہیں تو حضور ﷺ سب سے زیادہ طیب ہیں اور اطیب ہیں۔

وہ لوگ جو حضور ﷺ پر ایمان لائے وہ **لا الہ الا اللّٰہ** پڑھ کر مومن ہوئے اور **لا الہ الا اللّٰہ** کلمہ طیبہ ہے۔ **کیف ضرب اللّٰہ مثلًا کلمتہ طیبتہ** (۲۴ : ۱۴) اللہ تعالٰی نے کیسی مثال بیان فرمائی کلمہ طیبہ کی۔

تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللّٰہ** ہے اور یہ کلمہ حضور ﷺ کی زبان اطہر سے نکلا جو خود طیب و طاہر ہیں اور لوگوں کو کلمہ طیبہ کی تبلیغ فرماتے ہیں۔

جن لوگوں نے اس کلمہ طیبہ کو قبول کر لیا اللہ تعالٰی نے ان کے لئے فرمایا

مسکن طیبۃ فی جنت عد ن (۴۳ : ۹) (۱۲ : ۶۱)

اہل ایمان پاکیزطیب محلوں میں ہوں گے جو بسنے کے باغات ہیں۔

یہ طیب محلات کلمہ طیبہ پڑھنے اور سرکار دو عالم صلی اللہ ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت کی وجہ سے عطا کئے جائیں گے۔ اس سے حضور ﷺ کا اطیب ہونا قرآن مجید سے ثابت ہوا۔

مسلم شریف کی حدیث ہے جس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان

فرمایا۔ عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان اللّٰه طیب لا یقبل الا طیبا" بیشک اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب کے سوا قبول نہیں کرتا۔ معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کے ہاں طیب (پاکیزہ) کا مقام بہت بلند ہے اب دیکھئے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے زیادہ انبیاء علیہم السلام کو افضل کیا اور انہیں ہی ساری مخلوق سے زیادہ پسند فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام میں سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل کیا مرتضیٰ و مصطفیٰ اور مجتبیٰ بنایا اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا حضور ﷺ ساری مخلوق میں اطیب ہیں۔

حدیث کا اگلا مضمون یہ ہے اگرچہ بقیہ مضمون حدیث اس باب سے تعلق نہیں رکھتا لیکن اس لئے بیان کیا جا رہا ہے تاکہ معلوم ہو کہ جب تک انسان کلمہ طیبہ پڑھ کر طیب نبی کا اطاعت گزار نہیں ہو گا اور پاکیزہ روزی نہیں کھائے گا اس کا ہر عمل بیکار اور دعا نامقبول ہے۔ حدیث کا مضمون یہ ہے۔ (بیشک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو وہی حکم دیا جو رسولوں کو حکم دیا فرمایا

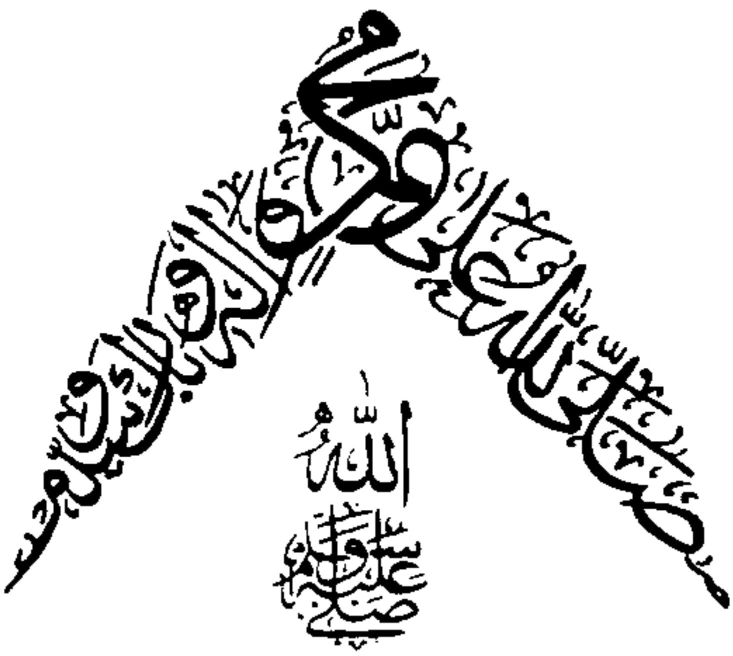
"اے رسولو طیب چیزیں کھاؤ اور اعمال صالحہ بجا لاؤ "۲۳ : ۵۱" اور فرمایا "اے ایمان والو طیب چیزیں کھاؤ جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں۔ (۲ : ۱۷۲)

پھر آپ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے' اس کا چہرہ اور لباس خاک آلود ہو جاتا ہے۔ آسمانوں کی طرف ہاتھ دراز کرتا ہے اور یا رب یا رب کی صدا بلند کرتا ہے لیکن اس کا کھانا حرام تھا۔ اس کا پینا حرام تھا۔ اس کا لباس حرام تھا' حرام غذا کھاتا تھا۔ اس حالت میں اس کی دعا کیسے قبول ہو گی) (رواہ مسلم)

(ف) یعنی اگر کوئی شخص حلال اور حرام کی تمیز نہیں رکھتا اور پیسہ جمع کرتا رہتا ہے پھر وہ حج کرنے کے لئے لمبا سفر کرتا ہے۔ کعبہ شریف کی دیواروں سے چمٹ کر رو رو کر آہ وزاری کی دعائیں مانگتا ہے۔ لیکن اس کے اندر جو غذا ہے وہ تو حلال نہیں زبان سے جو الفاظ نکلتے ہیں پاک نہیں۔ بدن پر جو لباس پہنا ہوا ہے وہ بھی حرام کمائی کا ہے۔ حرام کمائی کے پیسے سے وہ سفر کر کے خانہ کعبہ پہنچا ہے تو ایسی حالت میں دعائیں اور حج قبول نہیں ہوتا۔

تنبیہہ۔ طیب نبی کے امتیوں کے لئے ضروری ہے کہ طیب مال کمائیں' طیب غذائیں استعمال کریں۔ طیب لباس پہنیں اور طیب کمائی سے اللہ تعالٰی کی راہ میں خرچ کریں۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم



اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمه

(۴۱) سیدنا سید ﷺ (۷۴ = ۱۱)

عن ابی هریره رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

انا سید

ولد ادم یوم القیمته واول من ینشق عنه واول شافع واول مشفع

(رواة مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں اور میں پہلا وہ شخص ہوں جن کی قبر کھلے گی اور میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور پہلا وہ ہوں کہ میری شفاعت قبول فرمائی جائے گی۔

قوم کا سردار وہ ہوتا ہے جس کی طرف قوم کے لوگ اپنی مصیبتیں لے کر جائیں وہاں انہیں پناہ ملے قوم کا سرار قوم سے ان کی مصیبتیں دفع کرے۔ حضور ﷺ تمام مخلوق کی پناہ اور دافع البلاء ہیں۔ حضور ﷺ نے جو فرمایا کہ میں قیامت کے دن سردار ہوں گا وہ اس لئے ہے کہ اس دنیا میں کافر و مشرک اور منافق آپ ﷺ کو سید نہیں مانتے لیکن کل قیامت کے دن آپ ﷺ کی سرداری کا کوئی انکار نہ کر سکے گا۔ سبھی آپ ﷺ کی پناہ لیں گے۔ انبیاء اولیاء بھی آپ ﷺ کی پناہ حاصل کریں گے۔

وہ جہنم میں گیا جوان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی
ٹوٹ جائیں گے گنہگاروں کے فوراً قید و بند
حشر کو کھل جائے گی طاقت رسول اللہ
عرش حق ہے مسند رفعت رسول اللہ کی
دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ کی

حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ آج بھی جہاں کے لئے پناہ ہیں۔ ہم جیسے گنہگار عذاب الٰہی سے بچے ہوئے ہیں۔

حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ حضور تمام نبیوں کے سردار اور سب سے افضل ہیں کیونکہ سارے نبی اولاد آدم ہیں۔ جب آپ ﷺ تمام نبیوں کے سردار ہیں تو تمام مخلوق کے سردار ہیں۔

قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کو حلہ سبز بہشتی نہایت نفیس پہنایا جائے گا۔ آپ ﷺ اپنی امت کے ہمراہ عرش کے داہنی جانب ایک بہت بلند مقام پر تشریف فرما ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد بلیغ کریں گے۔ اس مقام پر آپ ﷺ کے سوا اور کوئی نہ کھڑا ہو سکے گا اور یہی مقام محمود ہے۔ سبھی لوگ اگلے پچھلے اس بات کے آرزو مند ہوں گے کہ یہ درجہ ہمیں بھی ملتا کاش ہم بھی امت محمدیہ میں ہوتے۔

آپ ﷺ اس دن ...... سید الناس ...... ہوں گے تمام لوگوں کے سردار

لوائے حمد آپ ﷺ ہی کے ہاتھ میں ہو گا۔ تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کے پیچھے ہوں گے۔ آپ ﷺ وہاں سے اتر کر جب چلیں گے تو پھر بھی تمام لوگ آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہوں گے حتیٰ کہ آپ ﷺ بہشت کا دروازہ کھلوا کر اس میں داخل ہوں گے (حاشیہ دلائل الخیرات بحوالہ سیرت محمدیہ) درود شریف میں سیدنا کا لفظ آپ ﷺ کے اسم گرامی سے پہلے پڑھنا افضل ہے اور جائز ہے اگرچہ درود شریف نماز میں بعد از تشہد ہو یا غیر نماز میں پڑھا جائے بلکہ ھر نبی کے نام کے ساتھ سیدنا کہنا چاہئے۔

روایت ہے کہ ترک کا رہنے والا مرد دلائل الخیرات پڑھا کرتا تھا جہاں حضور ﷺ کے نام کے ساتھ سیدنا نہ لکھا ہوتا تو وہ نہ پڑھتا۔ اس کے شیخ نے کہا حضور ﷺ کے نام کے ساتھ سیدنا زیادہ کر کے پڑھا کرو۔ ترکی جو ظاہر بین انسان تھا نے کہا جب کتاب میں نہیں لکھا ہوا تو میں سیدنا کیوں پڑھوں اور اس بات پر اس نے اصرار کیا اور شیخ کی بات کو تسلیم نہ کیا۔

رات کو اس کی خواب میں سیدنا امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے اپنی تلوار اس ترکی شخص کے پیٹ پر رکھی اور فرمایا "کیا تو حضور ﷺ کے نام پاک کے ساتھ سیدنا زیادہ نہیں کرتا حالانکہ آپ ﷺ سیدالمرسلین (سیدالناس، سیدالعالمین) ہیں اس شخص نے فوراً توبہ کی اور حضور ﷺ کے نام کے

ساتھ سیدنا پڑھنا شروع کیا۔

یا صاحب الجمال و یاسید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
محمد سید الکونین والثقلین
والفریقین من عرب ومن عجم
مولای صل وسلم دائما ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم



اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۴۲) سیدنا نبی ﷺ (۴۲ = ۸)

نبی عبادی انی انا الغفور الرحیم ○ (۱۰:۴۹)

(اے محبوب) میرے بندوں کو خبر دو کہ میں بخشنے والا مہربان ہوں۔

نبی نباء سے ہے جس کے معنی خبر دینا ہے جیسا کہ اوپر کی آیت سے معنی ظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب مخلوق کی طرف اپنا پیغام بھیجنا چاہتا ہے تو مخلوق سے ہی ایک شخص کو منتخب کر لیتا ہے۔ اسے تمام علوم سے آگاہ فرماتا ہے۔ نبی اللہ تعالیٰ کی خبریں بندوں تک پہنچاتا ہے۔ آنے والے عذابوں سے آگاہ کرتا ہے۔ قیامت جنت و دوزخ کی خبریں دیتا ہے۔ گویا ظاہر و باطن کی خبریں مخلوق تک پہنچاتا ہے اسی لئے اعلٰحضرت امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ نے نبی کا ترجمہ "غیب کی خبریں دینے والا کیا ہے۔" قرآن مجید نے اپنے محبوب ﷺ کو تیرہ مرتبہ یا یھا النبی سے مخاطب فرمایا۔ (اے غیب کی خبریں دینے والے نبی)

(۱) اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! اللہ اور یہ تمام مسلمان جو تیرے پیروکار ہیں تمہارے لئے کافی ہیں۔ (۸ : ۶۴)

(۲) اے نبی مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو (۸ : ۶۵)

(۳) اے نبی جو قیدی تمہارے قابو میں ہیں ان سے فرماؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل میں بھلائی جانی تو جو تم سے لیا گیا اس سے بہتر تمہیں عطا فرمائے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (۸ : ۷۰)

(۴) اے نبی جہاد فرماؤ کافروں پر' منافقوں پر اور ان پر سختی کرو (۹ : ۷۳)

(۵) اے نبی (یعنی ہماری طرف سے خبریں دینے والے' ہمارے اسرار کے امین) (۳۳:۱)

اللہ تعالیٰ کا یونہی خوف رکھنا اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ سننا (۳۳:۲۸)

(۶) اے نبی! ہم نے تمہارے لئے (عورتوں میں سے) تمہاری وہ بیبیاں حلال فرمائیں جن کو تم مہر دو (ب) تمہارے دائیں ہاتھ کا مال (کنیزیں) جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں غنیمت میں دیں (ج) تمہارے چچا کی بیٹیاں (د) تمہاری پھوپھیوں کی بیٹیاں (ر) تمہارے

ماموں کی بیٹیاں (س) تمہاری خالاؤں کی بیٹیاں (ص) اور وہ جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی (ض) اور ایمان والی عورتیں (ط) اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کرے اگر نبی اسے نکاح میں لانا چاہے یہ خاص (حکم) تمہارے لئے ہے (امت کے لئے نہیں) (۵۰ : ۳۳)

(۷) اے نبی' اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمان عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالیں رکھیں۔ یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ اس کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں۔ (۵۹ : ۳۳)

(۸) اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اور اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ چوری کریں اور نہ بدکاری کریں اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں اور نہ بہتان باندھیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں (یعنی پرایا بچہ لے کر شوہر کو دھوکہ نہ دیں گی کہ اسے اپنے پیٹ سے جنا ہوا بتائیں یا زنا کرا کر **نطفہ** خاوند کا ظاہر کریں) اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لے لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (۱۲ : ۶۰)

(۹) اے نبی!......... (۱ : ۶۰)

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب عورتوں کو طلاق دو تو عدت کے وقت طلاق دو۔ پھر اسے گھر ہی میں رکھو اسے عدت ختم ہونے تک نان و نفقہ دو۔ جب عدت پوری ہو جائے تو عزت و احترام کے ساتھ علیحدہ کرو یعنی اسے کچھ مہر کے علاوہ دیدو۔ ایک جوڑا کپڑوں کا بھی دو۔

(۱۰) اے نبی!......... (۱ : ۶۶)

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی بیویوں کی رضا کے لئے حلال کی ہوئی چیزوں کو نہ چھوڑیئے۔

(۱۱) اے نبی! (غیب کی خبریں دینے والے) بیشک ہم نے تمہیں رسول اور حاضر ناظر اور مبشر اور نذیر اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا سراج اور منیر بنا کر بھیجا۔

(۳۳:۴۵/۴۶)

(۱۲) اے نبی! اپنی بیبیوں سے فرما دو اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں (۳۳:۲۸)

(۱۳) اے نبی! کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کرو۔ (۹:۲۶)

(نوٹ۔ یہ حکم ۷۳:۹ میں بھی ارشاد ہوا)

نبی ﷺ سے جبریل امین خبریں پوچھتے ہیں

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم سب نبی ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر تھے کہ ایک صاحب ہمارے سامنے نمودار ہوئے جن کے کپڑے بہت سفید اور بال خوب کالے تھے ان پر آثار سفر ظاہر نہ تھے (یعنی مسافر معلوم نہ ہوتے تھے) اور ہم سے انہیں کوئی پہچانتا بھی نہ تھا (یعنی وہ مدینہ منورہ کے باشندے نہ تھے) وہ حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھ گئے اپنے گھٹنے حضور ﷺ کے گھٹنوں سے ملائے اور اپنے ہاتھ اپنے زانو پر رکھ لئے۔

وقال یا محمد **اخبرنی عن الاسلام**

(مجھے اسلام کے متعلق خبر دیجئے)

فرمایا "اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں' نماز پڑھو' زکوۃ دو' رمضان شریف کے روزے رکھو اور تم میں استطاعت ہو کعبہ **معظمہ** کا حج کرو۔ اس نے عرض کیا سچ ہے حضرت عمر کہتے ہیں کہ ہمیں تعجب ہوا کہ خود ہی حضور سے پوچھتے ہیں اور خود ہی تصدیق کرتے ہیں۔ پھر اس شخص نے کہا۔

اخبرنی عن الایمان مجھے ایمان کے بارے میں خبر دیجئے فرمایا اللہ اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان لاؤ اچھی اور بری تقدیر کو مانو' اس نے عرض کیا سچ ہے پھر کہا۔

اخبرنی عن الاحسان مجھے احسان کے متعلق خبر دیجئے۔ فرمایا احسان یہ

ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہ ہو سکے تو یہ تصور کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا۔

اخبرنی عن الساعتہ مجھے قیامت کی خبر دیجئے فرمایا جس سے پوچھ رہے ہو وہ قیامت کے بارے میں سائل سے زیادہ خبردار نہیں (یعنی تمہیں معلوم ہے کہ یہ راز الٰہی سے ہے اس کا انشا کرنا بہتر نہیں لیکن سائل تو لوگوں کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ نبی اسے کہتے ہیں جو پوشیدہ خبروں کا جاننے والا ہو اس لئے اس نے دوبارہ عرض کیا) تو پھر قیامت کی چند نشانیاں ہی بتا دیجئے فرمایا۔

لونڈی اپنے مالک کو جنے گی (یعنی اولاد نافرمان ہو گی لڑکا ماں کو لونڈی کی طرح مخاطب کرے گا) ننگے پاؤں' ننگے بدن والے فقیروں بکریوں کے چرواہوں کو محلوں میں فخر کرتے دیکھو گے (فقیر مولف نے ایسے لوگوں کو خوب دیکھا کل جو ننگے پاؤں ننگے بدن بھیڑ بکریاں اور بھینسیں چراتے تھے آج بڑے بڑے محلوں میں رہتے ہیں۔ جہاں بکریوں بھینسوں کے ریوڑ ہوتے تھے وہاں بڑے پلازے بنے ہوئے ہیں) یہ سوالات کرنے والے جبریل تھے (مشکوۃ کتاب الایمان حدیث نمبر ۱)

ملا اعلیٰ آپ ﷺ کو مشکل کشا جان کر سائل بنتے ہیں

حضور ﷺ فرماتے ہیں "میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا مجھے فرمایا اے محبوب وہ کون سے امور ہیں جن میں ملا اعلیٰ جھگڑتے ہیں' میں نے عرض کیا الٰہی تو ہی بہتر جانتا ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنے ید بے مثل میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھے۔ ان کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی پھر فرمایا اے محبوب اب جانتے ہو کہ کن امور میں ملا اعلیٰ جھگڑتے ہیں۔ میں نے عرض کیا ہاں کفارات و **نجیات** و درجات اور مہلکات میں جھگڑ رہے ہیں' جناب الٰہی نے فرمایا' اے محبوب تم نے سچ فرمایا' پھر فرمایا۔ **یا ملائکتی وجد تم حلال المشکلات فاسئلو اشکالکم**

اے میرے فرشتو! اب تم نے مشکل کشائے مشکلات کو پا لیا۔ اب اپنی مشکلات ان سے حل کر لو۔ تو پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ

کفارات کیا ہیں۔ یعنی وہ کون سے کام ہیں جن کے کر لینے سے اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف فرما دے گا تو حضور نے فرمایا مصیبت اور تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنا جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے پاؤں سے چل کر مسجد کو جانا' جماعت کے بعد دوسری جماعت کا انتظار کرنا۔ پھر حضرت میکائیل علیہ السلام نے عرض کیا حضور درجات میں بلندی پیدا کرنے والے کیا کام ہیں فرمایا اللہ کے لئے کھانا کھلانا سلام عام کرنا' رات میں نماز پڑھنا جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔ پھر جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ۔

منجیات یعنی عذاب سے نجات دلانے والے کون سے امور ہیں۔ فرمایا پوشیدہ اور اعلانیہ خدا کا خوف رکھنا' امیری اور غریبی کی حالت میں سخاوت کرنا' غصہ اور رضا مندی کی حالت میں عدل و انصاف کرنا۔ پھر عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی۔
مہلکات یعنی انسان کو ہلاکت میں ڈالنے والے کون سے امور ہیں فرمایا۔ متکبر مغرور مطاع اور لالچ اور حرص کا پیروکار' خواہشات نفسانی کے لئے عورت کو پسند کرنے والا۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا تمام سوالات کے جوابات میرے محبوب نے حق و سچ فرمائے۔ (طیب الوردہ ص ۲۶۶ از علامہ ابوالحسنات بحوالہ بریقہ شرح طریقہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم کو رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہوئے فرمایا۔

اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں پس تم رکوع' سجود' قیام اور فراغت (سلام پھیرنے) میں مجھ سے آگے نہ بڑھا کرو میں تمہیں آگے اور پیچھے سے دیکھتا ہوں۔
(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم شریف باب مقتدی پر امام کی پیروی واجب ہے)

اللہ تبارک تعالیٰ نبی کو اپنی خبر دینے کے لئے قیامت حشر و نشر اللہ کی زمین اللہ کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرنے کا طریقہ بتانے کے لئے مشکل کاموں کا حل بتانے کے لئے مبعوث فرماتا ہے۔ اس لئے ہر نبی اپنے زمانے میں سب سے زیادہ علم جانتا ہے جس علم کی ضرورت اس زمانے کی مخلوق کو ہوتی ہے۔ نبی معظم ﷺ چونکہ تمام مخلوق کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے' قیامت اور قیامت کے بعد بھی آپ ﷺ کی نبوت و

رسالت باقی ہے اس لئے ضروری تھا کہ آپ ﷺ کو تمام علوم اور خبریں دی جاتیں۔
لہٰذا نبی ﷺ قیامت اور بعد کے حالات سے باخبر ہیں۔

نبی الھدی ضاقت بی الحال فی الوری
وانت لما املت فیک جدیر
فسل خالقی لفریج کربی فانہ
علی فرجی دون الانام قدیر

اے سراپا ہدایت نبی دنیا میں میرا حال تنگ ہو گیا۔ آپ ﷺ ہی اس لائق ہیں کہ آپ ﷺ سے آرزو کروں۔ اپنے پروردگار سے میری سختی کی کشادگی کے لئے دعا فرمایئے بیشک وہ تمام مخلوق سے زیادہ میری سختی دور کرنے پر قادر ہے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم



اللهم صل وسلم وبارک علی من اسمه

(۴۳) سیدنا رسول ﷺ (۲۹۶ = ۱۷)

رسول کے معنی ہیں پیغامبر یعنی اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے والا پچھلے باب میں مذکور ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام میں تین سو تیرہ رسول ہوئے اور تمام رسول سے افضل و اعلیٰ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمائی۔

یٰسین ! والقران الحکیم ○ انک لمن المرسلین ○
علی صراط مستقیم ○ (۳۶:۱-۴)

حکمت والے قرآن کی قسم بیشک تم رسولوں سے ہو اور سیدھی راہ پر ہو۔

واللّٰہ یعلم انک لرسولہ اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو (۶۳:۱)

ھو الذ ی ارسل رسولہ بالھد ی ودین الحق لیظھرہ علی الد ین کلہ
(۹:۳۳) (۴۸:۲۸) (۶۱:۹)

(اور اللہ تو) وہ ہے جس نے اپنا رسول (محمد مصطفیٰ ﷺ) ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے۔ معلوم ہوا آپ ﷺ ایسے رسول ہیں کہ آپ ﷺ کی رسالت کا مقام یہ ہے کہ اس سے متعلقہ دین (دین اسلام) تمام ادیان پر غالب ہے۔

رسول کا فریضہ ھو الذ ی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمتہ (۶۲:۲) وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر ان کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب کا علم اور حکمت عطا کرتے ہیں۔

رسول اللہ کا فریضہ امت کو (۱) قرآن مجید پڑھ کر سنانا۔

(۲) اور لوگوں کو عقائد باطلہ' غیر کی پرستش سے' اخلاق رزیلہ سے' جاہلیت کی خباثتوں سے پاک کرنا۔ اللہ وحدہ لاشریک کی محبت کے لئے لوگوں کے دلوں کو پاک اور صاف کرنا۔

(۳) قرآن مجید کے احکام سے آگاہ کرنا' حلال و حرام کی تمیز سکھانا' تمام احکام خداوندی سے لوگوں کو روشناس کرانا۔

(۴) سنت اور فقہ کے مسائل سمجھانا' قرآن مجید میں غور و فکر کرنے کا طریقہ سکھانا احکام شریعت اور اسرار طریقت اور رموز حقیقت کی تعلیم دینا۔

آپ ﷺ ایسے رسول ہیں کہ آپ ﷺ کی آمد کا احسان امت کو جتایا گیا۔

لقد من اللّٰہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم (۳:۱۶۴)

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

ایسے رسول کون ہیں جن کا احسان جتایا گیا۔

ھو الذی ارسل .... وکفی باللّٰہ شھید ۹ ○ (۴۸:۲۸) وہ ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے۔

(اپنے حبیب کی رسالت پر) محمد رسول اللہ ﷺ (۴۸:۲۹)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دو مرتبہ **یا ایھا الرسول** کے خطاب عزت کے ساتھ مخاطب فرمایا۔

(۱) **یا یھا الرسول لا یحزنک الذ ین یسارعون فی الکفر** (۵:۴۱)

اے رسول تمہیں غم نہ کریں وہ (منافق) جو کفر پر دوڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو رسول کے خطاب سے مخاطب کر کے تسکین خاطر فرماتا ہے کہ اے حبیب میں آپ ﷺ کا ناصر اور معین ہوں۔ منافقین کے کفر میں جلدی کرنے یعنی ان کے اظہار کفر اور کفار کے ساتھ دوستی و موالات کر لینے سے آپ ﷺ رنجیدہ نہ ہوں۔

(۲) **یا یھا الرسول ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللّٰہ یعصمک من الناس** (۵:۶۷)

(اے رسول پہنچا دو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے اور نہ ایسا نہ ہو تو تم

نے اس کا کوئی پیغام نہ پہنچایا اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے) آپ ﷺ کا کام ہمارے پیغام لوگوں تک پہنچانا ہے آپ ﷺ ان لوگوں کا اندیشہ نہ کریں۔ اپنے کام میں لگے رہیں۔ یہ لوگ آپ ﷺ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کا نگہبان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا **رسولاً منھم رسولاً منکم** ارشاد فرمایا۔ **کما ارسلنا فیکم رسولا منکم** (جیسا کہ ہم نے تم میں ایک رسول بھیجا جو تمہیں سے ہے)

یہاں **منکم** کے مخاطب قریش مکہ بھی ہیں جو سارے عرب میں مخدوم مانے جاتے تھے۔ نیز اس کے مخاطب جملہ بنی نوع انسان بھی ہیں غور کرنے کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منکم یا منھم کیوں ارشاد فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر دنیا کی اکثر قوموں نے اپنے اپنے پیشواؤں کو جنس انسانی سے ایک بلند مقام دے رکھا تھا۔ ہندوؤں میں بتیس کے قریب ایسے بزرگ ہیں جن کے نام کے ساتھ انہوں نے اوتار کا خطاب لگا رکھا ہے اوتار کے معنی ہیں کہ خدا نے اپنی شکل انسانی شکل یا دوسری مخلوق کی صورت میں ظاہر کی ہے۔

ایسا ہی عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یہودیوں نے حضرت عزیز علیہ السلام کی عظمتوں اور معجزوں سے متاثر ہو کر ان کو خدا کا بیٹا بنا ڈالا۔

اہل تبت نے دلائی لامہ کو خالقیت کی مسند پر بٹھا دیا (دلائی لامہ تبت والوں کا گرو ہے۔ اس کے بارے میں اہل تبت کا عقیدہ ہے کہ وہ کبھی نہیں مرتا صرف چولا (لباس) بدلتا رہتا ہے۔ ان کا ہر گرو دلائی لامہ کہلاتا ہے۔ ان کے عقیدے میں لامہ ہی بار بار شکل بدل کر آتا ہے اس لئے وہ دلائی لامہ کو خدا سمجھتے ہیں۔ (استغفراللہ العظیم)

اہل انگلستان نے کنگ آرتھر کی کرسی کو معصوم اور غیر معصوم کی شناخت کا آلہ ٹھہرا لیا۔ ناروے والوں نے ورڈن بت کی صدیوں پوجا کی۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی شان بشریت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اگرچہ میرے محبوب بہت بلندیوں کے مالک ہیں۔ میں نے انہیں اپنے دیدار سے

مشرف فرمایا۔ آسمانوں' جنت' عرش و کرسی' سدرۃ و لامکان کی رات کے تھوڑے سے حصے میں سیر کرا دی۔ میرے محبوب نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے لیکن یہ سب مقام عبدیت کی بلندی ہے۔ انہیں اپنے رب کا بندہ ہونے پر فخر حاصل ہے۔ یہ اللہ کے رسول ہیں لیکن تم میں سے ہیں۔

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر
او سراپا انتظار تو منتظر

(اقبال)

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا
لمعہ باطن میں گمنے جلوہ ظاہر گیا
اللہ اللہ یہ علو خاص عبدیت رضا
بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ دَاءٍ وَّدَوَاءٍ وَّبِعَدَدِ كُلِّ عِلَّةٍ وَّشِفَاءٍ

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ
(۴۴) سیدنا شاھد ﷺ (۴ = ۳۱۰)

یا یھا النبی انا ارسلنک شاھدا (۳۳ : ۴۵)

اے نبی (محتشم) ہم نے آپ ﷺ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر بھیجا۔ شاہد کا معنی گواہ ہے اور گواہ کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ جس واقعہ کی وہ گواہی دے رہا ہے وہ وہاں موجود بھی ہو اور اپنی آنکھوں سے اس واقعہ کو ملاحظہ بھی کرے کیونکہ شہادت وہ ہوتی ہے کہ انسان وہاں موجود بھی ہو اور اسے دیکھے بھی خواہ آنکھوں کی بصارت سے یا دل کی بصیرت سے۔

پیر کرم شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو ارشاد فرمایا کہ تمہیں شاہد بنایا لیکن جس چیز پر شاہد بنایا اس کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایک چیز ذکر کر دی جاتی تو شہادت نبوت وہاں محصور ہو کر رہ جاتی۔ یہاں اس شہادت کو کسی ایک امر پر محصور کرنا مقصود نہیں بلکہ شہادت کی وسعت کا اظہار کرنا مطلوب ہے یعنی حضور ﷺ گواہ ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کمالیہ پر' کیونکہ جب ایسی باکمال ہستی اور ہمہ صفت موصوف ہستی یہ گواہی دے رہی ہو کہ **لا الہ الا اللہ** تو کسی کو اس دعوت کے حق ہونے میں شک نہیں رہتا' دولت حکومت' شخصی وجاہت' علم اور فضل و کمل یہ ایسے حجابات ہیں جن میں لوگ کھو جاتے ہیں اور اپنے خالق کریم کی ہستی سے غافل ہو جاتے ہیں۔ حضور کی اس شہادت سے وہ سارے حجابات تار تار ہو گئے اور اس نبی اور رسول کی شہادت توحید کے بعد کوئی سلیم الطبع انسان اس کو تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرے گا۔

نیز حضور ﷺ دین اسلام' اس کے عقائد' اس کے نظام عبادات و اخلاق اور اس کے سارے قوانین کی حقانیت کے بھی گواہ ہیں اور جب قیامت کے روز امم سابقہ اپنے انبیا کی دعوت کا انکار کریں گی کہ ان کے پاس نہ کوئی نبی آیااور نہ کسی نے ان کو دعوت توحید دی اور نہ ہی انہیں کسی نے گناہوں سے روکا۔ اس وقت مجمع عام میں یہ رسول انبیاء کی صداقت کی گواہی دے گا کہ الہ العلمین تیرے نبیوں نے تیرے احکام

پہنچائے اور تیری طرف بلانے میں انہوں نے کسی کوتاہی کا ثبوت نہیں دیا۔ یہ لوگ جو آج تیرے انبیاء کی دعوت کا سرے سے انکار کر رہے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نبیوں پر پتھر برسائے انہیں طرح طرح سے ستایا انہیں جھٹلایا اور بعض امتوں نے تیرے نبیوں کو تختہ دار پر کھینچ دیا۔

اس کے علاوہ حضور ﷺ اپنی امت کے اعمال کی گواہی دیں گے کہ فلاں نے کیا کیا اور فلاں سے کیا کیا غلطی سرزد ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ حضرت سعید بن مسیب سے روایت کی کہ روزانہ صبح و شام حضور ﷺ کی امت حضور پر پیش کی جاتی ہے اور حضور ﷺ ہر فرد کو اس کے چہرے سے پہنچانتے ہیں۔ اسی لئے حضور ﷺ ان پر گواہی دیں گے۔ (مظہری)

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں کہ اس کے بغیر کوئی معبود نہیں اور قیامت کے روز لوگوں کے اعمال پر گواہی دیں گے۔ (علامہ ابن کثیر)

حضور ﷺ اپنی امت پر گواہی دیں گے کیونکہ حضور ﷺ ان کے احوال دیکھ رہے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں قیامت کے دن ان کے حق یا ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ (روح المعانی از علامہ آلوسی)

مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں "اور محشر میں بھی امت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کے پیغام کو کسی نے کس قدر قبول کیا۔ (ضیاء القرآن سے اقتباس)

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۴۵) سیدنا مبشر ﷺ (۵۴۲ = ۱)

یایھا النبی انا ارسلنک شاھداً ومبشراً (۴۵ : ۳۳)

مبشر کے معنی خوش خبری سنانے والا۔ جو لوگ حضور ﷺ کی تبلیغ پر ایمان لائے آپ ﷺ کے ارشادات پر عمل کئے وہ دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہیں۔ ایسے لوگوں کو حضور نے ان کے ایمان لانے اور نیک کام کرنے اطاعت کرنے پر جنت کی خوشخبری سناتے ہیں اور اہل محبت کو دیدار الہیٰ کی خوشخبری سنائی۔ الحمداللہ اہل محبت کو اب بھی خوشخبری سناتے ہیں اور اہل محبت بھی اس پر شاہد ہیں اہل محبت کا راز اہل شریعت نہیں سمجھ سکتے۔ اسی کے بیان کرنے سے فساد پیدا ہوتے ہیں۔ بہرحال حضور ﷺ نے دس صحابہ کو جنت کی خوشخبری سنائی۔ ان میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ' سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ' سیدنا علی رضی اللہ عنہ ' سیدنا سعد رضی اللہ عنہ ' سیدنا سعید رضی اللہ عنہ ' سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ ' سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ ' سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ انہیں عشرہ مبشرہ کہتے ہیں۔ اسی طرح اہل ایمان اور اہل محبت تمام مبشرین ہیں کہ ان کو خوشخبری سنائی گئی ہے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۴۶) سیدنا نذیر ﷺ (۹۶۰ = ۱۵)

یا یھا النبی انا ارسلنک شاھداً ومبشراً و نذیراً ○ (۴۰ : ۳۳)

نذیر کے معنی کسی شخص کو اس کی نافرمانی کے نتائج سے بروقت آگاہ کر دینا ہے۔
حضور ﷺ نے سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں بنی ہاشم مطلب کو انذار فرمایا کیونکہ سب سے پہلے حکم ہی یہی ہوا۔

وانذر عشیر تک الاقربین ○ واخفض جنا حک لمن اتبعک من المومنین ○ (۲۱۵ / ۲۱۴ : ۲۶) (اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں کے لئے)

(۱) لہذا سب سے پہلے حضور ﷺ نے اپنے گھر میں تبلیغ فرمائی تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ حضرت علی المرتضیٰ' حضرت زید بن حارثہ ایمان لائے۔ دوسری آیت میں مومنین سے مراد قرابتی اور غیر قرابتی دونوں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو قرآن مجید میں انداز کا حکم دیا۔ پہلے اہل قرابت کے لئے اور پھر عام لوگوں کو ڈرانے کا حکم ہوا۔

(۲) کیا لوگوں کو یہ عجب بات معلوم ہوئی کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد (محمد رسول اللہ) کو وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈر سناؤ اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے ان کے رب کے پاس مقام صدق ہے۔ (۲ : ۱۰)

(۳) اس قرآن مجید سے انہیں ڈراؤ جنہیں خوف ہو کہ وہ اپنے رب کی طرف یوں اٹھائے جائیں گے کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہ ہو گا نہ کوئی سفارشی اسی امید پر کہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔ (۵۱ : ۶)

(۴) اور ڈرا انہیں جس دن حسرت کا دن ہو گا جب کام ہو چکے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔ (۳۹ : ۱۹)

(۵) اور انہیں ڈرایئے اس نزدیک آنے والی آفت کے دن سے جب دل گلوں کے پاس آ جائیں گے غم میں بھرے ہوئے اور ظالموں کا کوئی دوست نہ ہو گا نہ کوئی

سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔ (۱۸ : ۴۰)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بشیر و نذیر کے نام سے بار بار ذکر کیا۔

(۱) اے اہل کتاب بیشک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے اور تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ کبھی کہو کہ ہمارے پاس کوئی بشیر اور نذیر نہ آیا تو یہ تمہارے پاس بشیر اور نذیر تشریف لائے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو سب قدرت حاصل ہے۔ (۱۹ : ۵)

(۲) اس وقت تو آپ ﷺ موجود نہ تھے جب ہم نے (موسیٰ علیہ السلام کو) طور کے کنارے ندا فرمائی۔ ہاں تمہارے رب کی رحمت ہے (کہ تمہیں غیوب عطا فرمائے) تا کہ تم ایسی قوم کو ڈر سناؤ (یعنی اہل مکہ کو) جن کے پاس آپ ﷺ سے پہلے کوئی نذیر نہیں آیا۔ اس امید پر کہ انہیں نصیحت ہو۔ (۴۶ : ۲۸)

(۳) کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ (کتاب قرآن مجید) ان (حضور ﷺ) کی بنائی ہوئی ہے ہاں ہاں وہی حق ہے تمہارے رب کی طرف سے کہ تم ایسے لوگوں کو ڈر سناؤ جن کے پاس تم سے پہلے کوئی نذیر نہیں آیا شاید وہ راہ پائیں (۳ : ۳۲)

ایسے ہی متعدد بار آپ ﷺ کو نذیر کہہ کر ذکر کیا گیا اور فرمایا اے محبوب۔

انها لا حدى الكبره نذيرا للبشر ○ (۳۶ / ۳۵ : ۷۴)

دوزخ بہت بڑی چیزوں میں بہت بڑی ہے لوگوں کو (اس سے) ڈرایئے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمه

(۴۷) سیدنا داعیا الی اللہ ﷺ (۱۹۳ = ۱۳)

داعیا الی اللّٰه باذ نه (۴۶ : ۳۳)

اور اللہ کی طرف اللہ کے حکم سے بلانے والا۔

حضور ﷺ جن وانس کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں جنات کی قومیں آپ ﷺ پر ایمان لائیں آپ ﷺ سے قران مجید سنا اور اپنی قوم کو جا کر سنایا۔ سورۃ الاحقاف کے چوتھے رکوع میں اس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔

"اور جب ہم نے تمہاری طرف جنات کی ایک جماعت کی توجہ دلائی کہ قرآن مجید سنیں تو جب آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو (اپنے ساتھیوں سے) کہنے لگے خاموش ہو کر سنو پس جب تلاوت ہو چکی تو اپنی قوم کی طرف لوٹے ڈر سناتے ہوئے ○ انہوں نے (جا کر اپنی قوم سے) کہا اے ہماری قوم ہم نے (آج) ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد تصدیق کرنے والی ہے (توراۃ ہے) پہلی کتابوں کی' راہنمائی کرتی ہے حق کی طرف اور سیدھی راہ کی طرف ○ (۳۰/ ۲۹ : ۴۶)

یقومنا اجیبوا داعی اللّٰه وامنوا به یغفرلکم من ذ نو بکم ویجرکم من عذاب الیم ○ (۴۶ : ۳۲)

اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول کر لو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں درد ناک عذاب سے بچا لے گا

ومن لا یجب داعی اللّٰه فلیس بمعجز فی الارض ولیس له من دونه اولیاء اولئک فی ضلال مبین ○ اور جو اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول نہیں کرتا تو وہ اللہ کو عاجز کرنے والا نہیں زمین میں (یعنی اللہ سے بچ کر کہیں جا نہیں سکتا) بھاگ نکلے اور نہ ہی اللہ کے سوا اس کا کوئی مدد گار ہے (یہ منکر لوگ) نری گمراہی میں ہیں۔

وادی **نخلہ** میں حضور ﷺ فجر یا عشاء کی نماز میں قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنات کا ایک گروہ اس وادی سے گزرا۔ وہ اس اثر انگیز کلام کو سن کر

رک گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ذرا خاموش رہو اور اس پڑھنے والے کے قرآن کو سنو۔ جب انہوں نے قرآن مجید کی آیات سنیں تو ان کے دل کی دنیا بدل گئی۔ خود حضور ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے اور داعی اسلام بن کر اپنی قوم میں جا کر کہا "اے قوم! ہم نے توراۃ مقدس کے بعد ایسا ہی کلام سنا ہے اور پہلے انبیاء علیہم السلام کے کلاموں کی تصدیق کرتا ہے۔ راہ حق کو واضح کرتا ہے۔" ان جنوں نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اپنی قوم کو دعوت ایمان دی۔ اسی طرح ہجرت سے پیشتر اور ہجرت کے بعد جنات کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔

بعینہ عرب کے بہت سے قبائل حضور ﷺ کے پاس آئے اور اپنی قوموں کو جا کر اسلام کی دعوت دی۔

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ کی طرف بلانے والے ہیں اور یہ کام چونکہ بہت دشوار ہے کوئی آدمی جلد اپنے عقیدے کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتا خصوصاً" مشرکین مکہ جو کوارنہ تقلید اور آباء پرستی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے جنہوں نے غور و فکر کے سارے چراغ گل کر دیئے ہوئے تھے ان کو کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر نور حق کی طرف لے آنا از حد دشوار تھا۔ ایسی ہی حالت یہود اور دوسرے اہل کتاب کی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے باذنہ کا کلمہ ارشاد فرمایا یعنی اے محبوب! ہم اس دشوار کام کو آپ ﷺ کے لیے آسان فرما دیا ہے اور اس کام کو تسہیل و تیسیر بنا دیا ہے۔ لہٰذا لوگوں کے کٹھن دل آپ ﷺ کی آواز پر نرم ہوتے گئے اور خود بخود حضور ﷺ کی طرف مبذول ہوتے چلے گئے۔ جن لوگوں میں حق پذیری کا ذرا سا بھی ملکہ موجود تھا وہ شمع جمال مصطفیٰ پر پروانہ وار نثار ہوتے چلے گئے اور پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ عرب کے اجڈ اور سخت مزاج لوگ اپنے بیوی بچوں' والدین' گھر بار' مال و زر اور پیارے وطن کو چھوڑ کر در مصطفیٰ ﷺ کی غلامی کا (پٹہ) گلے میں حائل کرنے کے لیے کشاں کشاں جا رہے ہیں۔

اور ان لوگوں نے حضور ﷺ کی زیارت فرمائی اور اپنی محبت کی پیاسیں بجھائیں۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہونے والے عاشقین مصطفیٰ کو دیکھئے شب و

روز وظائف میں مگن ہیں کہ سرکار ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو جائیں لاکھوں انسان فقط آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کے لیے مشکلات پر مشکلات برداشت کر کے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے قافلوں کی شکل میں ' فرد واحد کی صورت میں دشت و دریا کو عبور کرتے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ آخر انہیں کونسی چیز اپنی طرف کھینچ رہی ہے وہ ہے آپ ﷺ کی شان جلیلہ اور صفت جمیلہ

و داعیا الی اللّٰہ باذنہ

اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والے

مولای صل وسلم دائما ابدا

علی حبیبک خیر الخلق کلھم



اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۴۸) سیدنا "سراجا" ﷺ (۳۶۵ = ۱۴)

(۴۹) سیدنا منیرا ﷺ (۳۰۱ : ۴)

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو سراجا منیرا بنا کر بھیجا۔ ان دونوں صفاتی اسماء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی جو شان بیان کی ہے۔ احاطہ قلم سے باہر ہے۔ ان اسماء کی صفات کو تو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے اپنے سر کی آنکھوں سے یا خواب میں آپ ﷺ کا دیدار کیا ہو اور آپ ﷺ کے چہرہ سراج منیر کو دیکھ کر اپنے قلب کی تاریکی کو دور کر کے منور کر لیا ہو اور اپنی زندگی کا سارا سرمایہ سراج منیر کے ایک دیدار پر قربان کر کے اپنی زندگی کی راہ ہی تبدیل کر لی ہو۔ بھلا ایسے لوگ قلم کہاں اٹھاتے ہیں اور ان کے پاس پھر اتنا وقت ہی کہاں ہوتا ہے وہ تو ہمہ وقت اس آفتاب عالم تاب کو دیکھنے میں مگن رہتے ہیں۔ عارف رومی فرماتے ہیں ۔

نے شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چون غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

(نہ تو میں رات ہی ہوں اور نہ ہی رات کی پوجا کرنے والا کہ خوابوں کی باتیں کروں چونکہ میں اپنے آفتاب عالم تاب ﷺ کا غلام ہوں تو میں ہر وقت اپنے محبوب آفتاب عالم تاب ہی کی باتیں کرتا ہوں)

مولانا عارف باللہ ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ زبان فیض ترجمان سے تو داعی تھے اور قلب مبارک اور قالب منور کی وجہ سے سراج منیر تھے اہل ایمان اس آفتاب کے رنگوں میں رنگے جاتے ہی اور اس کے انوار سے درخشاں اور تاباں ہوتے ہیں۔

حضور ﷺ ایسے سراج منیر ہیں کہ قیامت تک کے مومن آپ ﷺ کی روشنی سے اپنے دلوں کے بجھے ہوئے چراغوں کو روشن کرتے چلے جائیں گے اور پھر اپنے

چراغوں سے دوسروں کے قلبی چراغوں کو مستنیر کریں گے اور یہ سلسلہ انشاء اللہ العزیز تاقیامت جاری رہے گا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف نور ہیں بلکہ نور بخشنے والے بھی ہیں۔ نور بنانے والے بھی ہیں۔

سراجا منیر نگار مدینہ
تجلی مکہ بہار مدینہ

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

اللّٰهم صل علٰی سیدنا ومولانا
محمد وعلٰی آل سیدنا ومولانا
محمد کما صلیت علٰی ابراهیم
وعلٰی آل ابراهیم انک حمید مجید
اللّٰهم بارک علٰی سیدنا ومولانا
محمد وعلٰی آل سیدنا ومولانا
محمد کما بارکت علٰی ابراهیم
وعلٰی آل ابراهیم انک حمید مجید
السلام علیک ایها النبی
ورحمة الله وبرکاته

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۵۰) سیدنا جامع ﷺ (۱۱۴=۶)

اللہ تعالیٰ کی صفت جامع ہے۔

ربنا انک جامع الناس لیوم لاریب فیہ ان اللّٰہ لایخلف المیعاد (۲ : ۳)

اے رب ہمارے بیشک تو سب لوگوں کو جمع کرنے والا ہے۔ اس دن کے لیے جس میں کوئی شبہ نہیں بیشک اللہ کا وعدہ نہیں بدلتا۔

اللہ تعالیٰ نے جامع کی صفت اپنے محبوب ﷺ کو بھی عطا فرمائی۔

(۱) سب سے پہلے نبی ﷺ نے حکم ربانی **وانذر عشیرتک الاقربین** کے موافق بنی ہاشم کو ایک شب کھانے کی دعوت پر جمع کیا۔ اس روز ابولہب کی بکواس نے کلام کرنے کا موقع نہ دیا پھر دوسری شب انہی حضرات کو دعوت دی ان کی تعداد چالیس یا ایک کم تھی۔ جب سب کھانا کھا کر اور دودھ پی کر فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں تبلیغ فرمائی۔

(۲) ایک روز کوہ صفا پر چڑھ کر لوگوں کو آواز دی جب سب جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا "تم مجھے بتاؤ تم مجھے سچا جانتے ہو یا جھوٹا سمجھتے ہو" لوگوں نے بیک زبان ہو کر کہا "ہم نے کبھی آپ کے منہ سے غلط یا بے ہودہ بات نہیں سنی ہمیں یقین ہے کہ آپ امین اور صادق ہیں۔"

(۳) آپ نے لوگوں کو میلوں میں جا کر جمع کیا اور تبلیغ فرمائی۔ (تاریخ اسلام)

(۴) جب حضور ﷺ میدان بدر میں کفار مکہ کو شکست دیکر مدینہ منورہ واپس لوٹے تو یہود کو جمع کر کے فرمایا "تم اللہ سے ڈرو اور اس سے قبل ایمان لاؤ کہ تم پر کوئی مصیبت آئے جیسے کفار مکہ پر آئی" ان لوگوں نے کہا "اہل مکہ جنگ کا تجربہ نہ رکھتے تھے اس لیے شکست کھا گئے اگر ہم سے مقابلہ ہوا تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے مغلوب ہونے اور قتل کیے جانے کی خبر دی آخر ایک دن حضور ﷺ نے چھ سو کی تعداد میں یہودی قتل کیے

اور باغیوں کو گرفتار کیا اور مدینہ منورہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اہل خیبر پر جزیہ مقرر کیا۔ فتح مکہ کے بعد میدان عرفات میں ایک لاکھ چوالیس ہزار مسلمانوں کو جمع کر کے خطاب فرمایا۔

○ لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔

○ لوگوں ! تمہارے خون' تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی' اس شہر کی' اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔

○ لوگو ! جاہلیت کی ہر ایک بات میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔

○ لوگو ! عورتوں کے معاملہ میں اللہ تعالی سے ڈرتے رہو۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم انہیں اچھی طرح کھلاؤ۔ اچھی طرح پہناؤ۔

○ لوگو ! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گئے قرآن مجید اللہ تعالی کی کتاب

○ لوگو ! میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ خوب سن لو ! اپنے رب کی عبادت کرو۔ پنج گانہ نماز پڑھو۔ رمضان شریف کے روزے رکھو۔ اپنے مالوں کی زکوۃ ' دلی خوشی کے ساتھ دیا کرو۔ (عمر میں ایک مرتبہ) خانہ کعبہ کا حج کیا کرو۔

○ لوگو ! قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی دریافت کیا جائے گا۔ تم کیا جواب دو گے سب نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالی کے پیغام ہم تک پہنچا دیئے۔ آپ ﷺ نے رسالت و نبوت کا حق ادا کر دیا۔

حضور ﷺ نے اپنی سبابہ کو آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا۔

اے اللہ سن لے یہ تیرے بندے کیا کہتے ہیں۔ اے اللہ تو بھی شاہد بن جا۔

آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں یہ سب سے بڑا مجمع تھا کہ لوگوں کو جمع کر کے جامع ﷺ نے انہیں اللہ کا پیغام سنایا۔

قرآن مجید نے جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ اللہ تعالی نے آپ سے ارشاد فرمایا۔

فبهدا هم اقتدا ○

آپ ﷺ ان انبیاء علیہم السلام کی اقتدا کریں یعنی جو ان میں خوبیاں تھیں وہ پنے اندر پیدا کریں اور اپنے اندر وہ تمام کمالات جمع کریں جو تمام انبیاء میں فردا" فردا" موجود تھے۔ لہذا آپ ﷺ کے اندر وہ تمام کمالات جمع ہوئے اور وہ تمام معجزات آپ یں اتم موجود تھے جو سابقہ انبیاء میں فردا" فردا" موجود تھے۔

قیامت کے دن تمام مخلوق آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گی اور عرض کرے گی یا رسول اللہ اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اس عذاب سے نجات دے۔ آپ ﷺ دعا فرمائیں گے تو عذاب اٹھا لیا جائے گا۔

تمام انبیاء اور ان کی قومیں' تمام اولیاء اور ان کے **متبعین** قیامت کے دن آپ ﷺ ہی کے لوائے حمد کے نیچے جمع ہوں۔ لہذا آپ ﷺ ہر لحاظ سے صفت جامع سے متصف ہیں۔

مولای صل وسلم دائما" ابدا"
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ

(۵۱) سیدنا کامل ﷺ

ارشاد رب العزت ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (۵ : ۳)

(آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کیا)

یہ آیت حجتہ الوداع جمعتہ المبارک عرفہ کے دن عصر کے بعد نازل ہوئی۔ اس میں بتایا گیا کہ یہ نبی کامل ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ ان کی تشریف آوری سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اکمل دین اور اتمام نعمت فرمائی ہیں۔ یہ دین قیامت تک موجود رہے گا اور اس نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت و رسالت کامل ہے ان کی آمد نے نبوت کو مکمل کر دیا ہے۔ پچھلی شریعتوں کی طرح منسوخ نہیں ہو گی اور نہ ہی سابقہ انبیاء کی طرح اس نبی کا زمانہ ختم ہو گا۔

مسلم اور بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا۔ اس نے کہا "اے امیرالمومنین آپ کی کتاب میں ایک ایسی آیت ہے کہ وہ اگر ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس روز عید مناتے" فرمایا "کونسی آیت ہے" اس نے اس آیت کا پتہ دیا۔ آپ نے فرمایا۔

"میں اس دن کو جانتا ہوں جس دن یہ نازل ہوئی تھی اس مقام کو بھی پہچانتا ہوں جہاں یہ آیت نازل ہوئی۔ وہ مقام عرفات کا میدان تھا۔ جمعہ کا دن تھا۔" آپ کی مراد یہ تھی کہ ہمارے لیے بھی یہ عید کا دن ہے۔

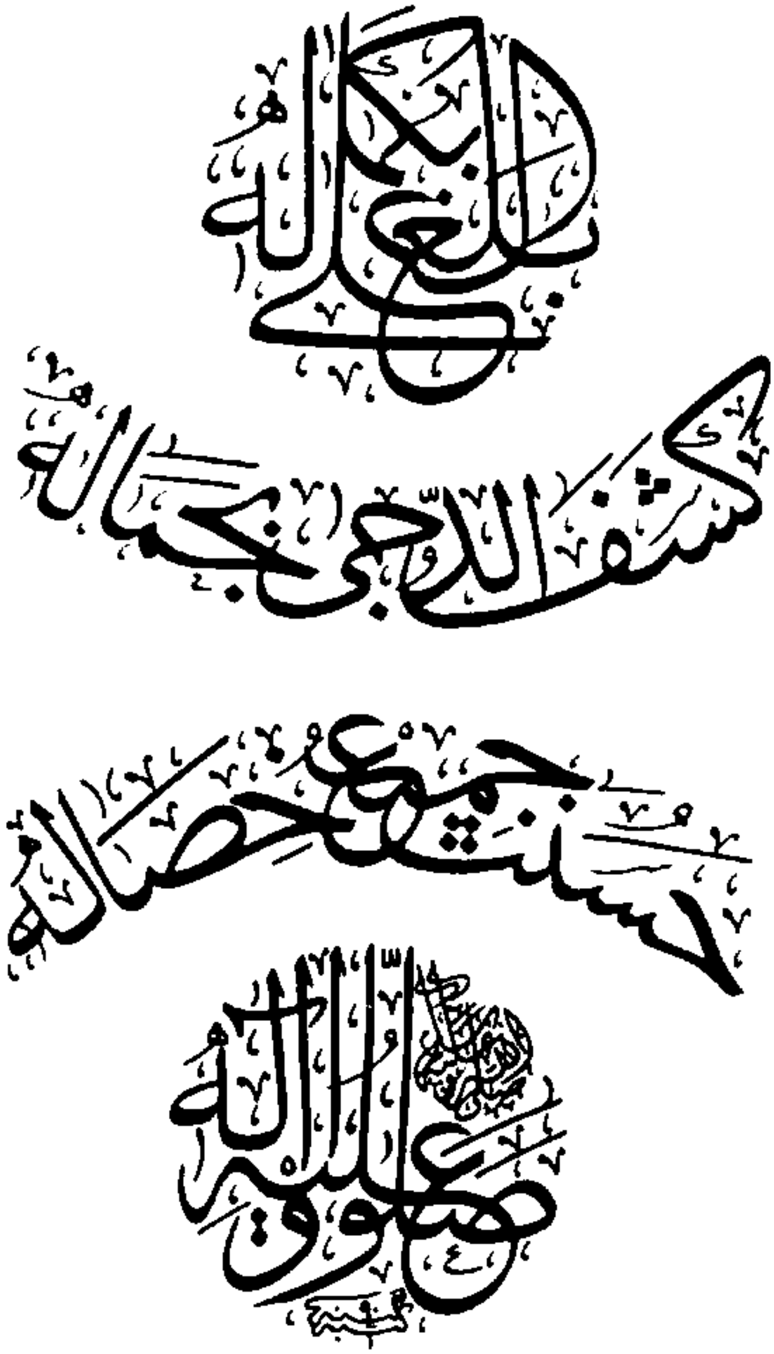
ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا تھا۔

اس دن ہماری دو عیدیں ہیں۔ ایک جمعہ کی اور دوسری عرفہ کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوایا گیا کہ آج دین کامل ہو گیا جس کا دین کامل ہوا

وہ خود کامل ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

٭٭٭٭٭٭٭



اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ

(۵۲) سیدنا مزمل ﷺ (۱۱۷=۹)

یا یھا المزمل حضور کریم ﷺ کو خطاب ہے۔ "اے چادر لپیٹنے والے" اس خطاب سے نوازے جانے کا سبب علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ جب غار حرا میں جبریل علیہ السلام پہلی وحی **اقرا باسم ربک** اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر حضور ﷺ کے پاس آئے تو چونکہ یہ پہلا موقعہ تھا اس لیے اس حیرت انگیز واقعہ سے طبعی اثر ہوا بے خودی کی سی کیفیت طاری ہو گئی جسم طاھر کپکپانے لگا۔ آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور حضرت سیدہ طاہرہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

زملونی زملونی مجھے چادر اوڑھا دو۔

حضور ﷺ جب چادر لپیٹ چکے تو جبریل اللہ کے حکم سے سورۃ مزمل لیکر حاضر ہوئے اور رب تعالیٰ کا فرمان سنایا۔ **یا یھا المزمل** اے چادر اوڑھنے والے

عرب میں یہ دستور ہے جب کسی کے ساتھ لطف و کرم اور محبت کا اظہار کرنا ہو تو وہ جس حالت میں ہو اسی سے (مشتق) کر کے اس کو خطاب کرتے ہیں۔ حضرت حذیفہ ایک دفعہ سو رہے تھے اسی اثناء میں حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا۔

یا نومان (اے سونے والے) حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ و جہہ ' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کسی بات پر رنجیدہ ہو کر مسجد کے کچے فرش پر آ کر لیٹ گئے۔ حضور ﷺ آپ کی تلاش میں آئے تو انہیں مٹی میں لپٹا دیکھ کر فرمایا **یا ابا تراب** اے مٹی کے باپ اسی طرح حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کو **یا اباھریرہ** (اے بلی کے باپ) فرمایا۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کپڑے زیب تن کر کے عبادت کے لیے تیار ہوئے تھے تو ارشاد بذریعہ وحی ہوا۔ اے کپڑے پہن کر میری عبادت کے لیے تیار ہونے والے۔

عارف کامل حضرت یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں "رسالت کی خلعت فاخرہ زیب تن فرمانے والے۔

سورۃ کا خلاصہ اٹھئے اور رات کی خاموشیوں میں نماز ادا کیجئے مگر ذرا کم' آدھی رات عبادت کریں یا اس سے ذرا کم کریں یا آدھی رات سے (حسب ذوق) بڑھا دیا کریں اور ٹھہر ٹھہر کر قرآن مجید پڑھا کریں (تاکہ سننے والا سمجھ سکے اور اس سے حظ اٹھا سکے) بیشک ہم جلد ہی تم پر ایک القا کریں گے ایک بھاری کلام (یعنی تبلیغ کا کام لیں گے) بیشک رات کا قیام کرنا (نفس کو) سختی سے روندتا ہے اور بات کو درست کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کو دن میں بڑی مصروفیات ہیں۔ اپنے رب کا نام لیکر ذکر کیا کرو۔ (یعنی اللہ اللہ کیا کرو) اور سب تعلق توڑ کر اسی (کی عبادت میں مگن) رہو۔

ان آیات کریمات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو نماز تہجد کی ترغیب دلائی پہلے دور کے مسلمان بھی حضور ﷺ کے ساتھ قیام اللیل کیا کرتے تھے۔ پنج گانہ نماز فرض ہونے سے تہجد کا فریضہ عام مسلمان سے ساقط ہو گیا۔ حضور ﷺ پر نماز تہجد واجب رہی۔ عام مسلمانوں کے لیے نماز تہجد سنت اور نفل قرار دیدی گئی۔ شب بیداری کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت بڑے صحیح طریقہ پر ہو سکتی ہے۔ اس وقت سناٹا ہوتا ہے۔ کاروبار کا وقت نہیں ہوتا اور نہ ہی رشتہ دار و احباب کی آمد ہوتی ہے۔ انسان اس وقت نہایت لطف سے قرآن مجید کی تلاوت کر کے قرب خداوندی حاصل کرتا ہے اور لطف اندوز ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ و **التسلیم** نے اہل ایمان کو اپنے ارشادات سے تہجد کی طرف توجہ دلائی ہے۔

ارشادات نبوی :۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "جب رات کا تیسرا حصہ رہ جاتا ہے تو ہمارا رب پہلے آسمان پر (اپنی شان کے شایاں) نزول اجلال فرماتا ہے اور فرماتا ہے' کون ہے جو مجھ سے دعا مانگ رہا ہے تاکہ اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے سوال کر رہا ہے تاکہ میں اس کو عطا کروں کون ہے جو مجھ سے گناہوں کی بخشش چاہتا ہے تاکہ میں اس کو بخشش دوں۔ (متفق علیہ)

(۲) امام ترمذی نے حضرت ابو امامہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہیں رات کو جاگنا ضروری ہے پہلے زمانے کے نیک لوگوں کا یہ دستور تھا۔ رات کو

جاگنا اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ رات کو عبادت کرنا گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(۳) فرمایا "تین آدمی وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ دیکھ کر ہنستا ہے (یعنی خوش ہوتا ہے)

(i) وہ شخص جو رات کو اٹھ کر تہجد پڑھتا ہے۔

(ii) وہ لوگ جو نماز کے لیے صفیں باندھتے ہیں۔

(iii) وہ لوگ جو میدان جنگ میں صفوں کو درست کرتے ہیں۔

نماز تہجد انسان کی خرمستیوں اور غرور و تکبر کو ختم کر دیتی ہے۔

علامہ بوصیری فرماتے ہیں ۔

والنفس کالطفل ان تهمله شب علی
حب الرضاع و ان تفطمه ینفطه

نفس بچے کی مانند ہے اگر تم اس کا دودھ نہ چھڑاؤ تو پیتا چلا جائے گا اور جب چھڑا دو گے تو چھوڑ دے گا۔

عطار ہو' رومی ہو' رازی ہو' غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

سورۃ مزمل کی برکات :- اسی سورۃ کی برکات تو بہت سی ہیں۔ بزرگان دین اس سورۃ کو کئی طریقوں سے بطور وظیفہ پڑھتے ہیں۔ فقیر فقط وہ عمل بیان کرتا ہے جو شیخ الاسلام زہد الانبیاء حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے۔

آپ کا عمل تھا اور ارشاد ہے کہ جو مسلمان نماز مغرب کے بعد گیارہ مرتبہ سورۃ مزمل شریف پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا لنگر جاری فرما دیتا ہے۔

سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کے بزرگ سید شریف احمد شرافت نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف شریف التواریخ میں یوں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ تہجد کے وقت پڑھے اور دو دو مرتبہ ہر نماز کے ساتھ لہٰذا گیارہ کی تعداد یوں مکمل کرے۔ حقیقتاً طریقہ اور عمل تو بابا جی ہی کا ہے سلسلہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت معروف چشتی رحمۃ اللہ علیہ جو بابا جی کی اولاد سے تھے اور نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد ہوئے کی معرفت یہ وظیفہ پڑھا جاتا ہے۔

فقیر کا عمل یہ ہے کہ اگر تہجد میں اٹھنا از فضل خدا نصیب ہو جائے تو ایک

مرتبہ سورۃ مزمل پڑھ لیتا ہے اور دو مرتبہ فجر کے بعد۔ علاوہ ازیں گیارہ مرتبہ عصر تک اکثر سیر کے دوران گیارہ مرتبہ پڑھ لیتا ہے کبھی کبھی تعداد تیں چالیس بھی ہو جاتی ہے لیکن نماز مغرب کے بعد بارشاد بابا جی گیارہ مرتبہ یوں پڑھتا ہے۔ مغرب کے بعد دو سنت ہیں ان میں پہلی رکعت میں دو مرتبہ اور دوسری رکعت میں ایک مرتبہ۔ پڑھ لیتا ہے۔ ۱ سنت ادا کرنے کے بعد دو نفل برائے حفظ ایمان پڑھتا ہے۔ اس کا طریقہ فقیر نے یہ بنا رکھا ہے۔ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد میں ایک مرتبہ آیت الکرسی۔ سورۃ مزمل شریف ایک مرتبہ تین مرتبہ سورۃ اخلاص ایک مرتبہ **معوذتین** (الفلق الناس) اور دوسری رکعت میں بھی اسی طرح پڑھتا ہے۔ اس طرح سورۃ مزمل شریف کی تعداد پانچ ہو گئی بعد میں نماز اوابین کے چھ نفل پڑھتا ہے تو اس میں ہر رکعت کے اندر الحمد شریف کے بعد ایک ایک مرتبہ سورۃ مزمل شریف پڑھتا ہے۔ یوں گیارہ کی تعداد پوری کرتا ہے۔ **وما توفیقی الا باللّٰہ**

فقیر کے نزدیک نفلوں میں پڑھنا افضل ہے اور ایسا ہی قرآن و حدیث میں وارد ہوا کہ نماز میں قرآن زیادہ سے زیادہ پڑھا جائے۔ لیکن اپنی خودی قائم رکھنی چاہیے رزق حلال کے لیے پوری پوری کوشش کرنا چاہیے ورنہ بقول اقبال

یہ ذکر نیم شبی یہ مراقبے یہ سجود
تیری خودی کے نگہبان نہیں تو کچھ بھی نہیں

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

---

۱ سنت میں کبھی کبھی پڑھنا چاہئے کیونکہ سنت موکدہ میں سورتیں مخصوص کر کے نہیں پڑھ سکتا۔ ۱۲

اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ

(۵۳) سیدنا مدثر ﷺ (۴۴۷ = ۱۵)

کمبل یا چادر اوڑھنے والے یا کمبل میں خود کو لپیٹنے والے وہ لباس جو جسم کو مس کرتا ہے۔ (قمیض ' شلوار' نیبان وغیرہ) اسے عربی میں شعار کہتے ہیں اور اس لباس کے اوپر جو چادر یا کمبل اوڑھا جاتا ہے اسے دثار کہتے ہیں۔ مدثر دثار سے ہی مشتق ہے اس کے معنی چادر یا کمبل میں اپنے آپ کو اوڑھنے والے کے ہیں۔

جبریل امین جب پہلی مرتبہ غار حرا میں وحی لیکر حاضر ہوئے تو اس کے بعد بروایتے ٦ ماہ یا ١٠ ماہ یا تین سال تک وحی کا سلسلہ بند رہا۔ اس دور کو فترۃ الوحی کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ اس عرصہ میں حضور ﷺ پر بڑے قلق اور اضطراب کی کیفیت طاری رہی۔ کلام الہی میں جو چاشنی اور مٹھاس ہے' کان اب اس سے آشنا ہو چکے تھے۔ اس کو دوبارہ سننے کے لیے بے تاب تھے۔ اتنا لطف و کرم پھر سکوت وہ بھی اتنا طویل' قبض و انقباض کی یہ کیفیت بڑی صبر آزما تھی۔ دل بے چین ' کان بے تاب اور آنکھیں مشتاق۔

آخر پھر در رحمت کھلا اور سلسلہ وحی شروع ہوا اس کی حالت خود حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک روز غار حرا سے گھر کی طرف آ رہا تھا کہ آسمان کی طرف سے ایک آواز سنائی دی میں نے نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ جو حرا میں میرے پاس آیا تھا زمین و آسمان کے درمیان ایک زریں کرسی پر بیٹھا ہے یہ منظر دیکھ کر مجھے خوف محسوس ہوا۔ گھر آیا میں نے خدیجہ سے کہا **فدثرونی** (مجھ پر کمبل ڈال دو) تو انہوں نے مجھ پر کمبل ڈال دیا۔ اسی حالت میں جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور یوں مخاطب ہوئے۔

یا ایھا المدثر ○ قم فانذر ○ وربک فکبر ○ وثیابک فطھر ○ و الرجز فاھجر ○ ولاتمنن تستکثر ○ و لربک فاصبر ○

(اے اپنے آپ کو کمبل میں لپیٹنے والے ! اے نبوت اور اس کے بار گراں کو اٹھانے والے۔ اے انسانی شکل و صورت سے حقیقت محمدیہ کو مستور کرنے والے'

لوگوں کی نگاہوں سے اپنے آپ کو چھپانے والے تیری حقیقت کو اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا۔

(۱) اٹھئے اور لوگوں کو (رب کے عذاب سے) ڈرایئے۔ (یہ قوم جو غفلت کی نیند پڑی سو رہی ہے اسے خبردار کر دیجئے کہ آنکھیں کھولیں۔ اپنی روش بدلیں۔ ورنہ عذاب الٰہی نازل ہونے والا ہے۔

(۲) اور رب کی بڑائی بیان کیجئے کہ تمہیں کو اپنی بڑائی بیان کرنے اور لوگوں سے کبریائی بولنے کے لیے منتخب کیا ہے۔ **اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر** کے نغمے الاپنے کا حکم دیجئے۔

(۳) اپنے لباس کو صاف ستھرا رکھئے۔ اسے ہر داغ سے بچایئے۔ یہ نبوت و رسالت کی جو سفید چادر عطا کی ہے اسے ہر دھبے سے بچایئے۔ آپ ﷺ سے قبل انبیاء علیہم السلام نے بڑی مصیبتیں برداشت کی ہیں۔ آپ سب نبیوں کے سردار ہیں آپ کو بہت کام کرنا ہے۔ اٹھئے اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچایئے۔ لوگوں کو پاکیزگی کا سبق دیجئے۔

(۴) شرک و کفر اور بتوں کی آلودگی سے حسب سابق دور رہئے۔ اور لوگوں کو اس آلودگی سے پاک و صاف رہنے کی تبلیغ فرمایئے۔

(۵) زیادہ حاصل کرنے کی نیت سے کسی پر احسان نہ جتایئے۔ یعنی جو لوگ آپ ﷺ کے دست پاک پر مشرف باسلام ہوں ان پر احسان نہ جتایئے۔

(۶) نبوت و رسالت کا کام کرنے پر جو مصیبتیں آئیں اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے انہیں برداشت کیجئے۔

اس وحی کے بعد حضور ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اپنے چچاؤں کو اپنے گھر دعوت دو۔ لہٰذا سارے قریبی رشتہ دار آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے کھانے کا سامان رکھا جو نہایت مختصر تھا۔ لیکن اس نبوت کے گھرانے کی برکت سے سب نے پیٹ بھر کر کھایا اور کھانا پھر بھی بچ گیا لیکن یہاں بات نہ ہو سکی۔ ابولہب جس کو ماسوائے کھانے کمانے کے اور کوئی دلچسپی نہ تھی آڑے آیا اور سب کو اٹھا کر

لے گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اہل قریش کو کوہ صفا پر بلایا اور فرمایا اگر میں تمہیں کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو عنقریب تم پر حملہ کر دے گا تو کیا تم یقین کرو گے۔" سب نے بیک زبان ہو کر کہا "ہاں آپ صادق و امین ہیں ہمیں یقین ہے کہ آپ جھوٹ نہیں بولتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "میں نبی اور رسول ہوں تمہیں خدا کا پیغام سناتا ہوں کہ بتوں کی پرستش نہ کرو۔ وحدہ لا شریک کی عبادت کرو" سارا مجمع تو خاموش رہا۔ یہاں بھی ابولہب بولا "اے محمد تیرا ہاتھ ٹوٹ جائے کیا تم نے ہمیں اس لیے جمع کیا تھا" اس نے مجمع کو منتشر کر دیا۔ اس پر سورۃ تبت نازل ہوئی جس کا مفہوم یہ ہے۔

"ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ وہ خود بھی ہلاک ہو جائے جو اس نے مال کما کر جمع کیا اس کے کچھ کام نہ آیا۔ اب عنقریب وہ اور اس کی بیوی شعلوں والی آگ میں ڈالیں جائیں گے۔ جو لکڑیاں اٹھاتی ہے۔ اس کے گلے میں کھجور کی رسی ہو گی۔"

اس کے بعد اہل قریش نے آپ ﷺ کی مخالفت شروع کر دی۔ جن میں ابولہب اور ابوجہل پیش پیش تھے۔ لیکن آپ ﷺ نے تبلیغ جاری رکھی تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (قریش میں سے) مشرف بہ اسلام ہوئے۔ کچھ دیر بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ سب سے پہلی ہستی عائشہ صدیقہ ہیں جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر مسلمان ہونے کی حیثیت سے پیدا ہوئیں۔ حضرت بلال کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی دو لونڈیاں **لبینہ** اور **زنیرہ** ایمان لائیں۔ ان اسلام لانے والوں کو بہت تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی تکالیف نہ برداشت کرتے ہوئے بلال رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی دونوں لونڈیوں کو خرید کر آزاد کر دیا۔ ابوجہل کی لونڈی **سمیہ** بھی ایمان لائیں۔ ابوجہل نے **سمیہ** کو بہت مارا کہ وہ بے ہوش ہو گئیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو وہ انہیں خریدنے کے لیے تشریف لے گئے۔ ابوجہل بڑی سے بڑی رقم لیکر فروخت کرنے پر بھی آمادہ نہ ہوا اور خانہ کعبہ میں جا کر **سمیہ** سے کہا "**محمد** کے دین کو چھوڑ دو یا مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ" حضرت **سمیہ** نے فرمایا "میں دین محمدی

نہیں چھوڑ سکتی" ابوجہل بدبخت نے اس زور سے نیزہ آپ کی چھاتی پر مارا کہ وہ کمر سے باہر نکل گیا۔ حضرت **سمیہ** کلمہ پڑھتی ہوئی شہید ہو گئیں۔ اسلام میں دین کی خاطر یہ پہلی شہادت تھی۔ جو حضرت **سمیہ** کو نصیب ہوئی۔ حضرت غزیہ ایمان لائیں ان کو رسیوں سے باندھ کر قافلہ والوں کے سپرد کیا اور کہا گیا اسے پانی تک نہیں دینا۔ تین دن کے بعد جب وہ بھوک اور پیاس سے نڈھال تھیں تو غیب سے ان کے منہ میں پانی ڈالا گیا انہوں نے خوب پیا جس سے وہ ہشاش بشاش ہو گئیں۔ قافلہ والوں نے انہیں ہشاش بشاش دیکھا تو وجہ دریافت کی۔ جب انہوں نے اصل واقعہ بتایا تو قافلہ والوں نے انہیں چھوڑ دیا اور معافی مانگی جو لونڈی غلام مسلمان ہوتے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انہیں خرید کر آزاد کروا دیتے۔ ابولہب' ابوجہل' ام جمیلہ اور ابوسفیان نے قریش پر پابندی لگا دی کہ کوئی شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ لونڈی غلام فروخت نہ کرے لیکن اس ممانعت کے باوجود حضرت عثمان' عبدالرحمن بن عوف' سعد بن ابی وقاص ' (یہ حضرت سیدہ آمنہ کے بھتیجے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں زاد بھائی تھے) طلحہ بن عبیداللہ ' سعد بن عمر جیسے بزرگان قریش مسلمان ہو گئے۔ (رضی اللہ عنہم) ان کے بعد حضرت ابوذر غفاری مسلمان ہوئے اور عمر نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر قلم کرنے کے لیے نکلے تھے ہمیشہ کے لیے اپنا سر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جھکا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے بعد مسلمانوں کو جو تکالیف پہنچائی جاتی تھیں ان میں کچھ نرمی ہوئی۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مصائب اٹھا کر اپنے منصب کا کام سرانجام دیا۔

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ

(۵۴) سیدنا ابوالقاسم ﷺ (۲۴۱ = ۷)

حضور ﷺ کی کنیت ہے۔ حضرت قاسم علیہ السلام حضور ﷺ کی اولاد کرام میں بعثت سے قبل خدیجۃ الکبری طاہرہ کے بطن پاک سے پیدا ہوئے اور قبل بعثت ہی انتقال فرما گئے۔ ابن سعد نے بروایت محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت قاسم علیہ السلام دو سال زندہ رہے۔ یہی روایت زیادہ قرین قیاس ہے۔ دوسری روایات تیرہ ماہ کی عمر اور بقول مجاہد سات دن بھی منقول ہے۔ ابن فارس کی روایت میں سن تمیز کو پہنچنا منقول ہے۔ (سیرۃ النبی از علامہ نور بخش توکلی) **واللہ ' علم بالصواب۔**

حضور ﷺ کی کنیت ابوالقاسم آپ ہی کے نام کی وجہ سے ہے۔ **احادیث صحیحہ** میں ہے کہ حضور ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی شخص آپ کی اس کنیت اور نام نامی پر نام رکھے یعنی کنیت اور نام کو یکساں جمع کرے۔ مثلاً ابوالقاسم محمد یا محمد ابوالقاسم دونوں طرح نام رکھنا منع ہے ہاں محمد قاسم رکھ سکتا ہے۔ بعض نے کہا محمد ابوالقاسم نام رکھنا صرف زمانہ نبوی سے مختص تھا۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ ایسا نام کوئی مسلمان نہ رکھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ دَآءٍ وَّدَوَآءٍ وَّبِعَدَدِ کُلِّ عِلَّۃٍ وَّشِفَآءٍ

اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ

(۵۵) سیدنا ابو عبداللہ ﷺ (۱۵۱ = ۷)

(۵۶) سیدنا ابو الطیب ﷺ (۴۱ = ۷)

(۵۷) سیدنا ابو الطاھر ﷺ (۲۵۵ = ۱۲)

حضور ﷺ کے صاجزادے حضرت عبداللہ علیہ السلام سیدہ خدیجۃ الکبری طاہرہ کے بطن سے سب سے چھوٹے ہیں۔ جو بعثت کے بعد پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں انتقال فرمایا۔ طیب اور طاھر انہی کے لقب ہیں۔ شاید اس مولود مسعود کا لقب طیب حضور ﷺ کی جانب سے ہو اور لقب طاھر سیدہ خدیجہ طاھرہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ہو۔ حضرت عبداللہ علیہ السلام مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا۔ انہی کے نام اور القاب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت

ابو عبداللہ ابو الطیب ابو الطاھر ہے

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ علیہ السلام کی وفات پر سورۃ الکوثر نازل ہوئی۔ کفار نے شور مچایا کہ محمد (ﷺ) ابتر ہیں (ان کی نسل ختم ہو گئی) اب ان کا نام کوئی نہ لے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی تسلی و تشفی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

انا اعطینک الکوثر فصل لربک و انحر ان شانئک ھو الابتر

بے شک ہم نے آپ کو جو کچھ عطا کیا بے حد و بے حساب عطا کیا۔ پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کریں اور (اسی کی خاطر) قربانی دیں۔ بیشک آپ کا دشمن وہی تو ہے جو (خود) بے نام و نشان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے محبوب تیرا دشمن، تیرے دین کا بدخواہ خود ہی مٹ جائے گا قوم اسے بھول جائے گی۔ تاریخ اسے فراموش کردے گی۔ اس کی اولاد بھی

اس کا نام نہ لے گی اس کا نام لیتے شرمائے گی اور اے محبوب تیرا نام جب تک شمس و قمر ہیں زمین و آسمان ہیں اس دنیا میں زندہ رہے گا اور آخرت میں بھی تیرا ہی چرچا ہو گا۔ زبور مقدس میں حضور ﷺ کی شان میں لکھا ہے۔

"میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا بس سارے لوگ ابدالاباد تیری ستائش کریں گے۔" (آیت نمبر(۴۵ : ۱۷)

"اس کا نام ابد تک باقی رہے گا جب تک آفتاب رہے گا اس کے نام کا رواج رہے گا۔ لوگ اس کے باعث اپنے تئیں مبارک کہیں گے ساری قومیں اسے مبارک باد دیں گی" (۷۲ : ۱۷)

"اس کے حق میں سدا دعا ہو گی ہر روز اس کی مبارک باد کہی جائے گی۔ (۷۲ : ۱۵)

(یعنی حضور پر درود ہر وقت پڑھا جائے گا۔)

آج حضور ﷺ کو ابتر کہنے والے کافروں کا کوئی نام بھی نہیں لیتا جن کو اپنی اولاد کا غرور تھا۔ آج ان کی نسل کا کوئی شخص اپنی نسبت بھی ان تک نہیں پہنچاتا۔ جیسا کہ عکرمہ بن ابوجہل کی اولاد اب بھی موجود ہے تو ان کی نسل خود کو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب تو کرتی ہے لیکن ابوجہل کا نام نہیں لیتی۔ لیکن حضور ﷺ کا ذکر خیر اسم پاک اذان، تکبیر، تشہد، صلوۃ و درود اور کلمہ طیبہ میں جاری و ساری ہے۔ غیر مسلموں نے آپ ﷺ کی سیرت پر متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں اور قیامت تک ہر قوم کے مورخ آپ ﷺ کا نام لکھتے رہیں گے۔

مولای صل وسلم دائما" ابدا"
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۵۸) سیدنا ابو ابراہیم ﷺ (۲۶۸:۳)

ابو ابراہیم آپ ﷺ کی کنیت آپ کی آخری اولاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام نامی اسم گرامی سے ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابراہیم علیہ السلام ذی الحجہ ۸ ھ میں مقام عالیہ میں جہاں ان کی والدہ ماریہ قبطیہ رہا کرتی تھیں پیدا ہوئے۔ اسی سبب سے عالیہ کو مشربہ ابراہیم کہا جاتا ہے۔ ابو رافع (جو حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ کی بیوی سلمیٰ (جو حضور ﷺ یا آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ (حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ) کی آزاد کردہ لونڈی تھیں۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تمام بچوں کی دایہ بھی یہی ہیں۔ یہ سیدہ بتول فاطمۃ الزہرہ کے غسل میں بھی حضرت اسماء ابنت عمیس کے ساتھ شریک تھیں۔ غزوہ خیبر میں بھی شریک ہوئیں) نے دایہ گری کی خدمت سرانجام دیں۔ جب حضرت ابو رافع نے حضرت ابراہیم کی ولادت کی بشارت دی تو حضور ﷺ نے ابو رافع کو ایک غلام عطا کیا۔ ساتویں دن عقیقہ کیا۔ سر کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کی اور بیٹے کا نام اپنے جد امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے نام پر ابراہیم رکھا۔ ابراہیم نام رکھنے کی وجہ کچھ یوں بھی سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماریہ قبطیہ خاتون ہیں جو قبطی نسل سے ہیں۔ جس طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے ہم عصر شاہ مصر نے ہاجرہ خاتون کو پیش کیا تھا۔ اسی طرح حضور ﷺ کے ہم عصر شاہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں ماریہ قبطیہ کو پیش کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم عصر بادشاہ بت پرست اور جبار تھا۔ لیکن نبی ﷺ کا ہم عصر بادشاہ پابند مذہب عیسائی تھا۔ اس سے حضرت داؤد علیہ السلام کی معرفت جو زبور میں پیشن گوئیاں کی گئیں وہ پوری ہوئیں۔

(ا) "بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں بلکہ اوفیر کی سونے سے آراستہ ہو کر تیرے داہنے ہاتھ کھڑی ہوں گی" زبور (۹:۴۵)

وضاحت :۔ تیرے داہنے ہاتھ پر غور فرمائیں۔ یہ ملک یمین کا ترجمہ ہے۔ سب مورخین اس پر متفق ہیں کہ ماریہ قبطیہ ملک یمین کی ہیں۔ پیشن گوئی میں بتایا گیا وہ

شہزادی ہوں گی اور ان کا آنا ملک یمین میں ہو گا۔

(۲) "ترسیس اور جزیروں کے سلاطین نذریں لائیں گے اور سبا اور **صیبا** کے بادشاہ ہدیے گزاریں گے" (زبور ۷۲ - ۱۰)

وضاحت :۔ ترسیس صوبہ حلب کے قدیم شہر کا نام ہے۔ سبا سے ملک یمن کی آباد قومیں اور **صیبا** سے ملک مصر کی آباد قومیں مراد ہیں۔ غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ پیشن گوئیاں حضور ﷺ کے بارے میں کی گئی تھیں۔

دودھ پلانے کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے پسر ابراہیم علیہ السلام کو ام سیف کے حوالہ کیا۔ ام سیف کا شوہر ابو سیف لوہار تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنے کے لیے عوالی مدینہ میں تشریف لے جایا کرتے ہم آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ آپ اپنے بیٹے کو گود میں لے کر چوما کرتے۔ ابو سیف کا گھر دھواں سے پر ہوا کرتا تھا۔ بعض دفعہ میں پیشتر پہنچ کر حضور کے تشریف فرما ہونے کی اطلاع کر دیا کرتا تھا۔ تو ابو سیف اپنا کام بند کر دیا کرتے تھے۔

ایک روایت میں یوں بھی ہے جس کو حضرت علامہ ابو الحسنات رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف اوراق غم کے صفحہ ۲۷ پر بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش کی شب حضرت روح الامین تشریف لائے اور عرض کیا۔

السلام علیک یا ابا ابراہیم

علامہ صاحب نے شواہد **النبوت** دیگر کتب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک روز رسول اکرم ﷺ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دائیں زانو پر اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بائیں زانو پر بیٹھا رکھا تھا اور پیار فرما رہے تھے کہ جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالٰی دونوں کو آپ کے پاس رکھنا نہیں چاہتا ان میں سے آپ ایک کو اختیار فرمالیں جس کو بھی چاہیں تاکہ دوسرے کو جوار رحمت میں لایا جائے۔ آپ نے حکمت اسی میں سمجھی کہ اپنے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امام حسین پر قربان کر دوں۔ لہٰذا اس واقعہ کے تین دن بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

وفات ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ام سیف ہی کے گھر انتقال فرمایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کو سکرات ابراہیم کی خبر پہنچی تو حضور ﷺ ' حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیکر وہاں پہنچے نزع کی حالت کو ملاحظہ فرمایا تو آپ نے بچے کو گود میں اٹھا لیا اور چشم ہائے مبارکہ سے اشک بہنے لگے۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ **اتبکی یا رسول اللّٰہ یا رسول اللّٰہ** آپ بھی روتے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ **ذالک رحمة** یہ رحمت ہے۔ پھر فرمایا۔

من ضرب الخدود وشوا الجیوب ودعا بدعوی الجاہلیة فلیس منا

جو منہ اور سینہ کوٹے اور کپڑے پھاڑے اور اہل جہالت کی طرح شور مچائے وہ ہم سے نہیں۔ پھر بچے سے مخاطب ہو کر فرمایا **یا ابراہیم لا نغنی عنک من اللّٰہ شیئا** "اے ابراہیم اللہ کے امر کے سامنے ہم تمہارے لیے کیا کر سکتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ موت تو امر حق ہے۔ وہ وعدہ صدق ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ پیچھے (زندہ) رہ جانے والے پہلے جانے والوں کے (مرنے والوں کے) ساتھ ملیں گے۔ ایسا نہ ہوتا تب تو ابراہیم تمہارا الم اس سے بھی زیادہ کرتے۔ آنکھ میں نم ہے دل میں غم ہے مگر ہم کوئی بات ایسی نہ کہیں گے جو رب تعالیٰ کو ناپسند ہو۔" لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا چھوٹی سی چارپائی پر جنازہ اٹھا۔ حضور ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون کے متصل دفن کیا گیا۔ حضرت فضل اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما نے قبر میں اتارا۔ رسول ﷺ قبر کے کنارے کھڑے تھے ایک انصاری کو پانی کی مشک لانے کا حکم دیا اور قبر پر پانی چھڑکا۔ شناخت کے لیے ایک نشان قائم کیا۔ جیسا کہ حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پر نشان تھا۔ آپ کی وفات ۱۰ ھ ربیع الاول ۱۰ کو وقوع پذیر ہوئی یعنی حضور ﷺ کی وفات حسرت آیات سے ایک سال دو دن پہلے ہوئی۔ آپ کی عمر سترہ اٹھارہ ماہ ہوئی۔

سورج گہن اتفاق یہ ہوا کہ انتقال ابراہیم علیہ السلام کے روز سورج گرہن ہو گیا قدیم عرب کا اعتقاد تھا کہ کسوف (سورج گہن) اور خسوف (چاند گرہن) کسی بڑے آدمی کی

موت کے سبب ہوا کرتے ہیں- اس قدیم اعتقاد کے مطابق مسلمانوں نے بھی ایسا کہنا شروع کر دیا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہی کی موت پر سورج گہنا گیا- نبی ﷺ نے سنا تو نصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا- "سورج اور چاند کسی بھی انسان کی موت سے نہیں گہناتے وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں- **واذا رایتموھا فصلوا** جب تم گہن دیکھو پس نماز پڑھا کرو- (عن ابن مسعود کتاب ا لکسوف بخاری شریف)

سورۃ الکوثر کے نزول کا تکرر حضرت عبداللہ علیہ السلام کی وفات پر اہل قریش نے آپ کو ابتر کہا تھا سورۃ الکوثر کا نزول ہوا ـ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر یہود اور منافقین نے آپ کو ابتر کہا تو سورۃ الکوثر کا نزول مکرر مدینہ پاک میں بھی ہوا- مسلم شریف کی حدیث ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورۃ الکوثر کا نزول میرے سامنے ہوا- بعض نے اس حدیث سے سمجھا یہ سورۃ مدنی ہے- حالانکہ یہ سورۃ مکی ہے- حضرت انس کے سامنے چونکہ نازل ہوئی اور انہیں پہلی مرتبہ نازل ہونے کا علم نہ تھا- حضرت عبداللہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیانی زمانہ کو دیکھیں اور اندازہ کریں کہ اس زمانہ میں اسلام کو کس قدر وسعت' ترقی' عروج اور اشاعت حاصل ہوئی- نزول مکرر کا مقصد یہی بتاتا ہے کہ تم میرے محبوب کو ابتر کہتے ہو حالانکہ اسلام تو ترقی کر چکا ہے- میرے محبوب کے دین میں داخل ہونے والے پورے عرب میں پھیل گئے اور انشاء اللہ قیامت تک کے لوگ دین محمدی میں داخل ہوتے جائیں گے- تمہارا نام و نشان تک نہ ہو گا-

مٹ گئے مٹتے جائیں گے سبھی اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے کبھی چرچا تیرا

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۵۹) سیدنا مضری ﷺ (۱۰۵۰=۶)

حضور ﷺ کا یہ نسبتی نام پاک آپ کی اٹھارھویں پشت حضرت مضر کے نام نامی پر ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے والد گرامی کا نام

والد کا نام	والدہ محترمہ کا نام
(۱) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ	حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب
(۲) حضرت عبدالمطلب	فاطمہ بنت عمر بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن تقیظہ بن مرہ
(۳) حضرت ہاشم	سلمٰی بنت عمر بن زید بن لبید بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار رتیم اللہ بن **ثعلبہ** خزرجی
(۴) حضرت عبد مناف	**عاتکہ** بنت مرہ بن ہلال بن فالج بن زکوان بن ثعلبہ بن یہنہ بن سلیم بن منصور
(۵) حضرت قصی	جبی بنت خلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیع خزاعی
(۶) حضرت کلاب	فاطمہ بنت سعد بن سیل بن عوف بن عامر الحاؤ
(۷) حضرت مرہ	ہند بنت سریر بن **ثعلبہ** بن الحارث بن مالک
(۸) حضرت کعب	محشیہ بنت شیبان بن محارب بن فہر
(۹) حضرت لوی	ماویہ بنت کعب بن الیقین (نعمان) بن حسیر بن **شیع** اللہ بن اسد بن و برہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ
(۱۰) حضرت غالب	عاتکہ بنت نحیلد بن النضر بن کنانہ
(۱۱) حضرت فہر الملقب بہ قریش	لیلی بنت حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ

(۱۲)	حضرت مالک	جندلہ بنت عامر بن الحارث بن مضاض بن زید بن مالک جرہمی
(۱۳)	حضرت نضر	عکرشہ بنت عدنان بن عمرو بن قیس بن عیلان بن مضر
(۱۴)	حضرت کنانہ	برہ بنت مر بن آو بن طانجہ (طانجہ برادر مدرکہ)
(۱۵)	حضرت خزیمہ	حوانہ ہند بنت سعد بن قیس بن عیلان بن الیاس
(۱۶)	حضرت مدرکہ	سلمیٰ بنت اسلم بن الحاف بن قضاعہ
(۱۷)	حضرت الیاس	لیلیٰ (خندف) بنت حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ
(۱۸)	حضرت مضر	رباب بنت حدیہ بن معد
	حضرت مضر کے والد	اور ان کی والدہ
	حضرت نزار	سودہ بنت عک بن الریث بن عدنان
	حضرت معد	اور والدہ معانہ بنت جوشم بن جلہمہ بن عمر بن برہ بن جرہم
	حضرت عدنان	اور والدہ مہدد بنت لہم بن جلحب بن جدیس بن جاثم بن ارم

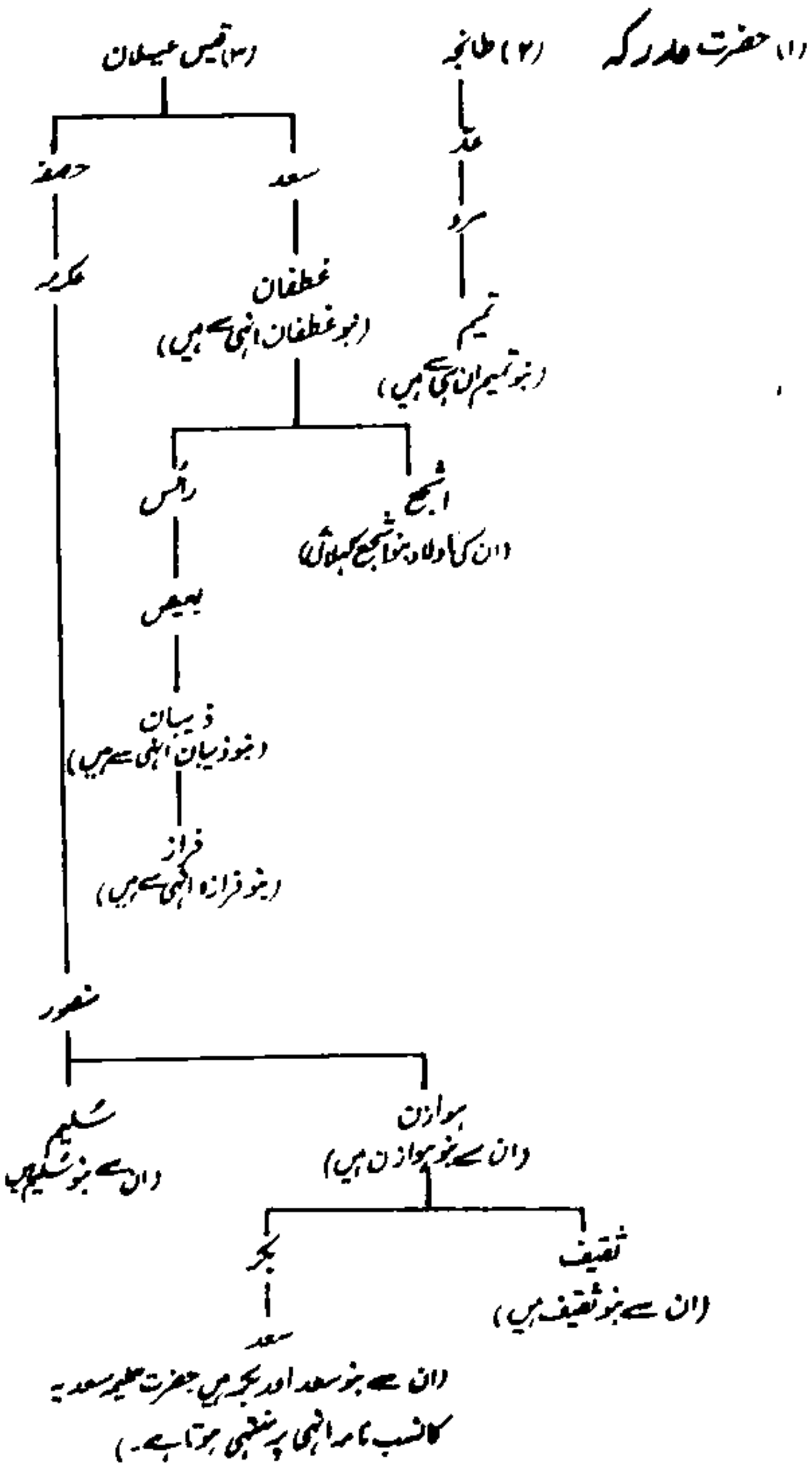
حضرت مضر نے سب سے پہلے اونٹوں کے لیے حدی ایجاد کی۔ حدی ایسے پرسوز اشعار کو کہتے ہیں جن کا اثر اونٹوں پر بھی ہوتا ہے اور اونٹ حدی سن کر تیز بھاگتا ہے۔ بنو عدنان میں ملک حجاز کے اندر آپ ہی سب سے زیادہ دولت مند اور صاحب ثروت تھے۔ چونکہ آپ کے والد حضرت نزار نے تقسیم میں تمام سرخ رنگ کی چیزیں (سرخ خیمہ' سرخ دینار) آپ ہی کو دی تھیں اس لیے تاریخ میں ان کا نام

مضر الحمراء

مشہور ہوا۔ آپ دین حنیف یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے۔ حضور ﷺ کا نام ان کے نام کی نسبت سے

مضری ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مضر کے بیٹے حضرت الیاس تھے ان کی کنیت ابو عمرو تھی۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی بیوی نے اتنا غم کیا کہ مدت العمر سائے میں نہ بیٹھیں۔ ان کے تین بیٹے تھے۔

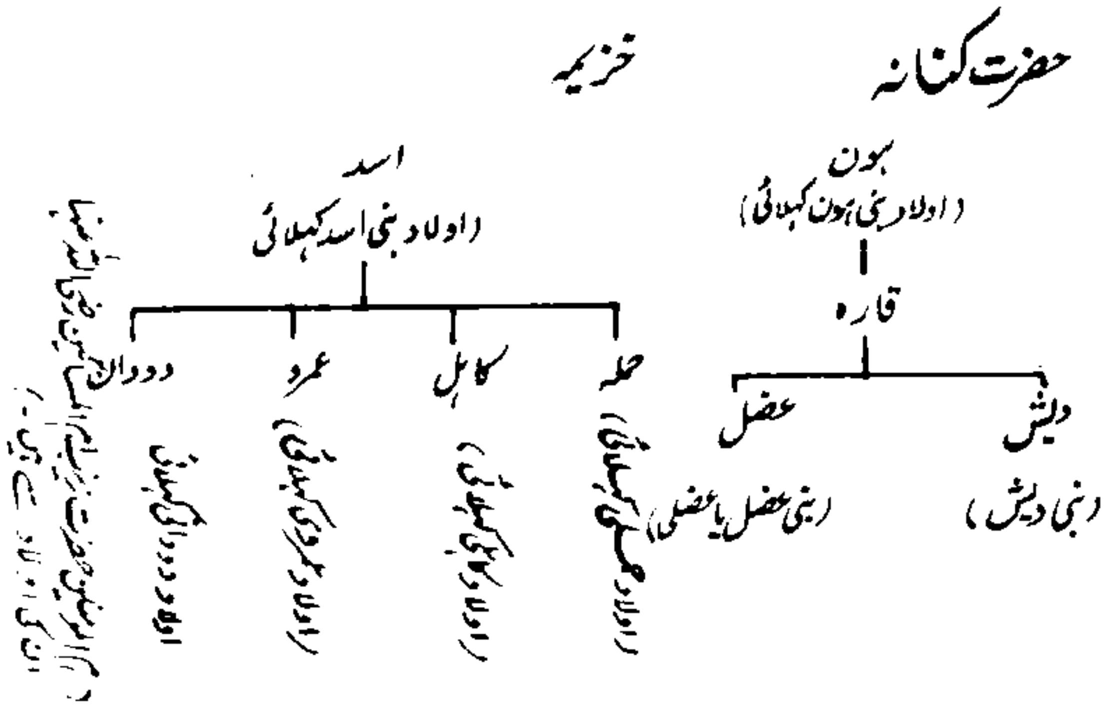


حضرت مدرکہ کا نام عمرو تھا اور کنیت ابو ہذیل۔ آپ اور آپ کے بھائی جنگل میں اونٹوں کی حفاظت پر تھے۔ اونٹ بھاگ گئے۔ عمرو نے دور تک ان کا پیچھا کیا اور اونٹوں کو جا لیا۔ چھوٹے بھائی نے ان کی واپسی تک کھانا تیار کر رکھا تھا۔ باپ نے ان

کو مدرکہ اور چھوٹے بھائی کو طانجہ کا خطاب دیا۔ خطاب ہی مشہور ہوا۔ ان کے بیٹے حضرت حزیمہ اور ہذیل ہیں۔

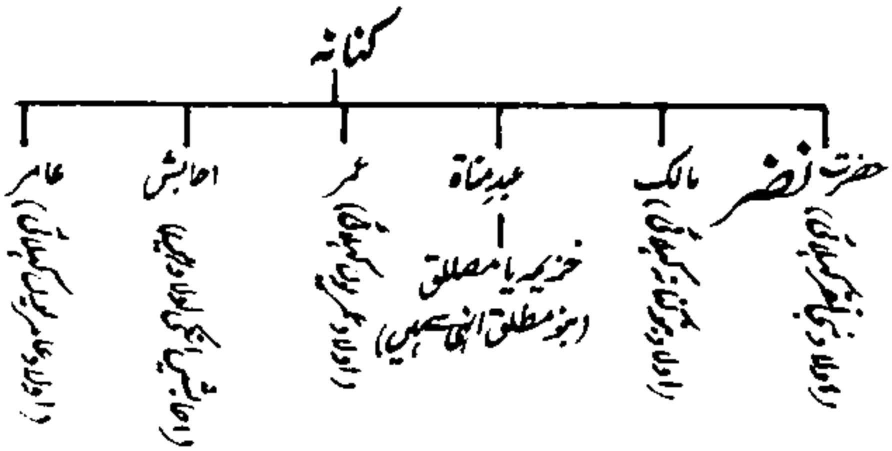
ان کی اولاد ہذلی کہلائی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو حضور کے آزاد کردہ غلام اور حضور ﷺ کے ہم شکل تھے ان ہی کی اولاد سے ہیں ان کا نسب نامہ ہذیل سے گیارہویں پشت پر ملتا ہے۔

حضرت حزیمہ کی کنیت ابو الاسد تھی۔ ان کی اولاد کا شجرہ یوں ہے۔

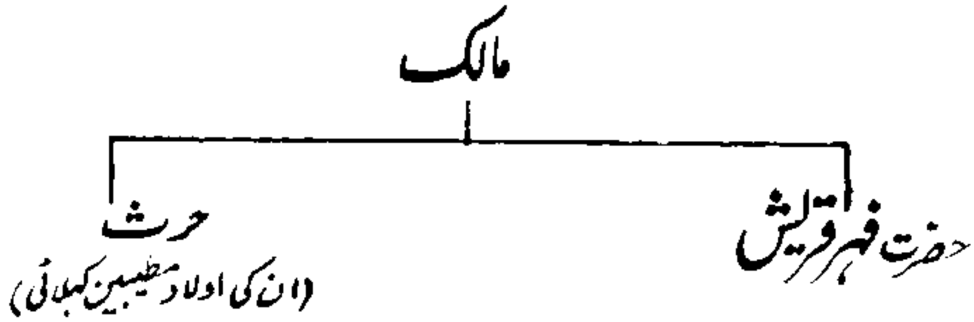


حضرت کنانہ کی کنیت ابو النصر تھی۔

صحیح مسلم کی روایت واثلہ ابن الاسقع رضی اللہ عنہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ حضرت اسماعیل کی اولاد سے بنو کنانہ کو برگزیدہ کیا۔ بنو کنانہ میں سے قریش کو برگزیدہ کیا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو برگزیدہ کیا اور بنی ہاشم سے مجھے ممتاز کیا۔ ﷺ حضرت کنانہ کا شجرہ اولاد یوں ہے۔



حضرت نضر کا نام قیس تھا چونکہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پیشانی میں تھا تو خوبیٔ حسن و جمال کی وجہ سے عرب ان کو نضر کہتے تھے۔ ان کی کنیت ابو یخلد ہے ان کے بیٹے حضرت مالک تھے۔ مالک کی کنیت ابو الحارث تھی۔



بنو مطلق انہی سے ہیں

حضرت فہر کے زمانہ میں حسان حاکم یمن ایک فوج لیکر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا۔ حسان کا مقصد یہ تھا کہ خانہ کعبہ کو گرا کر اس کا ملبہ یمن میں لے جائے اور وہاں کعبہ تعمیر کرے۔ حضرت فہر نے اپنے برادران کو ساتھ لیکر اس کی فوج کا مقابلہ کیا۔ حسان کو شکست ہوئی اور حضرت فہر نے اسے گرفتار کر لیا۔ تین سال بعد حضرت فہر نے اسے آزاد کر دیا۔ وہ یمن کو واپس جا رہا تھا کہ راستہ میں ہی مرگیا۔ اس فتح سے فہر کی عظمت و شوکت کا سکہ عرب میں قائم ہو گیا۔ ان کو قریش کا لقب دیا۔ قریش اہل حجاز ویل مچھلی کو کہتے ہیں جو سمندر میں سب سے بڑا جانور ہے۔ فہر اولاد اسی لیے قریش کہلانے لگی کہ عرب بھر میں جملہ قبائل سے طاقتور اور عظیم الشان تھے۔ حضور ﷺ کا نسبتی نام فہر قریش کی نسبت سے ہے۔

اللھم صل وسلم علی من اسمہ

(۶۰) سیدنا قریشی ﷺ (۸:۶۲۰)

حضرت فہر قریش کا سلسلہ اولاد

حضرت غالب — محارب (ان کی اولاد بنو محارب ہے)

حضرت غالب کی کنیت ابو تیم ہے۔ ان کا سلسلہ نسب یوں ہے۔

حضرت لؤی — تیم (ان کی اولاد بنو تیم کہلائی)

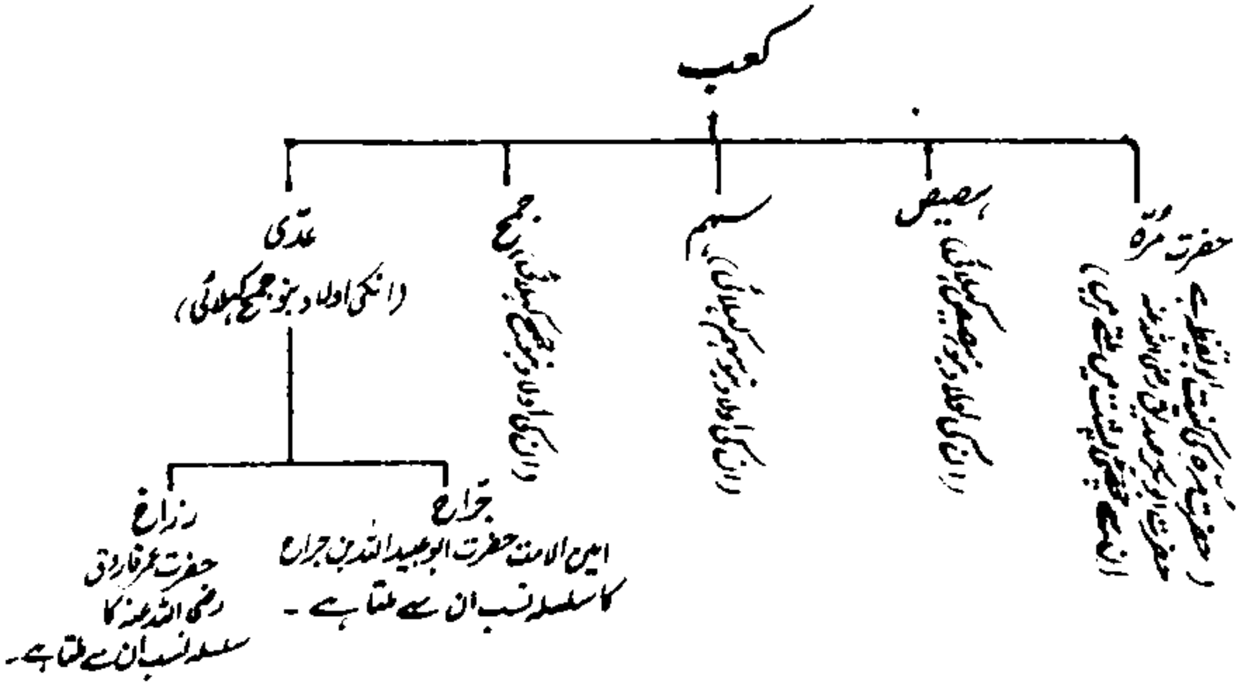
حضرت لؤی کی کنیت ابو کعب تھی ان کا سلسلہ نسل یوں ہے۔

حضرت کعب — عوف (بنو عوف ان سے ہیں) — عامر (بنو عامر ان کی نسل ہے) — حرث (بنو حارث انکی نسل ہے)

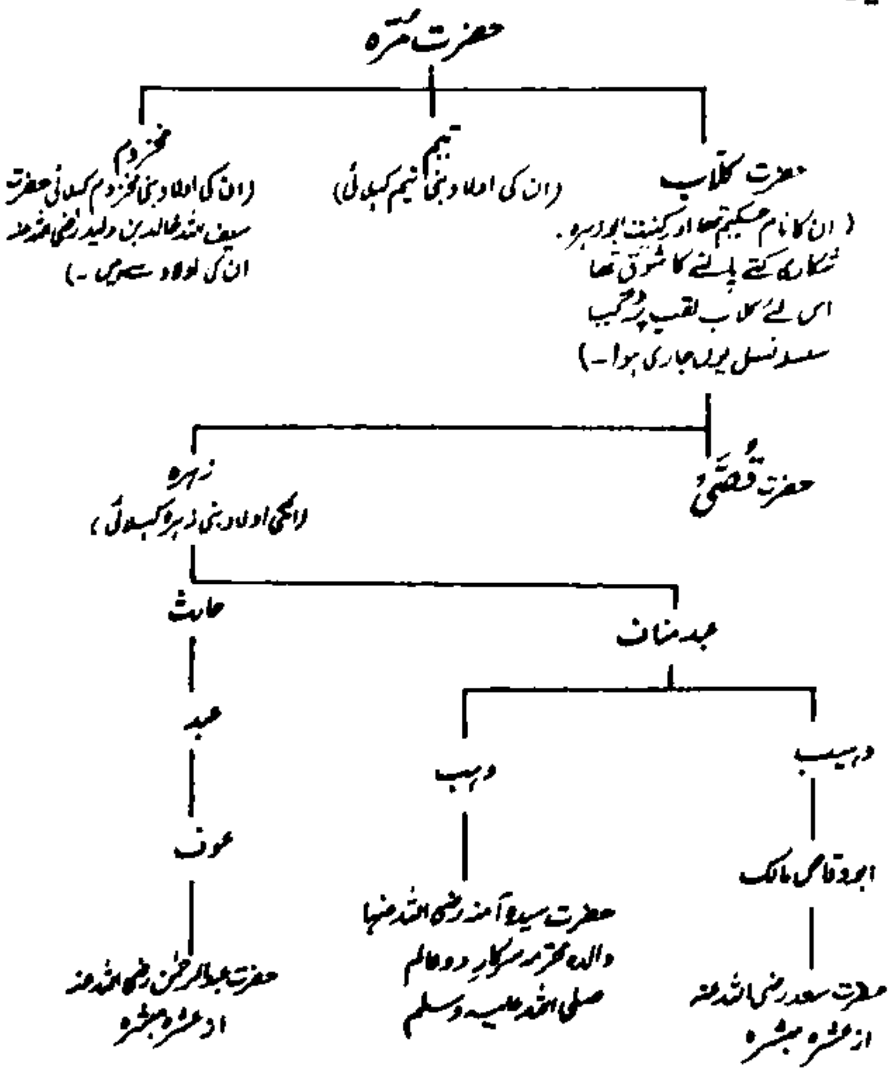
حضرت کعب بڑی عزت و عظمت کے مالک تھے۔ عرب میں ان کی پیدائش سے سن کعب جاری ہو گیا تھا۔ یہ واقعہ فیل تک جاری رہا۔ (تقریباً چار سو سال) پھر سن فیل شروع ہوا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور تک رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی ہجرت کے دن سے سن ہجری ایجاد کیا۔ الحمد للہ یہ جاری ہے اور تاقیامت جاری رہے گا۔

حضرت کعب کی کنیت ابو ہصیص تھی

ان کی اولاد کا شجرہ یہ ہے



حضرت مرہ کی کنیت ابو یقظہ ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان سے چھٹی پشت میں ملتے ہیں۔



حضرت قصی ان کا اصلی نام زید ہے یہ ابھی بچے تھے کہ والد گرامی کلاب کا انتقال ہو گیا۔ ان کی والدہ فاطمہ بنت سعد نے دوسرا نکاح ربیعہ بن خرام الخذری سے کر لیا۔ ربیعہ کا قبیلہ شام کی سرحد پر سکونت پذیر تھا۔ حضرت قصی نے سرحد شام پر ہی پرورش پائی۔ جب جوان ہوئے تو مکہ معظمہ میں اپنے بڑے بھائی زہرہ کے پاس آئے۔ زہرہ نابینا ہو چکے تھے۔ قصی کی آواز کو والد کی آواز سے مشابہ پا کر زہرہ نے قصی کو اپنا بھائی تسلیم کر لیا اور جائیداد کا حصہ دیدیا۔

ان دنوں مکہ معظمہ پر بنو خزاعہ کی حکومت تھی۔ حلیل سردار مکہ تھا۔ اس نے اپنی بیٹی جبی، قصی سے بیاہ دی اور جہیز میں بیت اللہ کی تولیت کا حق اپنی بیٹی کو دیدیا۔ ابو غبشان کو بیٹی کا وکیل مقرر کیا حلیل کے مرجانے کے بعد ابو غبشان نے حق وکالت قصی کے پاس شراب کے ایک مشکیزے کے بدلے فروخت کر دیا۔ اس طرح بیت اللہ پر قصی کا قبضہ ہو گیا۔

بنو خزاعہ نے اس سودے بازی کو صحیح تسلیم نہ کیا اس طرح قصی کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ دونوں جانب سے لوگ مارے گئے۔ بالآخر **یعمر** بن عوف کو فریقین نے اپنا منصف تسلیم کر لیا۔ **یعمر** نے یوں فیصلہ دیا۔

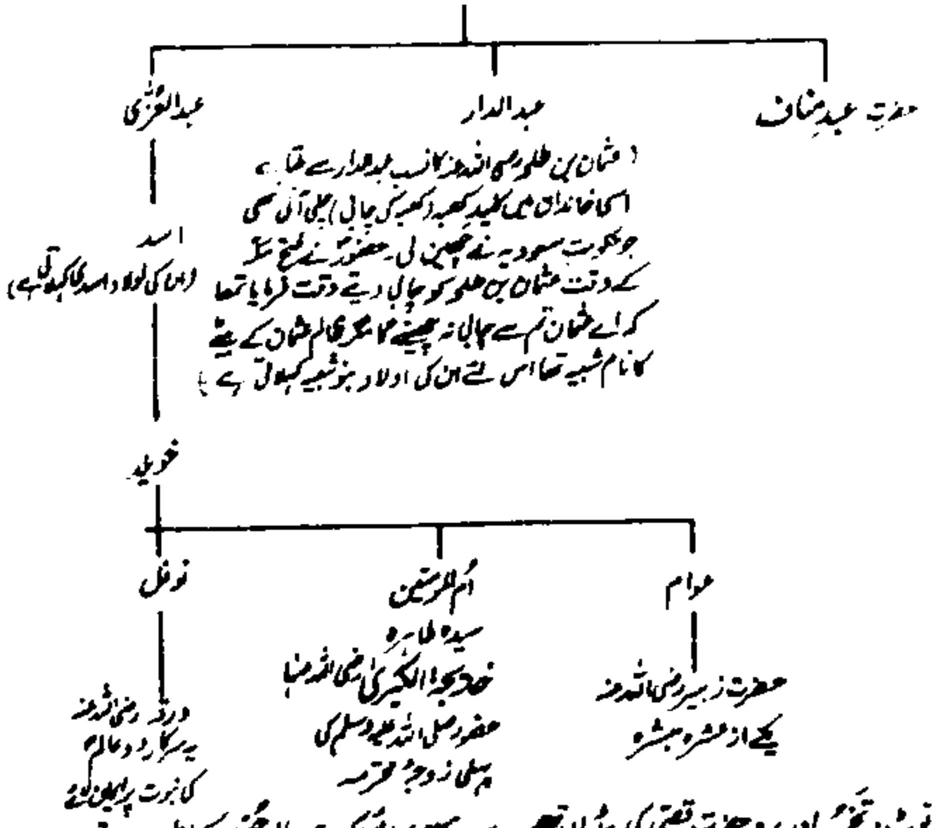
(۱) بنو خزاعہ کے جتنے آدمی مارے گئے ہیں قصی ان سب کا خون بہا ادا کرے۔
(۲) بنو خزاعہ مکہ کی حکومت چھوڑ کر شہر سے باہر چلے جائیں۔
(۳) آئندہ حکومت قصی کی ہو گی۔

اس فیصلہ پر عمل ہوا۔ قصی کی جب مکہ پر حکومت ہو گئی تو انہوں نے اولاد فہر کو (یعنی اہل قریش کو) جہاں جہاں بھی وہ بستے تھے سے طلب کر کے مکہ شہر میں بسنے کی ترغیب دی۔ اس وقت قریش کی بارہ شاخیں ہو گئی تھیں۔ قصی کی کوشش سے تمام قریش مکہ میں آ کر آباد ہو گئے اور قریش کی عزت عرب میں مسلم ہو گئی۔

قصی کو قصی اسوجہ سے کہتے ہیں کہ وہ طفولیت میں اپنے ملک سے دور جا پڑے تھے۔ ان کو مجمع بھی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے قبائل قریش کو مکہ **معظمہ** میں جمع کر لیا تھا۔

توضیح حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد مکہ معظمہ اور بیت اللہ شریف پر بنو جرہم کا قبضہ ہو گیا تھا۔ بنو جرہم حضرت اسماعیل السلام کے سسرال تھے۔ پھر بنو جرہم سے قبضہ عمالقہ نے لے لیا۔ عمالقہ سے بنو جرہم نے قبضہ چھڑا کر اپنی حکومت قائم کر لی۔ جب یہ لوگ ظلم پر اتر آئے تو عمر بن لحی خزاعی نے (جو بنو جرہم کی عورت کا دودھ پی چکا تھا) ان کو مکہ سے نکال دیا۔ اس طرح بنو جرہم کا ظلم تو ختم ہو گیا لیکن عمر بن لحی نے ۲۰۷ میں بت پرستی کو رائج کر دیا۔ اس نے ملک شام اور مصر میں عمالقہ کو بت پرستی کرتے دیکھا تھا اور سنا تھا کہ بتوں کی وجہ سے ان کی مرادیں پوری ہوتی ہیں اس کو شوق چرایا تو وہاں سے ایک بت اٹھا لایا۔ جس کا نام ہبل تھا۔ اس بدبخت نے اس بت کو خانہ کعبہ کی چھت پر نصب کر دیا۔ اللہ تعالٰی نے اولاد اسمٰعیل پر نظر التفات فرمائی۔ تو قصی کو ۴۴۰ء میں مکہ معظمہ کی حکومت اور کعبہ کی تولیت عطا فرمائی۔ حضور ﷺ کے مبارک ترین عہد میں بیت اللہ شریف کو قبلہ ہونے کا درجہ ملا تو کعبہ بتوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاک کر دیا گیا۔

اولادِ قصیٰ کا شجرہ



(نوٹ: تخمر، اور برہ حضرت قصی کی بیٹیاں تھیں یہ سب بہن بھائی ایک ہی عبدالدحبّیٰ کے بطن سے تھے)

عبد مناف بن قصی

ان کا اصل نام مغیرہ تھا۔ کہتے ہیں کہ ان کی والدہ نے انہیں منات بت پر بھیجا تھا۔ چونکہ منات کو مناف بھی کہتے تھے لہٰذا ان کا عرف عام میں عبد مناف مشہور ہو گئے لیکن یہ بات ایمان تسلیم نہیں کرتا کہ ان کی ماں جن کے بطن میں نور محمدی رہا ایسی حرکت کریں۔ (واللہ اعلم بالصواب)۔ حسن و جمال میں بےمثال تھے اس لیے ان کا لقب قمر البطحاء پڑ گیا تھا۔ اپنی سرداری کے عہد میں قریش کو خدا ترسی اور حق شناسی کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی شاعر کے تین شعر سنائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور بہت خوش ہوئے۔ اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

"اے گٹھڑی اٹھا کر جانے والے تو اہل عبد مناف کے ہاں کیوں نہ جا اترا۔ اگر وہاں چلا جاتا تو ناداری اور تنگ دستی کو وہ دور کر دیتے۔ وہ تو امیر و غریب سے یکساں سلوک کرتے ہیں اور فقیر کو مستغنی کر دیتے ہیں۔

ان کی اولاد کا شجرہ یوں ہے

ان کی تین بیویاں تھیں۔

(۱) عاتکہ الکبریٰ بنت مرہ بن ہلال۔ ان کے بطن سے تین صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔

(ا) مطلب (ب) حضرت ہاشم (ج) عبدالشمس

صاحبزادیاں (ا) غاضر (ب) برہ (ج) حنہ (د) ہالہ (ر) قلابہ

(۲) واقد بنت عامر بن عبد۔ ان سے تین لڑکے پیدا ہوئے۔

(ا) نوفل (ب) ابو عمرو (ج) ابوعبیدہ

(۳) ثقیفہ ان سے ایک لڑکی **ریطہ** پیدا ہوئی۔

مطلب حضرت عبد مناف کے پہلوٹھے بیٹے تھے۔ ان کی اولاد مطلبی کہلاتی ہے۔ ان کے بیٹے حارث تھے۔ حارث کے تین بیٹے صحابی ہیں۔ عبیدہ ابو الحارث جو جنگ بدر میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ طفیل اور حصین رضی اللہ عنہما دونوں کی وفات 32ھ میں ہوئی۔

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ مطلب بن عبد مناف کی اولاد سے ہیں۔

عبدالشمس کا بیٹا امیہ تھا۔ جس کی اولاد بنو امیہ کہلائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب انہی سے ملتا ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف اسی خاندان سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید ہیں۔ یزید بن معاویہ بن ابو سفیان بن حرب بن امیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف۔

توضیح صحیح بخاری کی روایت حضرت جبیر بن مطعم سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس خیبر کی تقسیم فرماتے وقت سہم ذی القربٰی میں سے بنو ہاشم اور بنو مطلب ہی کو حصہ دیا۔ ابو داؤد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ بنو نوفل اور بنو امیہ نے بھی اس میں اپنا حق جتایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"بنو ہاشم اور بنو مطلب تو ایک ہی چیز ہیں پھر ایک پنجہ کی انگلیوں کو دوسرے پنجے کی انگلیوں میں ڈال کر فرمایا۔ اس طرح"

توضیح ہاشم اور عبدالشمس میں بھی جھگڑے ہوتے رہے نوفل اور مطلب میں بھی جھگڑے ہوتے رہے لیکن ہاشم اور مطلب میں کبھی کوئی جھگڑا نہ ہوا۔ جب ہاشمی شعب ابی طالب میں محصور ہوئے تو مطلب کی اولاد بھی ان کے ساتھ تھی۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً

علی حبیبک خیر الخلق کلهم



اللھم صل وسلم بارک علی من اسمہ

(۶۱) سیدنا ھاشمی ﷺ (۳۵۶ = ۱۴)

حضور ﷺ کا یہ نسبتی نام پاک آپ ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دادا محترم حضرت ہاشم کے نام نامی پر ہے۔ ان کا سلسلہ اولاد یوں ہے۔ حضرت ہاشم کے بیٹے حضرت عبدالمطلب۔ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کے صاحبزادے امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ

حضرت ہاشم کا اصل نام عمر تھا۔ عمرو العلاء لقب تھا۔ اپنے والد حضرت عبد مناف کی وفات کے بعد قوم کے سردار مقرر ہوئے۔ ان کے بھتیجے امیہ بن الشمس نے ان کی سرداری کو قبول نہ کیا۔ (جیسا کہ پہلے لکھا گیا حضرت ہاشم اور ان کے بھائی کے درمیان جھگڑے ہوتے رہتے تھے' اب امیہ جو حضرت ہاشم کے بھائی عبدالشمس کا بیٹا تھا نے سرداری میں بھی جھگڑا پیدا کر دیا اور ان کی سرداری کو تسلیم نہ کیا۔ اسی طرح امیہ کی اولاد سے حضرت معاویہ نے حضرت علی کرم اللہ و جھتہ الکریم کی خلافت کو قبول نہ کیا۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یزید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حق کو تسلیم نہ کیا۔ اس کے بعد بھی ہاشمیوں اور امویوں میں جنگ و جدال رہا۔ بہر حال یہ تاریخ کا حصہ ہے یہاں ایسا بیان بہتر نہیں ہے)

عسقلان کا ایک کاہن سرداری کے لیے منصف ٹھہرایا گیا۔ اس نے حضرت ہاشم کے حق میں فیصلہ دیا۔

آپ کو ہاتم اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے جبکہ ملک شام میں تجارت کے لے گئے ہوئے سنا کہ مکہ میں آٹا کمیاب ہے اور قحط کی صورت ہے۔ تو آپ نے شام سے واپس آتے ہوئے اونٹوں پر روٹیاں اور آٹا لاد کر مکہ کا قصد کیا۔ مکہ میں پہنچ کر اہل مکہ کی عام دعوت کی' گوشت کے شوربے میں روٹیاں توڑ کر ڈال دی گئی اور لوگوں کو کھلائی گئیں۔ ہشم چونکہ ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں۔ اور آپ نے روٹیوں کے ٹکڑوں کو شوربے میں بھگو کر کھلایا تھا۔ اس لیے آپ کا نام ہاشم پڑ گیا۔ اس کے بعد ہر سال موسم حج کے موقعہ پر زائرین کعبہ کو ایسی ہی دعوت دیا کرتے تھے۔

عربی لوگ اسے ثرید کے نام سے پکارتے ہیں۔

حضرت ہاشم کا معروف کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے قیصر روم سے یہ فرمان حاصل کر لیا تھا کہ قریش کا مال تجارت ملک شام میں بغیر کسی ٹیکس کے داخل ہو گا۔

آپ کی اولاد کا نقشہ یہ ہے۔

بیوی کا نام	پسران	دختران
سلمٰی بنت عمرو بن زید نجاری	شیبہ یعنی عبدالمطلب	رقیہ بچپن میں فوت ہوئی
ہند بنت عمرو بن ثعلبہ خزاعی	ابا سیفی	
قیلہ الملقب بہ آجزور بنت عامر	اسد	
امیمہ بنت عدی بن عبداللہ بن دینار قضاعی	نضلہ	شفاء
واقدہ بنت ابی عدی (از بنو ماری)		ضعیفہ خالدہ
عدی بنت حبیب (از بنو ثقیف)		حنہ

ان میں سے ابا سیفی، اسد، نضلہ غیر معروف ہیں البتہ بنو خزاعہ کے معاہدہ اور حضرت عبدالمطلب کے تذکرہ میں نضلہ کا فرزند ارقم اور ابی سیفی کے فرزندان ضحاک اور عمرو اپنے چچا حضرت عبدالمطلب کے ساتھ معاہدہ میں شریک نظر آتے ہیں۔ رقیہ بنت ابی سیفی بن ہاشم کے اشعار حضور ﷺ کی مدح میں ملتے ہیں۔

حضرت عبدالمطلب ان کا نام عامر اور لقب شیبہ ہے۔ آپ جب پیدا ہوئے تو اس وقت سر میں (چوٹی یا چندیا) چند سفید بال موجود تھے۔ شیبہ زال اور بوڑھے کو کہتے ہیں اس لیے انہیں شیبہ کہنے لگے۔ درحقیقت یہ سفید بال آپ کی بزرگی کی علامت تھے۔ کہ آپ کے ہاں ہونے والے پوتے زمین و آسمان میں معروف ہوں گے۔

جب آپ کے والد حضرت ہاشم کا انتقال ہوا تو آپ اپنے ننھیال (یثرب مدینہ) میں تھے۔ ان کا چچا مطلب بن ہاشم یثرب جا کر انہیں لے آیا اور اولاد سے بڑھ کر ناز و نعم سے ان کی پرورش اور تربیت کی۔ اس احسان مندی کی قبولیت و اظہار میں آپ تمام عمر عبدالمطلب (مطلب کا غلام) کہلاتے رہے۔ اصلی نام اور لقب پر یہ آخری لقب اس قدر غالب ہوا کہ عبدالمطلب ہی اصلی نام سمجھا جانے لگا۔ آپ کو **شیبتہ** الحمد،

فیاض' مطعم طیر السماء (آسمان کے پرندوں کو کھانا کھلانے والے۔ سید القریش' شریف القریش کے نام سے بھی لوگ یاد کرتے تھے۔ قریش میں سے کوئی شخص ان خطابات کا منکر نہ تھا۔

حضور ﷺ کا نام نامی "محمد" بھی آپ نے تجویز کیا تھا اور آٹھ سال تک حضور کی تربیت کا بھی انہیں شرف حاصل ہے۔ ان کی سیادت میں واقعہ فیل ظہور پذیر ہوا۔ آپ کی عام وعظ یہ ہوتی تھی۔

ظلم و بغاوت نہ کرو　　　　مکارم الاخلاق حاصل کرو

چاہ زمزم کا کھودنا اور اپنے بیٹے کی قربانی پیش کرنا پہلے باب میں تفصیل سے بیان ہوا اگرچہ بیٹوں کے نام پیچھے ذکر ہوئے لیکن بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ان ماؤں کے نام بھی آ جائیں جن کے بطون سے وہ پیدا ہوئے۔

نقشہ اولاد عبد المطلب بن ہاشم

بیویوں کا نام	پسران	دختران
(۱) صفیہ بنت جیندب بن حجیر بن زباب	حارث	
بن صوا ے بن عامر بن معصہ از نسل نضر		
(۲) فاطمہ بنت عمرو بن عاید بن عمران بن	زبیر' ابو طالب عبد الکعبہ	ام حکیم بیضا امیمہ
مخزوم بن یقظہ بن مرہ	عبد اللہ ؓ	اروی' برہ' عاتکہ
(۳) لبنیٰ بنت ہاجرہ (از بطن خزاعہ)	عبد العزیٰ (ابولہب)	اکیلا ہی پیدا ہوا
(۴) ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ	مقوم' حجل' مغیرہ	
بن کلاب (از شجرہ نبوی)	حضرت حمزہ ؓ	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا
(۵) نتیلہ بنت خباب بن کلیب	ضرار' قثم	
(از نسل ربیع بن نزار)	حضرت عباس ؓ	
(٦) منعمہ بنت عمرو بن مالک	غیداق' مصعب	
(از بطن خزاعہ)		
حضرت عبد المطلب کی چھ بیویاں	جن میں سے ۱۳ پسران	اور ٦ دختران پیدا ہوئے

حضرت عبدالمطلب نے ۸۲ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

ان کا سن ولادت ۴۹۷ء اور سن وفات ۵۷۹ء تقریباً ہے جو اندازہ سے لکھا گیا ہے۔ چونکہ حضرت عبدالمطلب کی اولاد حضور ﷺ کے عمام (چچے) اور عمات (پھوپھیاں) ہیں اس لیے ان کا ذکر بھی ضروری ہوا۔

حضور ﷺ کے عمام (چچا تایا)

(۱) حارث حضرت عبدالمطلب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ ان ہی کے نام پر عبدالمطلب کی کنیت ابوالحارث تھی۔ حارث اپنے والد کی حیات ہی میں فوت ہو گئے۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ نوفل۔ عبداللہ۔ ربیعہ۔ ابو سفیان مغیرہ۔ سبھی مسلمان ہوئے رضی اللہ عنہم

(۲) حضرت ابو طالب

ان کا اصلی نام عبد مناف تھا مگر کنیت نام پر غالب آئی۔ انہیں نبی ﷺ کے ساتھ کمال محبت تھی۔ آخر دم (۱۰ نبوت) تک حضور ﷺ کے ناصر اور فدائی رہے ان کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ ماسوائے طالب کے سبھی صحابی تھے۔ طالب باپ کی وفات کے بعد بلا قبول ایمان مرگیا۔ باقی اولاد کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ ۲ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ۳ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا۔ حضرت جمانہ رضی اللہ عنہا

(نوٹ) حضرت ابو طالب کی ساری اولاد ایک ہی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کے بطن سے تھی۔

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ

ان کے خطاب امیر المومنین اور اسد اللہ ورسولہ اور سید الشہداء ہیں۔ ۶ نبوت میں ایمان لائے۔ حضور ﷺ کے برادر رضاعی بھی ہیں کہ ثوبیہ کا دودھ پیا۔ ابو عمارہ اور ابو یعلی کنیت ابو یعلی تھی۔ جنگ بدر میں نہایت شجاعت اور مردانگی کے کرشمے دکھائے۔ جنگ احد میں بڑے بڑے بہادروں کو خاک میں ملا کر وحشی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ وحشی نے پشت سے حملہ کیا تھا۔ حضور ﷺ ان کی لاش پر کھڑے ہو کر فرمایا۔

"چچا! خدا تم پر رحم فرمائے۔ تم قرابت کا حق خوب ادا کرنے والے اور نیکی کرنے والے تھے۔ دشمنان اسلام نے ان کا جگر نکالا' کان کاٹے' چہرہ بگاڑا' پیٹ چاک کیا۔ نبی ﷺ لاش کی حالت دیکھ کر بہت غمزدہ ہوئے کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوئے تھے۔
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے دو فرزند عمارہ اور **یعلی** تھے۔ دو لڑکیاں تھیں ام الفضل اور امامہ رضی اللہ عنہم

ابو لہب

اس کا نام عبدالعزی تھا۔ نبی ﷺ سے بوجہ توحید و رسالت بہت دشمنی رکھتا تھا۔ اس نے اور اس کی بیوی نے حضور ﷺ کو بہت ایذائیں دیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی بربادی کا ذکر اس کا نام لیکر کیا۔ جنگ بدر سے آٹھ دن بعد طاعون سے ہلاک ہوا۔ تین دن تک اس کا جثہ سڑتا رہا آخر بدبو سے سارا محلہ تکلیف پانے لگا تو اس کے اقارب نے لمبی لمبی لاٹھیوں سے اس کی لاش چارپائی سے نیچے گرادی اور دیوار کے اوپر چڑھ کر اتنے پتھر مارے کہ وہ پتھروں کے ڈھیر میں دب گیا۔ اس کے چار بیٹے تھے۔ دو (عتبہ اور عتیبہ) بری حالت میں کفر ہی پر مرگئے لیکن دو (عقبہ اور معتب) فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور جنگ حنین میں حضور کے ہم رکاب ہوئے۔ رضی اللہ عنہما۔ ایک بیٹی درہ بنت ابی لہب بھی مسلمان ہوئی۔ درہ سے دو حدیثیں بھی مروی ہیں۔ رضی اللہ عنہا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ

نبی ﷺ سے دو سال بڑے تھے۔ ان کی والدہ کا نام **نتیلہ** تھا۔ یہ پہلی عربی خاتون تھیں۔ جنہوں نے بیت الحرام کو حریر اور دیباج کا غلاف پہنایا۔ حضرت عباس قبل از اسلام بھی رئیس قریش تھے۔ عمارۃ المسجد الحرام اور سقایہ کا انتظام انہی کے ذمہ تھا۔ بیت الحرام کے اندر کسی کو گالی نکالنے نہ دیتے تھے۔ کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر بیہودہ بات نہ کر سکتا تھا۔ جنگ بدر میں قریش کی جانب سے گئے لیکن پیچھے ہی رہے اور گرفتار ہوئے چونکہ ان کی مشک بندی بہت سخت کر دی گئی تھی۔ جس کی تکلیف سے کراہتے رہے۔ یہ آواز حضور ﷺ نے سنی تو کروٹیں بدلتے رہے۔ آپ کی بے چینی کو

محسوس کر کے کسی صحابی نے عباس کی مشکیں ڈھیلی کر دیں۔ جس سے وہ آرام ملنے پر سو گئے۔ حضور ﷺ نے جب کراہنے کی آواز مسموع نہ فرمائی تو فرمایا۔ عباس کا کیا حال ہے' صحابی نے عرض کیا۔ "میں نے اس کی رسیاں ڈھیلی کر دی ہیں۔" حضور نے فرمایا۔ "سب قیدیوں کی رسیاں ڈھیلی کر دو۔ بعض نے کہا کہ عباس قدیم الاسلام ہیں انہوں نے اپنا اسلام چھپا رکھا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جواد' مطعم' اہل قرابت سے اچھا سلوک کرنے والے اور مستجاب الدعوات تھے۔

۱۲ رجب (یا رمضان) ۳۲ھ بعمر ۸۸ سال وفات پائی۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ ان کے فرزندان کرام کے نام یہ ہیں۔
(۱) حضرت فضل (انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور ﷺ کو آخری غسل دیا)
(۲) عبداللہ (۳) عبید اللہ (۴) معبد (۵) ' قثم (۶) عبدالرحمٰن اور دختر ام حبیب یہ سب ام الفضل کے بطن سے ہیں۔ عون بن عباس ایک دوسری ماں سے ہیں۔ تمام اور کثیر ایک اور ماں سے اور حارث ایک اور ماں سے تھے۔

زبیر بن عبدالمطلب

حضور ﷺ کے اعلان نبوت سے ۶ سال قبل ان کا انتقال ہو گیا۔ حلف الفضول کے قیام میں حضور کا ساتھ دیا۔ اس سے ان کی نیکی اور رحمدلی کا حال عیاں ہے۔ زبیر شاعر فصیح البیان تھے۔ اپنے والد کے وصی تھے ان کے ایک فرزند عبداللہ اور دو لڑکیاں ضباعہ اور ام حکیم صحابی ہیں۔

رضی اللہ عنہم

باقی عمام کے حالات مل نہیں سکے۔ اور ان کے ناموں میں بھی اختلاف ہے۔

حضور ﷺ کی عمات (پھوپھی)

(۱) ام حکیم بیضا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' ابو طالب اور زبیر کی حقیقی بہن ہیں۔ ان کا نکاح کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدالشمس بن عبد مناف سے ہوا تھا۔ ان کے فرزند کا نام عامر تھا جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔ ان کے بیٹے عبداللہ بن عامر بھی صحابی تھے جنہیں حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ نے والی خراساں کا عہدہ دیا تھا۔ ام حکیم بیضا کی دختر اروی ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

(۲) امیمہ

ان کا نکاح جحش بن رباب سے ہوا تھا۔ جحش ان کی اولاد میں ام المومنین رضی اللہ عنہا زینب' ام حبیبہ اور حمنہ دختران اور عبداللہ بن جحش پسر ہیں۔ ام حبیبہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کی منکوحہ ہیں۔ حمنہ کا پہلا نکاح مصعب بن عمر سے اور دوسرا طلحہ بن عبداللہ سے ہوا عبداللہ بن جحش جنگ احد میں شہید ہوئے اور حضرت حمزہ اپنے ماموں کے ساتھ دفن ہوئے

رضی اللہ عنہم

(۳) عاتکہ

انہوں نے جنگ بدر سے چند روز پیشتر ایک خواب دیکھا۔ کفار مکہ نے جب خواب سنا تو ہنسی اڑائی کہ اب تو ہاشمی لڑکیاں بھی نبوت کا اعلان کرنے لگیں۔ لیکن تعبیر خواب وہی ہوئی جیسا کہ انہوں نے خواب دیکھا تھا۔ خواب یہ تھا کہ ایک شاہ سوار نے کوہ قیس سے پتھر اٹھا کر رکن کعبہ پر کھینچ مارا۔ اس پتھر کے ذرہ ذرہ ریزے ہوئے اور ہر ریزہ قریش کے ہر گھرانہ میں جا پڑا۔ البتہ بنو زھرہ کے گھر ان ریزوں سے محفوظ رہے۔ جنگ بدر ہونے پر اہل مکہ کا ہر گھرانہ غم زدہ ہوا۔ چونکہ بنو زہرہ اس معرکہ میں شامل نہ ہوئے تھے۔ لہٰذا وہ جنگ کے اثرات سے محفوظ رہے۔ خواب سچا ہوا۔ عاتکہ کے معنی طاہرہ پاکیزہ

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔

حضرت صفیہ کا پہلا نکاح حارث بن حرب بن امیہ سے ہوا۔ وہ مرگیا تو نکاح ثانی عوام بن خویلد بن اسد سے ہوا۔ عوام حضرت خدیجۃ الکبری کے حقیقی بھائی تھے۔ اس نکاح سے حضرت زبیر پیدا ہوئے۔ جو عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ لہٰذا حضرت زبیر نبی ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور سیدہ خدیجۃ الکبری کے بھتیجے ہیں۔ ان کے (زبیر) بیٹے حضرت

عبداللہ بن زبیر تھے جو یزید کے زمانے میں حجاج بن یوسف کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ سائب بن عوام بھی حضرت صفیہ کے صاحبزادے ہیں جو غزوات بدر و خندق میں شامل ہوئے اپنی شجاعت کا اظہار کیا ایک یہودی کو بھی قتل کیا نبی ﷺ نے انہیں مال غنیمت سے حصہ دیا۔ حضرت صفیہ کی قوت ایمانی بے مثالی ہے انہوں نے اپنے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو خاک و خون میں غلطاں دیکھا اور لاش کو بے حرمت شدہ پایا تو صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا نہ تو ذرا چلائیں اور نہ ہی آنسو بہائے فقط دعا کی اور واپس آ گئیں۔ رضی اللہ عنہا

(۵) برہ ان کا نکاح عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم القرشی سے ہوا ابو سلمہ عبداللہ رضی اللہ عنہ انہی کے بیٹے ہیں جو ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند تھے۔ حضور ﷺ نے ابو سلمہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر ان کی نماز جنازہ پڑھائی تو نو تکبیریں کہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا سہو ہو گیا۔ فرمایا۔ "یہ تو ایک ہزار تکبیر کے مستحق تھے"۔

(۶) اروی رضی اللہ عنہا

نبی ﷺ کے والد گرامی کی حقیقی بہن ہیں۔ ابن سعد اور ابن قیم کی روایت کے مطابق اسلام لائیں۔ واقدی نے کہا جب ان کے فرزند طلیب رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کو اپنے مسلمان ہونے کی خبر دی تو حضرت اروی رضی اللہ عنہا نے کہا۔

"تیرے لیے تیرے ماموں کا بیٹا سب سے بڑھ کر خدمت اور مدد کا حقدار ہے۔ خدا کی قسم اگر ہم عورتوں کو مردوں جیسی طاقت ہوتی تو ہم ان کا بچاؤ کیا کرتیں۔ اور ان کے دشمنوں کو جواب دیا کرتیں۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اروی کو اپنے بھتیجے سے کس قدر محبت تھی۔ نبی ﷺ کی وفات کے وقت زندہ تھیں۔ اور حضور کی وفات پر اشعار بھی کہے تھیں

حضرت اروی رضی اللہ عنہا کا نکاح عمیر بن وہیب بن عبد قصی سے ہوا تھا۔ ان کے فرزند طلیب قدیم الاسلام تھے اور ذوالہجرتین تھے۔

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(٦٢) سیدنا ابن عبداللہ (۱۹۵ = ۱۵)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی ہیں اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت عبدالمطلب کے لاڈلے فرزند تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ اگر خدا تعالیٰ انہیں دس فرزند عطا کرے تو ایک کو تقرب الٰہی کے لیے ذبح کرے گا۔ لہٰذا ان کے گھر دس فرزند ہوئے۔ منت کو پورا کرنے کے لیے قرعہ ڈالا تو حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔ حضرت عبداللہ نے تو مرضاۃ اللہ کے لیے قربان ہونا منظور کر لیا جیسا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قبول کیا تھا۔ لیکن حضرت ابو طالب نے اپنے برادر شفیق کے لیے مزاحمت کی۔ اسی طرح حضرت کے ننھیال نے بھی مزاحمت کی اور مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم نے اشعار کہے جس کا مطلب یہ تھا کہ عبداالمطلب کے فعل پر تعجب ہے وہ اپنے سونے جیسے بیٹے کو ذبح کرتا ہے۔ آخر فیصلہ ہوا کہ کاہنہ کے پاس جایا جائے یہ سارا واقعہ پہلے باب میں بیان کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے فدیہ اور اپنی منت کے بدلے سو اونٹ ذبح کیے۔

اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ انسانی قربانی ایک اچھی رسم بھی نہیں سمجھی جاتی لیکن یہ رسم اس زمانہ میں ہر ایک ملک میں پائی جاتی تھی۔ ہند' یونان مصر' ایران' چین اور افریقہ کے ممالک میں برابر جاری تھی۔ سنا ہے کہ نیپال اور برما و اندرون افریقہ میں شاید یہ رسم اب بھی جاری ہے۔

حضرت عبدالمطلب کے موحد ہونے کی زبردست دلیل یہ ہے کہ آپ نے یہ قربانی خدائے قدوس کے لیے مانی تھی۔ کسی بت یا دیوتا کے لیے نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا کہ حضرت عبدالمطلب کو ایفائے نذر سے سرخرو فرمایا اور حضرت عبداللہ کو بچا لیا۔ اس سے پیشتر عرب میں انسانی دیت کے لیے (خون بہا) دس اونٹ مقرر تھے۔ لیکن اس واقعہ کے بعد دیت کی مقدار سو اونٹ ہو گئی۔ گویا حضرت عبدالمطلب کے خلوص اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت پدری کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ سارے ملک میں

انسان کی قدر و قیمت بڑھ گئی۔ ظاہر ہے دیت کی مقدار میں دہ چند (دس گنا) ترقی ہو جانے سے واردات قتل کے شمار میں ضرور نمایاں کمی ہوئی ہو گی۔ اسطرح یہ واقعہ تمام ملک اور بنی نوع انسان کے لیے یمن و برکت کا باعث بنا۔ اور سرکار دو عالم ﷺ کی آمد سے قبل ہی ان کی رحمت اور برکت کا ظہور ہونا شروع ہو گیا۔ کیونکہ جس عظیم القدر انسان کے فرزند کو رحمۃ للعلمین بننا تھا ان کے آبائے کرام کا بھی بنی نوع انسان کے لیے ایسا ہی محسن ہونا ضروری تھا۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عفت نفس کا ایک واقعہ تاریخ میں آتا ہے جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں کہ فاطمہ بنت مراء الخثعمیہ نے ان سے اظہار محبت کیا اور اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے سو اونٹوں کا عطیہ بھی دینا چاہا۔ لیکن آپ نے اس کی درخواست کے جواب میں کہا۔ "حرام فعل سے بہتر تو موت ہے" اس جملہ سے آپ کی پاکبازی اور خوف خداوندی کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔

سیدنا عبداللہ کا نکاح حضرت عبدالمطلب نے حضرت سیدۃ آمنہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ اس نکاح کے بعد آپ تجارت کے لیے ملک شام تشریف لے گئے اور واپسی پر مدینہ شریف (یثرب) اس لیے ٹھہرے کہ اپنے والد کے حکم کے مطابق کھجوروں کا سودا کریں۔ یثرب میں ہی بیمار ہو گئے اور آخری سفر اختیار کر لیا۔ آپ کی عمر اس وقت ۲۵ سال کی تھی۔ اور حضور ﷺ کا وجود مسعود تا ہنوز شکم مادر ہی میں تھا۔

نکتہ ناظرین کرام! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے اسماء پر نظر کیجئے کہ اس دور میں جبکہ دیوتاؤں اور اصنام پرستی کا زور تھا اور انہی کے ناموں پر نام رکھے جاتے تھے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے اسماء کتنے پاکیزہ ہیں۔ جن سے توحید ہی توحید ظاہر ہوتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بھی ارہاص نبوت تھا۔ جس بچے کو باپ کے خون سے عبودیت الٰہی (عبداللہ) اور ماں کے دودھ اور بطن پاک سے امن عامہ (آمنہ) کی گھٹی ملی ہو کیا تعجب ہے کہ وہ محمود الفعال ہو' حمید الصفات ہو اور تمام دنیا کی زبان سے اپنے ہوں یا غیر محمد کہلائے صلی اللہ علیہ وسلم

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمه

(۶۴) سیدنا صاحب الامن ﷺ (۲۲۳=۷)

ہمارے نبی ﷺ دنیا میں امن کا پیغام لے کر تشریف لائے اور ظلم کو مٹانے کے لیے تشریف لائے۔ چھٹے باب میں گزر چکا کہ آپ ﷺ نے نوجوانوں کو ساتھ ملا کر ایک انجمن کو تشکیل دیا۔ جس کا نام حلف الفضول تھا۔ اسی طرح عورتوں کو ان کے حقوق دیئے۔ غلاموں پر رحم کرنے کا سبق دیا۔ دنیا کے علاوہ آخرت میں امن پانے کے لیے **لا الہ الا اللّٰہ** کی تعلیم دی۔ آپ امن دینے والے نبی ہیں۔ یوں تو ہر نبی امن کا پیغام لیکر آیا لیکن ان کا علاقہ محدود ہوا کرتا تھا۔ حضور ﷺ روئے زمین کو امن بخشنے کے لیے تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیدائش سے بیس پچیس سال پیشتر ہی اہل دنیا پر ظاہر کر دیا تھا کہ امن دینے والے تشریف لا رہے ہیں۔

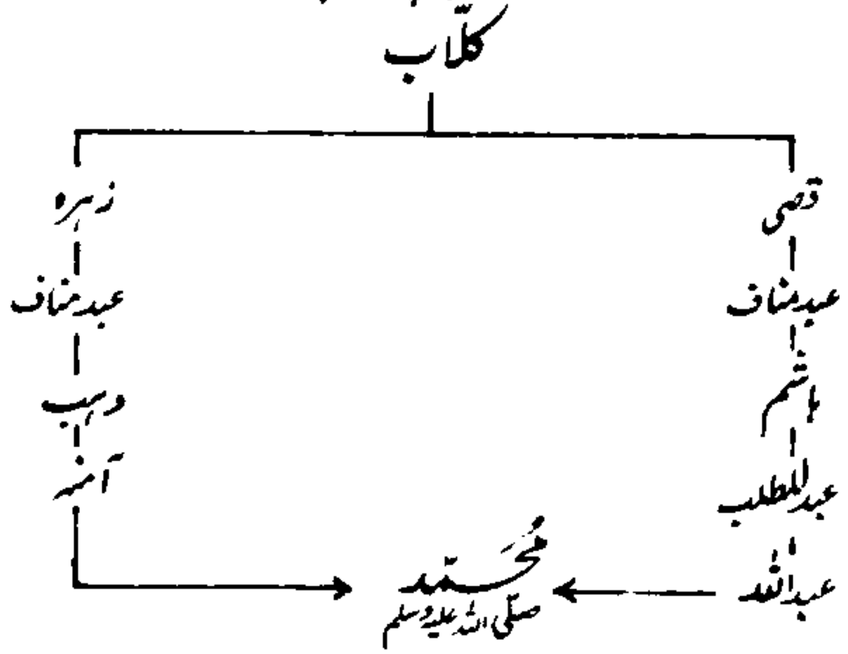
وہ عفت مآب خاتون جن کے بطن طاہرہ میں آپ نے نشوونما پائی زمانے سے ہٹ کر ان کا نام پاک آمنہ تھا جس کے معنی ہیں امن دینے والی دوسرے معنوں میں یوں کہا جائے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس خاتون کی معرفت اپنے بندوں کو امن دینے والا نبی عطا کرنے والا ہے۔ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا جن کو سرکار دو عالم ﷺ کی والدہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ نہایت پاکیزہ' حمید کردار شرک و کفر سے پاک عقیدہ رکھنے والی خاتون تھیں۔ ان کے والد بنو زہرہ کے سردار تھے۔ زہرہ اور قصی (جو حضور ﷺ کے اجداد سے ہیں) دونوں برادر شفیق تھے اور کلاب بن مرہ کے بیٹے تھے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی کا نام وہب تھا۔ وہب کی بیوی (حضرت آمنہ کی والدہ) کا نام برہ تھا۔ برہ کے والد عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی تھے۔

برہ کی والدہ ام حبیب بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی تھی۔ (دیکھو شجرہ اولاد قصی) وہب کے والد (سیدہ آمنہ کے دادا) کا نام عبد مناف تھا اور ان کی بیوی کا نام قیلہ (سیدہ آمنہ کی دادی تھی) جو دخیر بن غالب بن حارث کی بیٹی تھیں دخیر قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھتے تھے۔ قیلہ کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت لوی بن غالب تھا (لوی بن

غالب حضور ﷺ کے اجداد ہیں۔ اسی طرح آپ کی والدہ محترمہ کے بھی اجداد ہیں)

وہب (سیدہ آمنہ کے والد) کے دادا کا نام زہرہ تھا۔ زہرہ کی بیوی کا نام جمل تھا۔ جن کے والد کا نام مالک بن قصیہ بن سعد بن ملیح تھا۔

وہب (سیدہ کے والد) کے پردادا کا نام کلاب تھا۔ اور پردادی کا نام فاطمہ بنت سعد بن سیل۔ اور فاطمہ کی ماں کا نام ظریفہ بنت قیس تھا۔ گویا سلسلہ نسب حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کا کلاب پر ملتا ہے۔



سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچا وہیب سے پرورش پائی۔ وہیب وہی ہیں جن کی اولاد سے حضرت سعد بن وقاص ہیں۔ وہیب بھی اپنے بھائی وہب کی طرح قوم کے سردار تھے۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نکاح کے پہلے ہی ہفتہ میں امینہ نور محمدی بن گئیں۔ فرماتی ہیں مجھے بوڑھی عورتوں نے کہا کہ حمل کے دنوں میں کچھ لوہا گردن میں لٹکا لو کچھ بازوؤں پر باندھ لو۔ میں نے ایسا کر تو لیا لیکن چند دنوں بعد دیکھا تو وہ لوہے کی چیزیں کہیں غائب ہو گئی تھیں۔ پھر میں نے کچھ نہ باندھا۔ فرماتی ہیں کہ مجھے خواب میں بتایا گیا کہ تمہارے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کا نام احمد رکھنا۔ چنانچہ ماں نے احمد نام رکھا۔ اور دادا نے محمد ﷺ

اس خواب سے سیدہ آمنہ کو یقین ہو گیا تھا کہ ان کا مولود نہایت مبارک اور

مسعود ہے۔ چنانچہ جب حلیمہ نے حضور ﷺ کو گود میں لیتے وقت کچھ تامل کیا کہ بچہ یتیم ہے تو سیدہ نے فرمایا۔ "اے حلیمہ دایہ! اس بچے سے مطمئن رہو اس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔ جب حضرت حلیمہ حضور ﷺ کو لیکر جانے لگیں تو سیدہ نے یہ اشعار کہے۔

اعید	باللّٰہ	ذی	الجلال
حتی	اراہ	حامل	الحلال
من شر	ماصر	علی	الجبال
ویفعل	العرف	الی	الموالی
وغیرھم	من	حشوہ	الرجال

ترجمہ :۔ میں اس بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں۔ اس شر سے جو پہاڑوں پر گزرتا ہے۔ یہاں تک میں اسے شتر پر سوار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ وہ غلاموں اور درماندہ لوگوں کے ساتھ سلوک و احسان کرنے والا ہے۔

ان اشعار سے سیدہ کے پاکیزہ عقائد کا پتہ چلتا ہے کہ وہ دین حنیف پر تھیں۔

پانچ سال کی عمر کے بعد مائی حلیمہ نبی ﷺ کو واپس لائیں تو والدہ صاحبہ نے اس نور کو اپنے پاس رکھ لیا۔ پھر ان کو ساتھ لیکر یثرب تشریف لے گئیں۔ وہاں ایک ماہ تک قیام کیا۔ اس سفر میں دو اونٹ سواری کے لیے تھے اور ایک لونڈی ام ایمن ساتھ تھیں۔ (ان کا ذکر بعد میں ہو گا) سیدہ آمنہ ایک ماہ کے قیام کے بعد جب واپس ہوئیں تو ابوا کے مقام پر بیمار ہوئیں اور انتقال فرما گئیں حضور ﷺ کی عمر اس وقت چھ سال تھی۔ اللہ تعالٰی کی حکمت کاملہ پوری ہوئی کہ نبی ﷺ پدر و مادر کے بار منت سے سبکدوش ہوئے۔

ام ایمن سیدنا عبداللہ کی لونڈی تھیں حضرت رسول کریم کو ورثہ میں ملیں۔ آپ ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے **امی بعد امی** (میری ماں کے بعد میری ماں)۔ حضور ﷺ ان کے مکان پر جایا کرتے تھے۔ ام ایمن کا پہلا نکاح عبید

الحبشی سے ہوا جس سے ایمن پیدا ہوا۔ ام ایمن کا نام برکتہ بنت ثعلبہ تھا۔ ام ایمن کنیت تھیں دوسرا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے ہوا یہ حضور کے آزاد کردہ غلام اور متبنیٰ تھے۔ اس سے اسامہ پیدا ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اسامہ مجھے حسن و حسین سے زیادہ پیارا ہے۔ مشکوۃ شریف۔ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق اپنی خلافت کے دنوں میں ام ایمن کے گھر زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ ایمن جنگ حنین ۸ ھ میں شہید ہوئے اور حضرت اسامہ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰينَا
مُحَمَّدٍ طِبِّ الْقُلُوْبِ وَدَوَائِهَا
وَعَافِيَةِ الْاَبْدَانِ وَشِفَائِهَا وَنُوْرِ
الْاَبْصَارِ وَضِيَائِهَا وَعَلٰى آلِهٖ
وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا۔

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۶۴) سیدنا یتیم ﷺ (۴۶۰=۱۰)

یتیم وہ کہلاتا ہے جو ابھی بچہ ہی ہو اور والد کا سایہ سر سے اٹھ جائے۔ حضور ﷺ ہنوز بطن مادر ہی میں تھے کہ والد گرامی کا سایہ جاتا رہا۔ اور چھ سال کی عمر میں والدہ محترمہ بھی داغ مفارقت دے گئیں۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت اسی میں تھی کہ میرا محبوب بار منت والدین نہ اٹھائے۔ پہلے باب میں یہ روایت بیان ہوئی کہ جس کے راوی عبداللہ بن عباس ہیں کہ جب حضور ﷺ کے والد عبداللہ نے وفات پائی تو فرشتوں نے عرض کیا کہ اے اللہ تیرا نبی یتیم رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "میں نبی کا محافظ ہوں اور اس کا مددگار ہوں" حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ نبی ﷺ کیوں یتیم ہو گئے فرمایا۔ "اس میں یہ حکمت الٰہی تھی کہ مخلوق کا حق آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ ہو"

ناظرین کرام! واضح ہو کہ حضور ﷺ نے بحالت یتیمی لوگوں کی بھلائی کے لیے وہ کام کئے جو کوئی بھی نہ کر سکا اور نہ ہی قیامت تک کوئی کرے گا۔ امتیوں کو علم سے بہرہ مند کیا۔ یتیموں' غریبوں اور بیواؤں کے ناصر بنے علامہ بوصیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کفاک بالعلم فی الامی معجزۃ
فی الجاھلیۃ والتادیب فی الیتم

کافی ہے تجھ کو حضور ﷺ کا وہ علم جو بغیر پڑھے یتیم کے زمانہ سے تبلیغ کے دور اسلام تک کا ظاہر ہوا اور وہ بذات خود معجزہ ہے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولا

مولای صلی وسلم دائماً ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا
مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا
مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا
مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا
مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ
وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمه

(۶۵) سیدنا مکی ﷺ (۷۰ = ۷)

حضور ﷺ چونکہ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اس لیے آپ ﷺ کا نسبتی نام مکی ﷺ ہے۔ مکہ معظمہ تمام بلاد سے افضل ہے ماسوائے مدینہ منورہ کے چونکہ آپ ﷺ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ لیکن آپ ﷺ کا جسد اطہر تاقیامت مدینہ منورہ میں ہے۔ جسداطہر کی نسبت سے فضیلت حاصل ہے۔ مکہ معظمہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة مبرکا وھدی للعلمین (۹۶ : ۳)

(بیشک سب (بلاد) میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے اور سارے جہان کا (راہنما) مکہ **معظمہ** شہر کی بنیاد حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے رکھی تھی۔ اور یہاں ایک مکان بنایا تھا۔ جس میں بیٹھ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ اس شہر کو بکہ مکہ اور ام القریٰ بھی کہتے ہیں۔ چونکہ یہ تمام بستیوں سے پہلے تعمیر ہوا اس لیے ام القریٰ کہتے ہیں۔ یہی تمام جہانوں کی ہدایت کا مرکز ہے۔ اور اسی جگہ ہادی العالمین کا ورود مسعود ہوا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب سیدہ ہاجرہ اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو اس بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ گئے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بروایت بخاری شریف سیدنا جبریل علیہ السلام کے پر مارنے سے یا بروایت مشہور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی رگڑنے سے پانی کا چشمہ پیدا ہوا جسے چشمہ آب زم زم کہتے ہیں۔ پانی کی وجہ سے پرندے اس وادی میں آ گئے۔ عرب کا ایک قافلہ ادھر سے گزرا انہوں نے پرندوں کو دیکھ کر ایک آدمی کو خبر لینے کے لیے بھیجا اس نے جا کر بتایا کہ عورت اور ایک بچہ کے سوا وہاں کوئی نہیں۔ پانی کا چشمہ وہاں موجود ہے۔ قافلے کا سردار فاران وہاں آیا اور اس نے سیدہ ہاجرہ علیہا السلام سے اجازت لیکر اپنے خیمے وہاں نصب کر لیے۔ فاران کے نام پر اس وادی کو وادی فاران بھی کہا جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ خیمے مکانوں کی شکل اختیار کر گئے۔ بیت اللہ شریف کی وجہ سے یہ شہر تمام جہان میں مشہور ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کی قسم اٹھائی۔ **لا اقسم بھذا البلد ○**

وانت حل بھذا البلد ○ ووالدو ماولد ○ (۳،۲ و ۹:۱)
مجھے اس شہر (مکہ معظمہ) کی قسم۔ کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔ اور (تمہارے) باپ اور اس کی اولاد (یعنی تمہاری) قسم، مفسرین نے باپ سے مراد ابراہیم اور ولد سے مراد حضور ﷺ کو لیا ہے۔ صاحب تفسیر حسینی نے والد سے مراد حضور ﷺ اور ولد سے مراد امت کو لیا ہے۔ فقیر اپنی محبت کے انداز سے والد سے مراد حضرت عبداللہ اور اولاد سے مراد حضور ﷺ کو سمجھتا ہے۔ (واللہ اعلم)

وھذا البلد الامین (۳: ۹۵) اور اس امن والے شہر مکہ کی قسم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے جس روز سے زمین و آسمان پیدا فرمائے اس شہر کو حرام بنایا۔ اور اس زمین میں مجھ سے قبل قتل تھا نہ میرے بعد ہو گا۔ ہاں ایک ساعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے قتل فرض کیا۔ قیامت تک اس میں سے خاردار درخت نہ کاٹے جائیں گے اور نہ شکار کیا جائے گا نہ گری ہوئی چیز اٹھائی جائے گی۔ ہاں جو شخص بیان کر دے کہ میری ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا اذخر (ایک قسم کی لمبی لمبی گھاس جو ہم چھتوں پر ڈالتے ہیں۔ فرمایا ہاں اسے کاٹ لیا کرو۔ فرمایا حرم میں غلہ کو بند کر کے رکھنا الحاد (بے دینی) ہے فتح مکہ کے بعد فرمایا۔

"اے شہر تو کس قدر پیارا ہے۔ اگر میری قوم مجھ کو یہاں سے نہ نکالتی تو میں مکہ کے سوا کہیں نہ رہتا۔

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۶۶) سیدنا **البطحی** ﷺ (۳۰ = ۳)

بطحا سے **ابطحی** ہے۔ مکہ معظمہ کا نام بطحا بھی ہے۔

اسی نسبت حضور ﷺ کا اسم نسبتی **ابطحی** ﷺ ہے۔ بطحا کے معنی کشادہ زمین۔ کشادہ وادی۔ برساتی نالہ۔ (گلزار معانی)

جہاں سنگریزے اور ریت ہو۔ (المنجد)

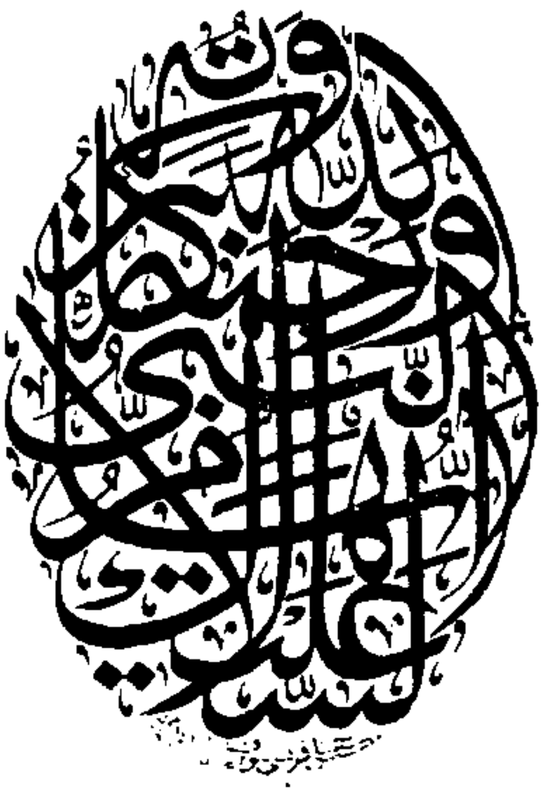
چونکہ مکہ معظمہ پہاڑوں کے اندر ایک کشادہ وادی ہے ریت اور سنگریزے ہیں۔ یہاں برساتی نالہ بھی ہے جو منا کے قریب ہے اسی نالہ کے قریب اصحاب فیل آ کر ٹھہرے تھے اور ان پر ابابیل نے سنگریزے برسائے اور وہ تباہ و برباد ہو گئے یہ لوگ یمنی تھے۔ کعبہ کو شہید کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ سورۃ فیل میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ وارسل علیہم طیرا ابابیل ترمیہم بحجارۃ من سجیل فجعلہم کعصف ماکول (۱۰۵:۳۰۵)

(اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں کہ انہیں کنکروں کے پتھر سے مارتے تو انہیں بنا دیا جیسے کھائی کھیتی کی پتی) یمن کا گورنر ابرہہ لشکر لے کر آیا تھا یہ چاہتا تھا کہ ملک یمن شہر صنعا میں کعبہ بنائے تاکہ لوگ اس کی زیارت کو آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے پرندوں کو بھیجا جن کے پاس تین تین کنکریاں تھیں۔ دو پنجوں میں ایک چونچ میں ایک پرندے نے تین تین شخصوں کو مع ان کے ہاتھیوں کے ہلاک کر دیا۔ ابرہہ محمود نامی ہاتھی پر سوار تھا۔ وہ اس برساتی نالے میں بیٹھا تھا ابرہہ نے اسے بہت اٹھانا چاہا لیکن وہ نہ اٹھا۔ اتنے میں پرندوں نے حملہ کر دیا۔ ابرہہ بھاگا لیکن راستے میں ہلاک ہو گیا۔ جس سال یہ واقعہ رونما ہوا اس کا نام سنہ فیل رکھا گیا۔ اس واقعہ کے ۵۰ دن بعد حضور ﷺ کا ۱۲ ربیع الاول ۱ فیل ۲۲ اپریل ۵۷۱ کو ورود مسعود ہوا۔ صاحب مواہب لدنیہ فرماتے ہیں کہ ابطح مکہ کی طرف نسبت ہے۔ مکہ اور منیٰ کے درمیان وادی سیلاب (نالہ) ہے۔ اس کی ابتداء کی جگہ محصب ہے۔ (جو جنت المعلیٰ کے قریب ہے) حضور ﷺ کا نام ابطحی

اسی لیے رکھا گیا۔ آپ قریش البطاح سے ہیں۔ جو **بطح** اترے تھے۔ حضرت عبدالمطلب کا نام سید الاباطح اور سید **الاباطح** بھی ہے۔ (واللہ اعلم)

مولای صل وسلم دائما ابدا

علی حبیبک خیر الخلق کلھم



اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۶۷) سیدنا صاحب المعراج ﷺ (۴۴۶ = ۱۴)

حضور پر نور ﷺ نے جب سے اپنی نبوت و رسالت کا اعلان کیا' اہل مکہ خصوصاً" قریش بالخصوص آپ کے چچا ابولہب نے آپ ﷺ کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیلہ آپ ﷺ کو اذیتیں پہنچانے میں پیش پیش رہے۔ ابولہب کا مکان آپ ﷺ کے مکان سے متصل تھا۔ ام جمیلہ رات کو آپ کے صحن اور چھت پر پتھر پھینکتی تاکہ آپ سو نہ سکیں۔ آپ کے گھر سے نکلنے سے قبل آپ کے راستوں میں کانٹے بچھا دیتی اپنے غلاموں سے راستے میں گڑھے کھودوا دیتی۔ آپ اکثر اوقات ان گڑھوں میں گر کر چوٹیں کھاتے۔ جب گھر تشریف لاتے تو پاؤں مبارک میں کانٹے ہوتے جو آپ ﷺ کی عظیم بیوی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے نکالتیں آپ ﷺ کے پاؤں سے خون نکلنے لگتا۔ لیکن آپ ﷺ نے کبھی ان تکالیف کے باعث آرام نہ کیا اپنا کام اور فریضہ جاری رکھنے کے لیے اذیتیں اٹھاتے ہی رہتے۔ اکثر اوقات ابو جہل آپ ﷺ کے پیچھے لڑکوں کو لگا دیتا۔ وہ آپ ﷺ کو تنگ کرتے ابو جہل اور اس کے ساتھی یہ منظر دیکھ کر ہنستے۔ ایک بار ابو جہل نے اونٹ کی اوجھ لا کر اسوقت آپ ﷺ پر ڈالی جبکہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ اوجھ (اوجھڑی) کے سوراخ سے آپ ﷺ کا منہ بند کر دیا۔ تاکہ سانس رکنے سے آپ ﷺ کا خاتمہ ہو جائے مکے کا کوئی شخص بھی تو آگے نہ بڑھا جو آپ ﷺ کو اس اوجھ اور اس کے تعفن سے نجات دلاتا بلکہ ہنستے رہے۔ ایک لونڈی نے آپ ﷺ کے گھر جا کر اطلاع کی تو حضرت سیدہ فاطمہ یا سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہما دوڑتی ہوئی آئیں ابو جہل کو برا بھلا کہا۔ ابوجہل صاحبزادی کو دیکھ کر پیچھے ہٹ گیا۔ صاحبزادی صاحبہ نے اوجھ آپ ﷺ کے چہرہ اقدس سے' علیحدہ کی اور دوپٹے کے آنچل سے آپ ﷺ کا منہ صاف کیا اور آپ ﷺ کو پکڑ کر گھر لے گئیں۔ تین دن تک آپ ﷺ کو تکلیف رہی۔ ایسے روح فرسا واقعات کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ مختصراً" یہ کہ اہل مکہ و قریش کے بائیکاٹ کرنے

سے تین سال تک آپ ﷺ شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ شعب ابی طالب میں بنو ہاشم اور بنو مطلب محصور رہے کھانے پینے کی اشیاء تک بند کر دی گئیں۔ انہی تکالیف کے باعث سردار مکہ حضرت ابو طالب اور آپ ﷺ کی رفیقہ حیات سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھوک اور پیاس کو برداشت نہ کرتے ہوئے انتقال فرما گئیں۔ حضور ﷺ کو ان کی جدائی کا بہت صدمہ ہوا تین سال کے بعد وہ عہد نامہ جو مکہ کی دیوار پر معلق کیا گیا تھا۔ دیمک نے کھا لیا تمام الفاظ مٹ گئے فقط اللہ کا نام باقی رہا۔ حضور نے شعب ابی طالب میں اس کی پیش گوئی کی۔ قریش نے جب عہد نامہ کو دیکھا تو دیمک زدہ پایا اس پر قریش ظلم سے باز آئے۔ اس وقت حضور کی آزاری میں ابولہب پیش پیش تھا۔ بعض لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو مکار نے کہا آخر یہ میرا بھتیجا ہے۔ حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد قریش نے ابو لہب کو اپنا سردار بنا لیا۔ ابو لہب نے سرداری ملنے کے بعد تمام بنو ہاشم کی دعوت کی حضور ﷺ کو بھی مدعو کیا گیا۔ دعوت کے بعد ابو لہب نے ایک زبردست تقریر کی اور حضور ﷺ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "اے محمد! تم باز آ جاؤ ہمارے خداؤں کو برا بھلا نہ کہو"۔ آپ ﷺ نے جواب دیا "اللہ تعالیٰ نے جو کام مجھے سونپا ہے میں اسے مکمل کروں گا۔ اگرچہ اس کی تکمیل کرتے کرتے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے" اس پر ابو لہب نے کہا "ہمارا باپ عبد المطلب مرنے کے بعد کہاں ہے آپ ﷺ نے فرمایا وہ میری رسالت اور نبوت سے پہلے وفات پا گئے" پھر اس نے کہا "تمہارا چچا ابو طالب جس نے تمہاری خاطر جان جوکھوں میں ڈالے رکھی اس کے بارے میں کیا کہتے ہو" آپ ﷺ نے فرمایا "وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں مغفرت کرنے سے منع فرمایا ہے"

ابو لہب یہ سنکر غصے سے کانپنے لگا اور حاضرین (بنو ہاشم) سے کہنے لگا "تم نے سن لیا یہ تو اپنے محسنوں کو بھی دوزخی کہتا ہے کیوں نہ اسے خاندان سے نکال دیا جائے۔ خاندان سے نکالنے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ پھر ایسے شخص کو کوئی قتل بھی کر دیتا تو پرسش نہ ہوتی تھی۔ حضور ﷺ وہاں سے اٹھے گھر تشریف لائے۔ پہلے گھر آتے تو شفیق بیوی آپ ﷺ کے زخموں کا مرہم بنتی تھیں۔ اب نہ گھر میں کوئی مونس و غم

خوار تھا اور نہ ہی شہر مکہ میں کوئی آپ ﷺ سے ہمدردی کرنے والا تھا۔ آپ ﷺ نے سوچا کہ طائف جانا چاہیے۔ شاید وہاں کچھ لوگ ایمان لے آئیں۔ تو وہاں رہائش کر کے اسلام کی تبلیغ کی جائے لہٰذا آپ ﷺ طائف تشریف لے گئے وہاں تین سردار تھے۔ (۱) عبدیالیل (۲) مسعود (۳) حبیب۔ آپ ﷺ نے ان کو اسلام پیش کیا تو انہوں نے آپ ﷺ کا مذاق اڑایا بلکہ سفلے لڑکوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگایا۔ لڑکوں نے آپ ﷺ پر پتھر برسائے آپ ﷺ کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا۔ جہاں سے خون نہ بہا ہو۔ آپ ﷺ طائف سے نکلے اور ایک باغ میں پناہ لی۔ یہ باغ عتبہ اور شیبہ کا تھا جو قریش مکہ میں سے تھے۔ ان لوگوں کو آپ ﷺ سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ البتہ جب آپ ﷺ کو لہو لہان دیکھا تو اپنے غلام عداس کو کہا کہ انہیں انگور کا خوشہ دیدو۔ عداس نے آپ ﷺ کو انگور پیش کئے آپ ﷺ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر نوش جان فرمانے شروع کئے۔ عداس نے جونہی یہ جملہ تسمیہ سنا بولا۔ ''میں نے اس بستی میں کسی کو یہ جملہ ادا کرتے نہ سنا۔ البتہ میں بھی ہر کام سے پہلے اللہ رحمٰن الرحیم کا نام لیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا۔ ''تو کہاں کا رہنے والا ہے۔'' عرض کیا ''میں نینوا کا باشندہ ہوں وہاں کے لوگ حضرت یونس علیہ السلام کے مذہب پر ہیں'' آپ ﷺ نے فرمایا۔ '' یونس علیہ السلام میرے بھائی تھے۔'' عداس نے پوچھا۔ ''حضرت یونس علیہ السلام آپ ﷺ کے بھائی کیسے ہوئے'' فرمایا۔ وہ اللہ کے پیغمبر تھے اور میں بھی اللہ کا رسول ہوں'' اس نے نام پوچھا۔ تو فرمایا کہ میرا نام محمد (ﷺ) ہے۔ عداس فوراً'' مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا میں آپ ﷺ کے وصف سابقہ کتابوں میں پاتا ہوں۔ میں آپ ﷺ کے مبعوث ہونے کا منتظر تھا۔ اس نے آپ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور پرامن راستوں سے لیجا کر طائف سے باہر لایا اور مکہ معظمہ کا راستہ دکھایا اور واپس چلا گیا۔ عتبہ اور شیبہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا کہ تم نے اس دیوانے شخص کا اتنا احترام کیوں کیا۔ حضرت عداس نے کہا کہ وہ نبی ہیں ساری زمین پر ان سے کوئی بہتر نہیں ہے۔

آپ ﷺ بستی بطن **نخلہ** میں پہنچے تو وہاں نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کی تو

سات یا نو جن قرآن سن کر آپ ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ نے جنوں کو دعوت اسلام دی وہ مسلمان ہو گئے اس کا مکمل بیان سورۃ جن میں موجود ہے۔ جب بنی آدم نے آپ ﷺ سے منہ پھیرلیا تو اللہ تعالیٰ نے جنوں کو (جو نظر نہیں آتے) اسلام لانے کی توفیق دی۔

اب پھر مکہ میں تشریف لائے۔ ابو لہب نے ایک شخص کو کرایہ پر حاصل کر کے آپ ﷺ کے قتل کا حکم دے رکھا تھا۔ تمام مکہ آپ ﷺ کا دشمن بن چکا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کو خاندان سے علیحدہ کر دیا تھا۔ اب آپ ﷺ کا اس سرزمین مکہ پر کوئی پرسان حال نہ تھا۔ جو چند ایک تھے اپنے ایمان کو چھپاتے پھرتے تھے۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر نظر رحمت اور التفات فرمایا۔

معراج کا منظر بارھویں سال نبوت کے ماہ رجب کی ستائیسویں شب تھی آپ ﷺ اپنی چچا زاد بہن ام ہانی بنت حضرت ابو طالب (ان کا نام ہند تھا۔) بعض نے فاطمہ کہا ام ہانی کنیت ہے۔ ان کے بیٹے کا نام ہانی تھا۔ یہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حقیقی بہن ہیں۔ واقعہ معراج کے وقت تک اپنا ایمان ظاہر نہ کیا تھا۔ مکہ معظمہ کی فتح کے دن ایمان ظاہر کیا) کے گھر استراحت فرما رہے تھے۔ دشمن آپ ﷺ کی گھات میں تھے کہ مکان کی چھت شق ہوئی۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام تشریف فرما ہوئے۔ اپنی کافوری آنکھیں حضور ﷺ کے تلووں سے لگائیں۔ آپ ﷺ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ کو مسجد حرام میں لے گئے۔ وہاں لیجا کر آپ ﷺ کا سینہ اور شکم مبارک شق کیا۔ آب زم زم سے دل مبارک اور اندرون سینہ اور شکم دھویا۔ سونے کے طشت میں جو ایمان و حکمت بھر کر لائے تھے اس سے آپ ﷺ کے دل کو پر کیا۔ بعد ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے لیے جنتی سواری براق آپ ﷺ کو پیش کی وہ ایسا تیز رفتار تھا کہ حد نظر پر اس کا قدم پڑتا تھا۔ آپ ﷺ براق پر سوار ہوئے تو براق شوخی کرنے لگا۔ حضرت جبریل نے کہا "براق تو شوخی کرتا ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ تجھ پر کون سوار ہے۔ یہ احمد مجتبیٰ ﷺ ہیں جن کا مقام ساری کائنات سے درجات میں زیادہ ہے۔ براق شرم سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ ترمذی شریف کی روایت

میں ہے کہ براق نے حضور ﷺ سے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ قیامت کے دن مجھ ہی پر سواری فرمائیں۔" آپ ﷺ نے براق کی اس درخواست کو قبول فرمایا۔ آپ ﷺ کا سفر شروع ہوا۔ جبرئیل آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ راستے میں بروایت بخاری حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا مزار اقدس آیا۔ جبریل نے عرض کیا "یا رسول اللہ یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ یہاں دو نفل ادا کریں۔ حضور ﷺ سواری سے اترے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس دو نفل ادا کئے۔ پھر آپ ﷺ بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کو تشریف لے گئے۔ وہاں تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ حاضر تھیں۔ آپ ﷺ نے امامت کرائی تمام انبیاء مقتدی بنے نماز کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنے اپنے خطبوں میں حمد الٰہی اور اپنی ان نعمتوں کا بیان کیا جو انہیں اللہ کی جانب سے عطا ہوئی تھیں۔ حضرت ابرہیم' موسیٰ' داؤد' سلیمان اور عیسیٰ علیہم السلام نے خصوصی خطاب فرمایا۔ سب کے بعد سرکار ابد قرار ﷺ نے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور ان نعمتوں کا ذکر کیا جو انہیں اور ان کی امت کو عطا ہوئیں۔ آپ ﷺ کے خطبہ کے اختتام پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انبیاء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ **بھذا فضلکم محمد** ان صفات کے سبب جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سے افضل ہیں۔ سب نے آپ ﷺ کی فضیلت کا اقرار کیا۔

اب حضور ﷺ آسمانوں کی طرف تشریف فرما ہوئے۔ بیت الحرام سے بیت المقدس تک کے سفر کو اسراء کہتے ہیں۔ بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف کا سفر معراج کہلاتا ہے۔ روایات میں یہ بھی آیا کہ معراج ایک سیڑھی کا نام ہے۔ جو بیت المقدس میں لگائی گئی اس سیڑھی کے سات ڈنڈے تھے پہلا ڈنڈا پہلے آسمان تک تھا۔ اور دوسرا دوسرے آسمان تک علی ہذا القیاس۔ جب پہلے آسمان پر پہنچے تو جبریل نے دروازہ کھلوایا۔ دربان فرشتے نے پوچھا۔ "کون ہے اور تمہارے ساتھ کون ہے" جبریل نے جواب دیا۔ "میں جبریل ہوں اور میرے ساتھ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں" دربان نے پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے۔ جبریل نے ہاں میں جواب دیا۔ دربان نے **مرحبا" به فنعوم المجیی جاء** (سبحان اللہ خوب اچھا تشریف لانا ہوا)۔ پہلے آسمان کا دروازہ کھولا تو

آپ ﷺ داخل ہوئے وہاں سیدنا آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا۔ "یہ آپ ﷺ کے جدا امجد آدم علیہ السلام ہیں' انہیں سلام کیجئے۔" آپ ﷺ نے سلام کیا اور آدم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا۔

مرحباً بالا بن الصلاح والنبی الصالح وعلیکم السلام خوش رہو! نیک بیٹے اور نیک نبی۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ خوبصورت شکلیں آپ ﷺ کی دائیں جانب ہیں اور کچھ کالی صورتیں بائیں جانب ہیں۔ جناب آدم علیہ السلام دائیں جانب دیکھتے تو خوش ہوتے اور بائیں جانب دیکھتے تو ناخوشی کا اظہار کرتے جبریل نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ کی دائیں جانب نیک اولاد ہے اور بائیں جانب نافرمان اولاد ہے۔ دائیں طرف دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں جانب نافرمان اولاد کو دیکھتے ہیں تو غم والم ہوتا ہے۔

اب دوسرے آسمان کی طرف چلے وہاں بھی پہلے کی طرح دربان اور جبریل علیہ السلام میں گفتگو ہوئی دروازہ کھولا گیا تو حضور ﷺ اندر داخل ہوئے حضرت یحیٰی اور عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی۔ تیسرے پر سیدنا یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضور نے فرمایا سیدنا یوسف علیہ السلام کو حسن کا شطر ملا ہے شطر کے معنی نصف یعنی حسن کا آدھا حصہ یوسف علیہ السلام کو مرحمت ہوا اور آدھا حصہ سارے عالم میں تقسیم ہوا۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا اچھے نیک بھائی اور نیک نبی آپ ﷺ کا کیا خوب اچھا تشریف لانا ہے۔ یہاں علماء کرام نے توجیہ فرمائی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے تعظیماً" اور ادباً" آپ ﷺ کو بھائی کہا حالانکہ آپ حضور ﷺ کے جد امجد ہیں۔ پانچویں آسمان پر حضرت سیدنا ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی چھٹے آسمان پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ جب آپ ﷺ آگے بڑھے تو جناب موسیٰ علیہ السلام رو پڑے اور کہا میرے بعد یہ نوجوان پیغمبر ہوئے اور ان کی امت کی تعداد میری امت سے زیادہ بہشت میں جائے گی۔ (یعنی موسیٰ علیہ السلام نے تاسف کا اظہار کیا کہ میری امت بوجہ نافرمانی زیادہ تعداد میں بہشت میں نہ جا سکے گی۔ اس کی توجیہ یہ بھی ہو سکتی

ہے کہ میری زندگی میں میری قوم نافرمانی کرتی رہی اور آپ ﷺ کی قوم نے آپ کی زندگی کے پہلے حصہ میں تو نافرمانی کی لیکن آخری عمر کے حصے میں سارا عرب مسلمان ہو کر تابع ہو گیا اور کوئی نافرمان نہ تھا۔ (الحمد للہ!) پھر آپ ﷺ ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے۔ تو اس آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ جو بیت المعمور سے پیٹھ لگائے بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نئے داخل ہوتے ہیں پھر قیامت تک ان کا داخلہ نہ ہو سکے گا۔ اس سے فرشتوں کی تعداد کا اندازہ ہوتا ہے۔ جبریل کے کہنے پر آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ نیک بیٹے نیک نبی خوب آنا آئے۔

اس کے بعد آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف تشریف فرما ہوئے۔

سدرہ بیری کا ایک درخت ہے۔ منتہی اسی لیے کہتے ہیں۔ کہ اس سے آگے جبریل امین یا اور کوئی مخلوق نہیں جا سکتی۔ یہی جبریل کا مقام ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس بیری کے پتے ہاتھی کے کان کے برابر ہیں اور پھل (بیر) حجر کے مٹکوں کے برابر ہیں۔ حجر ایک شہر ہے جس کے مٹکے (پانی پینے کے برتن) بہت بڑے ہوتے تھے۔ نیز فرمایا اس درخت پر سونے کے بے شمار پتنگے یعنی فرشتے موجود تھے آپ ﷺ آگے چلنے کے لیے بڑھے تو جبریل ٹھہر گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "جبریل میرا ساتھ چھوڑتے ہو" عرض کیا "یا رسول اللہ اس مقام سے آگے میں نہیں جا سکتا۔ اگر سرمو بھی آگے جاؤں تو رب تعالیٰ کی تجلی سے میرے پر جل جائیں۔" ۔

اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "اے جبریل! تمہارا کچھ ادھار ہمارے اوپر ہے! تمہیں یاد ہو گا۔ کہ جب میرے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالا تو اس وقت تم نے ان پر اپنی مدد پیش کی تھی کہ اگر حکم ہو تو میں پر مار کر یہ آگ نمرودیوں کے گھروں پر ڈال دوں اگرچہ میرے جد امجد نے تمہاری پیشکش کو قبول نہ کیا تھا بہرحال تمہارا ایک احسان ہم پر ہے اس وقت تم نے یہ

بھی کہا تا کہ میں وہاں جا سکتا ہوں جہاں اے ابراہیم تمہاری رسائی نہیں آج اے جبریل تم بتاؤ تمہاری کیا آرزو ہے کہ وہ رب العزت کے حضور پیش کی جائے کیونکہ میں وہاں جا رہا ہوں جہاں تمہاری رسائی نہیں" جبریل نے عرض کیا "یارسول اللہ میری خواہش ہے کہ جب آپ ﷺ کی امت پل صراط سے گزرنے لگے تو میں پل پر اپنے پر بچھا دوں اور آپ ﷺ کی امت میرے پروں کے اوپر سے گزر کر جنت میں داخل ہو" آپ ﷺ نے یہ تو نہیں فرمایا۔ کہ میں رب العزت سے عرض کروں گا۔ بلکہ فرمایا قبول کیا۔ یہ اس لیے کہ محب اور محبوب میں فرق نہیں ہوتا۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
کیونکہ محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

حضور ﷺ آگے بڑھے براق بھی ہار گیا اس کی جگہ رفرف نے لے لی۔ رفرف لغت میں بچھونے کو کہتے ہیں یہ رفرف مسند سبز زریں نورانی تھا جو عرش تک لے گیا۔ آخر یہ بھی سواری ختم ہوئی۔ اب حضور اکیلے ہی جا رہے ہیں۔ نور ہی نور ہے اور کچھ نہیں۔ حضور ﷺ حیران ہوئے تو اس حیرانگی کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی آواز ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز میں سنائی دی۔

قف یا محمد فان ربک یصلی (اے محمد ٹھہریئے۔ تمہارا رب صلوٰۃ پڑھ رہا ہے)۔ حضور ﷺ کا قلب مبارک ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر حیران ہوا کہ ابوبکر یہاں کہاں۔ معبود مطلق کا نماز پڑھنا کیا معنی؟ حیرانگی میں اضافہ ہوا۔ اسی حیرانگی کو یاد کر کے حضور ﷺ اکثر عرض کیا کرتے تھے۔ **رب زدنی تحیراً** (اے اللہ میں میری حیرانگی کو زائد فرما) (فقیر ہر نماز کے بعد یوں عرض کیا کرتا ہے۔ **اللھم اعطنی تحیراً وزدنی تحیراً** اے اللہ مجھے حیرانگی کا مقام عطا فرما اور اسے زیادہ فرما) عالم حیرانگی میں حضور آگے بڑھتے چلے گئے۔ اب پھر غائب سے ابوبکر جیسی آواز مسموع ہوئی۔

ادن یا محمد ادن یا احمد ادن یاخیر البریہ (اے تمام جہان سے بہتر محمد و احمد اور قریب آ جائیے) حضور ﷺ ادھر ادھر دیکھتے ہیں تو آواز آئی یہاں ابوبکر نہیں تیرا رب تجھ سے مخاطب ہے اور تیری مانوس آواز سے تمہیں پکار رہا ہے۔ پھر آپ

ﷺ کو اس قدر قرب حاصل ہوا کہ نہ کوئی اس قرب سے نوازا گیا نہ کسی کو حاصل ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے کلام فرمایا۔ اور اپنے دیدار سے مشرف فرمایا۔ جب حضور ﷺ شرف قرب اتم اور دیدار سے مشرف ہوئے آپ ﷺ نے بالہام ربانی اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہی عرض کیا۔

التحیات للّٰہ والصلوت والطیبات سب زبانی بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا۔

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

اے نبی تم پر سلام اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں۔

پھر آپ ﷺ نے اپنی گنہگار امت اور صالحین کی جماعت کو ساتھ ملا کر کہا۔

السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصلحین

ہم پر سلام (یعنی میری امت کے گنہگار لوگوں پر) اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر سلام پھر فرشتوں نے اللہ اور اس کے محبوب کا کلام سنا تو ہر فرشتے نے کہا۔

اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں) چونکہ نماز کے بارے میں حضور نے فرمایا۔ **الصلوٰۃ معراج المومنین** (نماز مومنوں کی معراج ہے) اس لیے تشہد کو نماز کے قعدہ اول و آخر میں واجب قرار دیا گیا کہ نماز سے فارغ ہو کر نہایت ادب سے رسول اللہ ﷺ کا اللہ کی بارگاہ میں تحیت پیش کرنا اللہ تعالیٰ کا جواباً" آپ ﷺ پر سلام بھیجنا اور فرشتوں کی شہادت کا عظیم منظر جو معراج کی رات وقوع پذیر ہوا اس کی لذت اور لطف سے ہر مومن لطف اندوز ہو کر عبادت سے فارغ ہو۔

(ف) یوں تو جب نماز ادا کرے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرے خصوصاً" قعدہ میں جب تشہد پڑھے تو تصور کرے کے دربار خداوندی میں حاضر ہوں۔ اور دربار ایزدی میں سرکار دو عالم ﷺ بھی تشریف فرما ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد بارگاہ رسالت ﷺ میں ہدیہ سلام عرض کر رہا ہوں۔

السلام علیک ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته

کہہ کر چند سیکنڈ ساکت رہے کہ سلام کا جواب آ جائے۔ اللہ جل جلالہ و عز اسمہ نے اس رات میں ایسے علوم و فیوض سے نوازا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وہ خود فرماتا ہے **فاوحی الی عبده ما اوحی** (پس اس نے جو بھی اپنے بندے کی طرف وحی فرمائی پس وحی فرمائی) رات اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت کے لیے پچاس نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ جب آپ ﷺ واپس چھٹے آسمان پر آئے تو دوبارہ موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا "آپ ﷺ کی امت پر کیا فرض کیا گیا" فرمایا "پچاس وقت کی نماز" انہوں نے کہا "آپ ﷺ کی امت پچاس وقت کی نماز ادا نہ کر سکے گی' میں نے بنی اسرائیل کا خوب تجربہ کیا ہے۔ آپ ﷺ واپس جائیے اپنے رب سے تخفیف کرائیے۔ آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام کا مشورہ پا کر واپس گئے۔ اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں تخفیف کر دیں۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے۔ انہوں نے پھر تخفیف کرانے کے لیے واپس بھیجا۔ بار بار آنے اور مشورہ موسیٰ علیہ السلام پانے سے دس وقت کی نماز کا حکم ہوا۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے پھر واپس بھیجا تو پانچ وقت کی نماز باقی رہی۔ پھر واپسی پر یہی مشورہ دیا گیا کہ ایک بار تشریف لیجائیے پانچ وقت کی نماز آپ ﷺ کی امت ادا نہ کر سکے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "مجھے بار بار جاتے اور تخفیف کرواتے شرم آتی ہے۔ میں اسی پر راضی ہوں" اسی وقت عرش عظیم سے آواز آئی۔ **امضیت فریضتی وخففت عن عبادی** (میں نے اپنا فرض پورا کیا اور اپنے بندوں سے تخفیف فرمائی) یعنی آپ ﷺ کی امت پانچ نماز پڑھے گی اور میں دس گنا ثواب دیکر ان کی پچاس نمازیں قبول کروں گا۔

معراج کی رات آپ ﷺ کے حضور تین جام پیش ہوئے جام دودھ جام شہد' جام شراب۔ آپ ﷺ نے دودھ کا پیالہ اختیار کیا۔ جبرئیل نے کہا **اخترت الفطرت** آپ ﷺ نے فطرت کو اختیار کیا۔ آپ ﷺ معراج سے یونہی واپس آئے جس طرح گئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ جب واپس آئے تو ام ہانی کو ساری معراج کی کیفیت سنائی۔ انہوں نے آپ ﷺ پر کپڑا اڑھا

دیا اور فرمایا۔ "کیا کہہ رہے ہو' قوم سنے گی تو مذاق اڑائے گی" آپ ﷺ نے فرمایا۔ "مجھے اس کی پرواہ نہیں" حالانکہ قوم آپ ﷺ کی دشمن ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ کو قبیلہ سے نکال دیا گیا تھا۔ اس حالت میں آپ ﷺ کو کوئی بھی ضرر پہنچا سکتا تھا۔ لیکن آپ ﷺ بلا خوف و خطر باہر تشریف لائے اور لوگوں کو واقعہ معراج سنانے لگے ابو جہل بھی موجود تھا اس نے کہا "اے جماعت بنی کعب تم نے کچھ سنا" سر پر تعجب سے ہاتھ رکھ کر بھاگ گیا اور مذاق اڑاتا گیا۔ اس واقعہ کو سن کر کئی ضعیف الاعتقاد مرتد ہو گئے۔ ابو جہل اور اسکی جماعت حضرت ابوبکر صدیق کے پاس گئیں اور یہ واقعہ سنایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ **ان کان قال ذلک لقد صدق** (اگر یہ حضور نے فرمایا ہے تو بیشک سچ ہے) قوم کہنے لگی۔ **الصدقه علی ذلک** (کیا آپ رضی اللہ عنہ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

انی صدقه علی فاهوا ابعد من ذلک اصدقه یخبر السماء فیغدوة وبارحة (میں اس سے بھی زیادہ جو بعید امور ہیں اس کی تصدیق کرتا ہوں ان خبروں کی جو صبح و شام آسمانوں سے آتی ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کہتے ہیں۔

مشکوۃ شریف میں کچھ اور بھی واقعات معراج ہیں لیکن وہ روحانی معراج سے تعلق رکھتے ہیں۔

سریت من حرم لیلاً الی حرم
کما سری البدر فی داج من الظلم
مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۶۸) سیدنا کلیم اللہ ﷺ

اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ کلیم اللہ سے کوہ طور پر بلا واسطہ کلام فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد ہے **وکلم اللہ موسیٰ تکلیما** اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے خوب کلام فرمایا۔ لیکن حضور ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس عرش عظیم پر بلا کر کلام فرمایا۔ راز و نیاز کی باتیں کیں۔ جب آپ ﷺ اہل قریش کو معراج کا واقعہ اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا واقعہ سنا رہے تھے۔ تو بعض لوگوں نے آپ ﷺ سے پوچھا "اگر اللہ سے ملاقات ہوئی تو اللہ نے کیا کلام فرمایا۔ "کم ظرفوں کی یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی۔ فوراً" سورۃ النجم کی آیات نازل فرمائیں۔ جس میں یہ بھی ارشاد فرمایا۔

فاوحی الی عبدہ مااوحیٰ

پس (خاموش رہو) اس نے جو اپنے بندے کی طرف وحی فرما کر گفتگو کی پس گفتگو کی (تمہیں ان باتوں سے کیا تعلق ہے)۔

میان عاشق و معشوق رمزیست
کراماً" کاتبین راہم خبر نیست

مولای صل وسلم دائما" ابدا"
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۶۹) سیدنا صاحب الھجرۃ

(صاحب ہجرت یعنی ہجرت کا حکم دینے والے)

پچھلے ابواب میں آپ یہ جان چکے ہیں کہ اہل مکہ حضور ﷺ اور اہل ایمان کو سخت ایذائیں دے رہے تھے۔ زندگی اجیرن کر دی تھی۔ کچھ مسلمان جن کی تعداد چالیس یا کم و بیش تھی حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ چند ایک مسلمان مکہ معظمہ میں سکونت رکھتے تھے۔ جو مسلمان بھی ہجرت کرتا یعنی مکہ جیسے مقدس اور اپنی جنم بھومی کو چھوڑتا رات کی تاریکی ہی اس کے لئے بہتر ہوتی تھی۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کے لئے حکم ہوا تو آپ شمشیر حمائل کر کے مسلح ہو کر خانہ کعبہ میں تشریف لائے اور طواف کیا نماز ادا کی اور کفار کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا "برباد ہوں وہ لوگ جو پتھروں کو پوجتے ہیں" پھر فرمایا "میں مکہ چھوڑ کر جا رہا ہوں تم ہر مکہ چھوڑنے والے کا تعاقب کرتے ہو اور اسے روکتے ہو جس نے اپنے بچوں کو یتیم بنانا ہو اور بیوی کو بیوہ کرنا ہو وہ میرا راستہ روکے" یہ کہہ کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے قریش میں سے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ ان کا مقابلہ کرے۔ اسی طرح تمام صحابہ ہجرت کر کے چلے گئے فقط سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم مکہ میں موجود رہے یا پھر وہ مسلمان جنہوں نے اپنے ایمان کا اظہار نہ کیا تھا۔

صنادید قریش کا دارالندوہ میں جمع ہو کر حضور ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنانا

ایک دن جبکہ یکم ربیع الاول ۱۳ نبوت تھا یا صفر کی آخری تاریخ تمام سرداران قریش ابوجہل کی معیت میں دارالندوہ میں جمع ہوئے۔ یہ اسمبلی ہال خانہ کعبہ کے متصل تھا کسی مشورہ کے لئے قریش اسی ہال میں جمع ہوا کرتے تھے۔ اس مکان میں جمع ہونے کا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی طرح محمد (ﷺ) سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ ان میں ابلیس لعین بھی شیخ نجدی کی شکل میں حاظر ہو گیا۔ سرداران قریش چونکہ خفیہ مشورہ

کرنا چاہتے تھے اس لئے اس کی موجودگی ان کو بہت کھٹکی۔ ابلیس جو نجدی لباس میں (جو لباس آج کل سعودیہ کا ہے) ملبوس تھا کہنے لگا "بھائیو! میں ایک تجربہ کار انسان ہوں۔ میں تمہارے معاملہ میں مددگار ثابت ہوں گا۔" کفار میں جو باتیں شروع ہوئیں ان کا لب لباب یہی تھا کہ اس شخص (محمد ﷺ) نے ہمیں بہت تنگ کیا ہے کسی طرح اس سے چھٹکارا حاصل ہو۔

پہلا مشورہ اور شیخ نجدی کی تردید ایک شخص نے کہا "محمد (ﷺ) کو ایک دور علاقہ میں کوٹھری میں بند کر دو۔ لوگ نہ ان کی بات سن پائیں گے نہ ان کا ساتھ دیں گے۔ ان کا کلام جادو بھرا ہے لوگ سنتے ہیں تو فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ شیخ نجدی نے کہا یہ بات مجھے پسند نہیں۔ بنی ہاشم اور سب تابعین محمد (ﷺ) اس معاملہ میں مزاحم ہوں گے اور نوبت قتال وجدال تک پہنچے گی۔

دوسرا مشورہ اور شیخ نجدی کی تردید دوسرا شخص مشیر کی حیثیت سے بولا میری رائے یہ ہے کہ محمد (ﷺ) کو یہاں سے نکال دو۔ جب یہاں سے چلے جائیں گے تو ہم ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں گے۔ شیخ نجدی نے کہا عجیب ناصواب رائے ہے کہ تمہیں محمد (ﷺ) کی سحربیانی معلوم نہیں وہ جہاں جائیں گے لوگوں کو مسخر کریں گے۔ ان کے تابعین ان سے جا ملیں گے جب ان کی طاقت بڑھے گی تم پر حملہ آور ہو کر مکہ پر قبضہ کر لیں گے۔

ابوجہل کی رائے اور شیخ نجدی کی تائید اب ابوجہل نے رائے پیش کی "ہر قبیلہ قریش کا ایک ایک شخص منتخب کیا جائے اور رات کو سب یکبارگی ان کا گھیراؤ کر کے ان پر حملہ کر دیں۔ بنی ہاشم کس کس کا مقابلہ کریں گے آخر دیت پر راضی ہو جائیں گے۔ ہم لوگ بڑی سے بڑی دیت ادا کر دیں گے۔" یہ رائے سن کر ابلیس (یعنی شیخ نجدی) بہت خوش ہوا اور اس رائے کو نہایت پسند کیا۔ اس امر پر مشورہ کر کے وہاں سے اٹھے اور آدمی حملہ کے لئے مقرر کئے کہ آج ہی رات یہ کام ہو جانا چاہئے۔

ہجرت کی اجازت اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اس امر کی اطلاع اپنے محبوب کو کر

دی اور ہجرت کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک اویقتلوک اویخرجوک ویمکرون ویمکر اللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین ○ (۸ : ۳۰) (اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں قید کر لیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے) اس آیت میں آپ ﷺ کو ہجرت کی اجازت دے دی گئی۔ دوپہر کا وقت تھا جب آیت نازل ہوئی آپ ﷺ اسی وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں ہجرت کرنے کا حکم سنایا۔

حضرت ابوبکر صدیق کی محبت اور فضیلت :۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کا حکم سنا تو فوراً عرض کیا اور یا رسول اللہ میں یعنی مجھے کیا حکم ہے آپ نے فرمایا "تم میرے ساتھ چلو گے" یہ سن کر ابوبکر بہت خوش ہوئے اور عرض کیا "یا رسول ﷺ اس سفر کے لئے میں نے دو اونٹنیاں خرید رکھی ہیں۔ آپ نے فرمایا "ان میں سے ایک مجھے قیمتاً دے دو" انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور اس کا سارا مال آپ ﷺ ہی کا ہے۔" آپ نے فرمایا۔ "ہم قیمت پر لیں گے" ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجبوراً مان گئے اور طے پایا کہ رات کو سفر پر روانہ ہوں گے۔

حضرت علی المرتضٰی کی جوانمردی اور فضیلت رات کو آپ اپنے دولت سرائے پر تشریف فرما تھے حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کو فرما رہے تھے کہ اے علی تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ کافر تمہیں کچھ گزند نہ پہنچا سکیں گے۔ یہ امانتیں فلاں فلاں لوگوں کی ہیں۔ انہیں سپرد کر کے مدینہ شریف چلے آنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت ۲۱ سال کی تھی نو عمر لڑکے تھے۔ ذرا بھی نہ گھبرائے اور نہ یہ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ جا رہے ہیں اور مجھے کفار کے نرغہ میں اکیلے چھوڑے جا رہے ہیں۔" ادھر کافروں نے مکان کو گھیر رکھا تھا۔ ادھر تو جذبہ محبت سے پوچھا جا رہا ہے کہ میرے لئے کیا حکم ہے ادھر جذبہ محبت کا انوکھا انداز ہے کہ لبوں کو جنبش تک نہیں ہوتی۔

حکم پاتے ہی محصور گھر کے اندر اکیلے چادر اوڑھ کر استراحت فرمانے لگتے ہیں۔ دل میں نہ دھڑکن ہے نہ کسی قسم کا خوف بس حکم بجا لانا ہی تو ایمان ہے۔ سبحان اللہ!

حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے دروازہ کھولا۔ قریشیوں کو تلواریں تانے دیکھا۔ زمین سے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور سورۃ یٰسین کی تلاوت فرماتے ہوئے گھر سے نکلے **یٰسین والقرآن الحکیم ○ انک لمن المرسلین ○** ---------- تا **فاغشینھم لا یبصرون ○** تک پڑھ کر فرمایا **شاھت الوجوہ** (تین بار) اور مٹھی خاک کفار کی طرف پھینکی۔ یہ خاک تمام محاصرین کفار کے چہروں پر اور آنکھوں میں جا پڑی۔ آپ ﷺ ان کے قریب سے نکل کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر جا پہنچے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ شیطان شیخ نجدی کی شکل میں آیا اور کہا یہاں کیا کر رہے ہو جس کو قتل کرنے کے لئے ناکہ بندی کر رکھی ہے وہ تو تمہارے اوپر خاک پھینک کر نکل گئے۔ سب نے اپنے چہروں پر ہاتھ پھیرا تو خاک آلود پایا۔ آنکھوں میں بھی خاک معلوم ہوئی۔ دروازے کی دراڑ سے دیکھا تو ایک آدمی کو چادر اوڑھے بستر پر دراز پایا۔ دیوار پھاند کر اندر گئے اس وقت وہ جوانمرد شیر خدا دشمنوں کے خوف سے بے خبر گہری نیند سو رہا تھا کفار کے قدموں کی آہٹ پا کر اٹھا۔ کافروں نے حضور ﷺ کے بارے میں سوال کیا کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں۔ فرمایا "یہاں تو میں موجود ہوں) مجھے ان کی کیا خبر کہاں ہیں" کفار نے حضرت علی مرتضٰی سے کچھ مزاحمت نہ کی اور مکان سے نکل گئے۔

(ف) تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ حضور ﷺ نے جن کے چہروں پر خاک پھینکی وہ سب بحالت کفر میدان بدر میں قتل ہوئے۔ ان سے حکیم بن حزام بچے جو مسلمان ہوئے ان کی عمر ۱۲۰ سال ہوئی ۱۰ سال کفر میں گزارے اور ۶۰ سال اسلام پر زندہ رہے۔

سفر ہجرت حضور ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر گئے انہیں ساتھ لیا اور پاپیادہ روانہ ہوئے۔ آپ نے جوتا پاؤں سے اتار دیا اور پنجوں کے بل چلتے رہے تاکہ نشان قدم معلوم نہ ہوں۔ کانٹوں اور نوکیلے پتھروں سے آپ کے پاؤں مبارک زخمی ہوئے تو سیدنا ابوبکر صدیق نے آپ کو کندھوں پر اٹھا لیا اور ثور پہاڑ پر چڑھنے لگے تاکہ غار ثور میں

پناہ لیں۔ یہ پہاڑی راستہ تین میل ہے اور بڑھا کٹھن راستہ ہے۔ آج چودہ سو سال بعد اس پر چڑھنا نہایت مشکل ہے۔ ابوبکر ﷜ کا عشق ہی تو تھا جس نے محبوب کو کندھوں پر اٹھا کر وہ راستہ طے کیا اور غار ثور تک پہنچ گئے۔ ابوبکر صدیق ﷜ نے عرض کیا آپ غار کے باہر ٹھہریں تو میں اسے صاف کر لوں۔ آپ اندر گئے اپنی چادر کو پھاڑ کر سوراخ بند کئے ایک سوراخ باقی رہ گیا اس پر آپ نے اپنی ایڑھی رکھ دی پھر حضور ﷺ کو غار کے اندر آنے کی دعوت دی۔ آپ اندر تشریف فرما ہو کر ابوبکر صدیق کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ اس غار میں ایک سانپ کا بسیرا تھا۔ ایک روایت کے مطابق یہ سانپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور سے یہاں رہتا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انجیل پاک کی تلاوت فرما رہے تھے اس میں سرکار دو عالم ﷺ کا ذکر تھا۔ سانپ اس مکان کی چھت میں تھا۔ حضور ﷺ کی تعریف سن کر جناب عیسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا۔ سانپ نے حضور سے اپنے عشق کا ذکر کیا اور پوچھا آپ کی زیارت کہاں ہو گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسی غار ثور کا پتہ دیا کہ چھ سو سال بعد اس غار میں آ کر ٹھہریں گے۔ سانپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ میرے لئے درازی عمر کی دعا فرمائیں۔ وہ دعا لے کر اس غار میں آ بسا۔ بہت سے سوراخ کر لئے۔ وہ ان دنوں روزانہ ہی اس غار میں آتا تھا۔ آج جو آیا تو تمام سوراخوں کو بند پایا آخر اس سوراخ کی طرف آیا یہ بھی بند تھا پہلے وہ کوشش کرتا ہے کہ رکاوٹ کو دور کر کے اندر داخل ہو جب کامیاب نہ ہوا تو اس نے ڈس لیا۔ اول تو حضرت صدیق اکبر ﷜ نے جنبش نہ کی مبادا حضور ﷺ کے آرام میں خلل آئے آخر شدت درد سے آپ کی آنکھوں سے اشک نکل کر نورانی چہرہ پر پڑے تو حضور ﷺ کی آنکھ کھل گئی فرمایا "صدیق روتے ہو" عرض کیا "یا رسول اللہ مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے" آپ نے مارگزیدہ جگہ پر لعاب لگایا درد اور زہر ختم ہو گیا۔ ایڑی اٹھانے سے سانپ اندر آیا حضور ﷺ سے اپنی محبت کا اظہار کیا اور زیارت سے مشرف ہو کر چلا گیا۔

جب حضور ﷺ غار میں داخل ہوئے مکڑی نے اللہ کے حکم سے غار کے منہ پر

جالا تن دیا۔ ایک کبوتر کے جوڑے نے غار کے دہانہ پر انڈے دے دیئے اور اپنا گھونسلہ بنا لیا۔ ہوا نے خشک پتوں اور گھاس پھوس کو اٹھا کر جالے پر ڈال دیا۔ (نوٹ) خانہ کعبہ میں جو کبوتر ہیں اسی جوڑے کی اولاد سے ہیں انہیں مقدس کبوتر کہتے ہیں) صبح ہوئی تو کفار مکہ آپ کی تلاش میں آئے اور غار کے دہانے پر کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگے حضرت ابوبکر صدیق نے انہیں دیکھا تو غمزدہ ہوئے کہ یہ کہیں حضور کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "**لا تحزن ان اللّٰہ معنا** غمزدہ نہ ہوں بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے کفار نے آپس میں گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ اگر اس غار میں کوئی داخل ہوتا تو جالا ٹوٹ جاتا۔ وحشی کبوتر بھاگ جاتا۔ بعض نے کہا یہ جالا تو بہت پرانا ہے بلکہ محمد ﷺ کی پیدائش سے قبل کا ہے۔ یہ کہہ کر وہ سب لوگ چلے گئے۔ اللہ رب العزت نے تار عنکبوت اور وحشی کبوتر سے وہ کام لیا کہ صدہا زرہ آہنی اور جوانان قوی سے نہ ہوتا۔

ہجرت کے موقعہ پر جو فضیلت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی وہ فضیلت کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہ ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی یہ شان کہ بے خوف و خطر اکیلے ہی نرغہ کفار میں آپ کے بستر پر لیٹ گئے اور جان نثاری کی ایک عظیم الشان مثال پیش کی۔ آپ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔ **ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللّٰہ واللّٰہ رؤف بالعباد** (اور لوگوں میں سے وہ بھی تو ہے جو اپنی جان اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے بیچتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے) حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت بھی عیاں ہے کہ سارے سفر ہجرت میں حق خدمت ادا کیا اور قدم قدم پر جان نثار کرنے کے لئے تیار رہے۔ ان کی شان میں **اذ تقول لصاحبه لا تحزن ان اللّٰہ معنا** (اے محبوب! یاد کرو جب تم (غار ثور میں) کہہ رہے تھے اپنے ساتھی (ابوبکر) سے کہ غم زدہ نہ ہو بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

آپ تین شب و روز غار ثور میں تشریف فرما رہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ غار کے قریب بکریاں چراتا رہتا اور بکریوں کا دودھ دھو کر اہل غار کو پلا

جاتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیٹا عبداللہ جو جوان تھا سارا دن قریش کی باتیں سنتا اور رات کو حاضر ہو کر آپ کو قریش کے ارادوں سے مطلع کر جاتا۔ تین دن بعد حضور ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ اونٹنیوں پر سوار ہو کر ساحل سمندر کی راہ سے روانہ ہوئے۔

عبداللہ بن اریقط دملی کو راہنمائی کے لئے ساتھ لیا۔ اونٹنیوں کو غار کے قریب لانا اسی کے ذمہ تھا۔ کفار نے اعلان کیا کہ جو حضور ﷺ یا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر لائے یا قتل کرے سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ اگر دونوں کو گرفتار کرے تو دو سو اونٹ انعام ملے گا۔

معجزہ حضور ﷺ اپنے رفقاء کے ساتھ رات کا سفر طے کر کے خیمہ ام معبد پر پہنچے اور اس سے گوشت اور دودھ طلب کیا اس عورت نے کہا خیمہ میں کوئی کھانے والی چیز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا دودھ ہی دے دو۔ اس نے کہا سب بکریاں چرنے گئی ہوئی ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک کونے میں کھڑی بکری کی طرف اشارہ کیا تو ام معبد نے کہا کہ یہ لاغر اور کمزور بکری ہے دودھ نہیں دیتی۔ اتنی کمزور ہے کہ ریوڑ کے ساتھ نہیں جا سکتی آپ نے فرمایا "اس کے دودھ دھونے کی اجازت دے دو" اس نے کہا "اگر یہ دودھ دیتی ہے تو دھو لو" آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر اس کے تھنوں کو ہاتھ لگایا اس کے تھن دودھ سے بھر آئے۔ آپ ﷺ نے دھونا شروع کیا تو نو دس سیر کے قریب دودھ دھو لیا۔ سب سے پہلے ام معبد کو دودھ پلایا۔ آپ ﷺ کے رفقا نے سیر ہو کر پیا۔ پھر بکری کا دودھ نکالا اور اس بڑے برتن کو بھر دیا اور اپنا سفر جاری فرمایا جب ام معبد کا شوہر ابومعبد جو گھر میں آیا تو دودھ دیکھ کر حیران ہوا۔ ام معبد نے آپ ﷺ کی آمد اور برکت کا ذکر کیا وہ بہت متاثر ہوا بعد میں یہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ روایت میں ہے کہ یہ بکری حضرت عمر کے زمانہ تک زندہ رہی اور بدستور اتنا ہی دودھ دیتی رہی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جو قحط پڑا تو سب بکریوں کا دودھ سوکھ گیا تھا لیکن یہ بکری خوب دودھ دیتی تھی۔

سراقہ کا تعاقب سراقہ بن مالک بن جعشم جو سرداران عرب میں سے تھا ایک

جھیل کے کنارے مکان میں رہتا تھا۔ اس نے قریش کے انعام کا اعلان سن لیا ہوا تھا۔ قریش کے چند آدمی اس کے پاس پہنچے اور پوچھا ادھر سے کچھ آدمی گزرے ہیں۔ اس نے اس خیال سے ان سے کہا کہ کوئی آدمی ادھر سے نہیں گزرا تاکہ انعام خود حاصل کرے۔ اہل قریش کو واپس کر دیا اور ان کے چلے جانے کے بعد ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر آپ ﷺ کا تعاقب کیا۔ آپ ﷺ کے قریب پہنچا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو ہر طرف نگاہ رکھے ہوئے تھے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ ایک گھوڑا سوار قریب آ پہنچا۔ آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نے معافی مانگی کہ میں جو بھی آپ ﷺ کے تعاقب میں ہو گا اسے پیچھے واپس کر دوں گا۔ مجھے اس مصیبت سے نجات دلایئے لہٰذا اس کا گھوڑا زمین سے نکل آیا۔ سراقہ کہتے ہیں کہ مجھے اسی وقت خیال آیا کہ یہ شخص ضرور اللہ کی مدد سے غالب ہو گا تو میں آپ ﷺ کے قریب گیا اور عرض کیا "مجھے آپ ﷺ امان بخشیں جبکہ آپ ﷺ کو غلبہ حاصل ہو گا۔ حضور ﷺ نے عامر بن فہیرہ سے امان نامہ لکھوا کر اسے دیا۔ سراقہ نے حسب وعدہ جو شخص بھی آپ ﷺ کی تلاش میں آیا اسے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ تمہارے جانے کا کوئی فائدہ نہیں میں دور تک دیکھ آیا ہوں۔ سراقہ بعد میں مسلمان ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق انہیں سونے کے کنگن پہنائے گئے۔

بریدہ بن الخصیب کا مع ستر رفقاء کے ایمان لانا

جب آپ ﷺ مدینے کے قریب پہنچے تو بریدہ بن **الخصیب** اپنے ستر رفقاء کے ساتھ آپ ﷺ کو ملا۔ یہ بھی آپ ﷺ کو گرفتار کرنے کی غرض سے چلا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا "تیرا نام کیا ہے" اس نے اپنا نام بریدہ بتایا تو حضور ﷺ نے فرمایا بردا مرنا ہمارا کام ٹھنڈا ہوا۔ قبیلہ کا نام اسلمی سن کر فرمایا۔ اللہ نے ہمیں سلامت رکھا۔ پھر فرمایا اسلم قبیلہ کی کس شاخ سے ہو اس نے کہا سہم۔ فرمایا تمہارا حصہ تمہیں حاصل ہوا۔ یعنی دین اسلام سے تمہیں حصہ ملا وہ بریدہ آپ ﷺ کا کلام شیریں اور چہرہ انور دیکھ کر مسلمان ہوا اور سب ساتھی بھی مسلمان ہوئے یہ ہجرت کا پہلا ثمرہ تھا جو حضور ﷺ کا ...

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۷۰) سیدنا صاحب العلم ﷺ (۲۷۲=۱۱)

حضرت بریدہ بن **الخصیب** اسلمی اور ان کے رفقاء (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا "یا رسول اللہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ جب مدینہ میں داخل ہوں تو آپ ﷺ کے ساتھ ایک نشان (جھنڈا) ہو۔ آپ ﷺ نے اجازت دی تو حضرت بریدہ نے اپنی پگڑی ایک لکڑی سے لپیٹ کر نشان (جھنڈا) بنایا۔ حضور ﷺ نے حضرت بریدہ ہی کو علمبردار بنایا۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اسلام کے پہلے علمبردار ہیں۔ لہٰذا حضرت بریدہ آپ ﷺ کے جلو میں علم لے کر چلے۔

یثرب کے لوگ روزانہ ہی ثنیات (مکہ کے راستے میں وہ پہاڑیاں جہاں تک اہل یثرب اپنے مہمانوں کو الوداع کہنے آتے تھے) تک آتے اور پھر واپس چلے جاتے۔ حضور ﷺ ۱۲ ربیع الاول کو بستی قبا تک پہنچے۔ وہاں کے لوگوں نے حضور ﷺ کا استقبال کیا۔ ایک یہودی نے آپ ﷺ کو ایک ٹیلے سے دیکھا اور شور مچایا **یا معشر العرب ھذا جدکم** اے گروہ عرب یہ رہے تمہارے بزرگ جن کا تمہیں انتظار تھا۔ تمام لوگ قبا میں جمع ہو گئے۔ یہاں چند کھجوروں کے جھنڈ تھے۔ حضور ﷺ نے پوچھا یہ کس کے ہیں ایک شخص نے اپنی ملکیت ظاہر کی آپ ﷺ نے اس سے ان درختوں کے سائے میں بیٹھنے کی اجازت چاہی۔ اس نے عرض کیا "یا رسول اللہ! یہ بھی کوئی اجازت لینے کی بات ہے" آپ ﷺ نے پھر اجازت چاہی تو اس نے اجازت دے دی۔ لوگ آپ ﷺ کی زیارت کے لئے آنے لگے لوگوں کو پہچاننے میں دقت ہوتی تھی لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ پر اپنی چادر تان دی۔ اس سے لوگ آپ ﷺ کو پہچاننے میں آسانی محسوس کرنے لگے اور حضور ﷺ کو سایہ بھی ہو گیا۔ اتنے میں ایک عورت حاضر ہوئی اور اپنے مکان میں تشریف لے جانے کے لئے عرض کیا۔ پہلے آپ ﷺ نے انکار کیا کہ میرے وہاں جانے پر تمہیں تکلیف ہو گی۔ عورت نے عرض کیا "یا رسول اللہ میرا مکان بہت وسیع ہے آپ ﷺ با آزادی وہاں رہائش

رکھ سکتے ہیں۔ آپ ﷺ اس عورت کے گھر چلے گئے۔ تین دن قباء میں سکونت اختیار کی اور یہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ یہ اسلام کی پہلی مسجد تھی۔ اس کی تعمیر میں حضور ﷺ نے خود حصہ لیا۔ تین دن بعد مدینہ کی طرف چلے راستے میں ایک جگہ پہلی نماز جمعہ ادا کی۔ وہاں بھی بعد میں مسجد تعمیر ہوئی۔ محلّہ قباء میں ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کی امانتیں دیکر حضور ﷺ سے آ ملے۔



اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمه

(۷۱) سیدنا مدنی ﷺ (۱۰۴=۵)

تین دن بستی قبا میں رہنے کے بعد حضور ﷺ اس شہر میں داخل ہوئے جس کو آج مدینہ منورہ کہتے ہیں اور ان دنوں اہل عرب نے اس شہر کا نام یثرب رکھا ہوا تھا۔ ہر شخص کی یہی آرزو تھی کہ حضور ﷺ میرے گھر میں تشریف فرما ہوں۔ آپ ﷺ کسی کو رنجیدہ نہیں کرنا چاہتے تھے اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا "میری اونٹنی کو کھلا چھوڑ دو یہ مامور من اللہ ہے جہاں یہ ٹھہرے گی وہیں میرا قیام ہو گا۔ اونٹنی محلوں میں گھومتی رہی آخر اس جگہ پر بیٹھ گئی جہاں آج مسجد نبوی کا منبر ہے۔ بنی نجار کی بچیاں یہ گیت گا رہی تھیں۔

طلع البد ر علینا   من ثنیات الود اع

وجب الشکر علینا   ما د عا اللہ د اع

(ثنیات الوداع سے ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا۔ ہم پر شکر واجب ہے، جب تک کوئی دعا کرنے والا دعا کرے)

توضیح:۔ ثنیات و الوداع وہ گھاٹیاں تھیں جہاں تک اہل مدینہ اپنے مہمان کو جو مکہ کی طرف جاتا رخصت کر کے آیا کرتے تھے۔ یہ توضیح قاموس کی ہے۔ لیکن بعض اہل لغت اور محدثین کرام نے ثنیات الوداع مدینے سے ملک شام کی طرف کا راستہ بتایا ہے۔ لہٰذا یہ مذکورہ شعر بنی نجار کی لڑکیوں نے اس وقت گایا تھا جب حضور ﷺ تبوک سے واپس آئے۔ صحیح بخاری شریف سے بھی ثنیات الوداع ملک شام کے راستے کی طرف ثابت ہے۔ (تواریخ حبیب الٰہ)

یہاں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر تھا۔ تمام اسباب اتار کر ان کے گھر میں رکھا گیا اور آپ ﷺ انہی کے گھر ٹھہرے۔ آپ ﷺ نچلی منزل میں قیام پذیر ہوئے۔ ابو ایوب اور آپ کے اطفال دوسری منزل میں رہے۔ ساری رات ابو ایوب رضی اللہ عنہ کا خاندان اس خیال سے سو نہ سکا کہ ہمارا اوپر رہنا اور رسول اللہ ﷺ کا نیچے ہونا بہت

بڑی بے ادبی ہے۔ صبح ہوتے ہی یہ بات حضور ﷺ کے گوش گزار کر کے آپ ﷺ کو بالائی منزل پر رہائش پذیر ہونے کے لئے عرض کیا اور خود نیچے آ گئے۔

یثرب کی وضاحت:۔ بعض لوگوں نے یثرب کی توضیح بہت غلط کی ہے یثرب کے معنی فقط گناہ اور ملامت وغیرہ سے لئے ہیں۔ حالانکہ یثرب کے معنی بیماری کے بھی ہیں۔ یہ شہر ساحل سمندر کے قریب ہونے کی بنا پر مرطوب آب و ہوا کا حامل تھا۔ باقی سارا عرب صحرا تھا اور خشک۔ جب صحرائی لوگ اس شہر میں آتے جس کا نام اس وقت سلع تھا تو بیمار پڑ جاتے کیونکہ یہاں بارشیں ہوتی تھیں۔ ہوا میں نمی ہوتی تھی وہ خشک علاقہ سے آتے تھے تو یکدم آب و ہوا مرطوب ہونے کی وجہ سے بیمار ہو جاتے تھے۔ اس لئے لوگوں نے اس شہر سلع کا نام یثرب رکھ دیا اور یہی مشہور ہو گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں بد اعمالیاں زیادہ ہوتی تھیں اس لئے اس کا نام یثرب مشہور ہو گیا۔ حالانکہ یہ تو دوسرے شہروں سے زیادہ پاکیزہ تھا۔ یہاں یہودی لوگ آباد تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے اور حضور ﷺ کے نام سے برکت حاصل کرتے تھے جو قرآن مجید سے بھی ثابت ہے اس کے علاوہ یہ شہر حضور ﷺ کی آمد سے ۱۰۵۳ سال قبل حضور ﷺ کی محبت میں ہی تعمیر ہوا تھا۔ جو شہر حضور ﷺ کی محبت پر ہی تعمیر ہوا ہو اور اس کی بنیاد محبت رسول معظم ﷺ ہو اس کو صرف گناہوں کی بستی سے تعبیر کرنا بہت بڑی زیادتی ہے۔ جب کہ دوسرے معنی موجود ہیں جن میں صرف موسم کی تبدیلی ہے ان کو چھوڑ کر غلط معنی لینا بے ادبی ہے۔ ہر چیز کے دو پہلو ہوا کرتے ہیں اچھا اور برا۔ اچھے پہلو کو چھوڑ کر دوسرا پہلو اختیار کرنا عقلمندی کی نشانی نہیں۔ ہمارا موقف بالکل صحیح ہے کیونکہ مرطوب آب و ہوا کی وجہ سے صحابہ اور حضور ﷺ بھی طبعی بیماری میں مبتلا ہوئے جہاں مکہ معظمہ کی آدم علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کی بنا پر بنیاد رکھی اسی طرح مدینہ منورہ کی بنیاد حضور ﷺ کی محبت تھی۔

شہر مدینہ کی تاریخ:۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت قطورہ سے ایک لڑکا **یقسان** پیدا ہوا۔ جس سے سبا اور دوان پیدا ہوئے۔ ان کی اولاد یمن

میں آباد ہوئی (تواریخ آیت نمبر ۳۳ پرانا عہد نامہ) بستی سبا جو ملکہ بلقیس کی سلطنت میں شامل تھی۔ اسی سبا کے نام پر تھی۔ یہ بستی یمن کے دو پہاڑوں کے درمیان تھی۔ اللہ تعالٰی نے اہل سبا کو ہر نعمت سے نوازا تھا۔ اہل سبا کی ہدایت کے لئے تیرہ انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے لیکن اہل سبا کی مسلسل نافرمانیوں پر سیل عرم کا عذاب آیا عرم ایک جگہ کا نام تھا جہاں ایک چشمہ تھا جو ساری بستی کو سیراب کرتا تھا۔ اسی چشمہ سے لوگوں نے ایک نہر بنا لی ہوئی تھی جس سے گھروں میں پانی جاتا تھا۔ اللہ کے حکم سے چوہوں نے نہر کے کناروں کو چھید دار کر دیا جس سے راتوں رات پانی لوگوں کے گھروں میں داخل ہو گیا اور بستی تباہ ہو گئی۔ دوان کی اولاد عذاب کے بعد ہجرت کر کے اسی بستی کے گرد و نواح میں جا کر آباد ہوئی جس کو آج مدینہ کہتے ہیں دوان کی اولاد سے ہی اوس اور خزرج کے قبائل ہیں جو بعد میں انصار کہلائے۔ اسی وقت اس بستی کا نام سلع جیسا کہ توراہ' کتاب **یسعیاہ** میں حضور ﷺ کی ہجرت کے بارے میں یوں تحریر ہے---- قیدار کے آباد گاؤں میں اپنی آواز بلند کریں سلع کے بسنے والے گیت گائیں' پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکاریں' وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں۔ جزیروں میں اس کی ثنا خوانی کریں' خداوند بہادر کی مانند ہو گا' وہ جنگی مرد کی طرح اپنی غیرت دکھائے گا۔ وہ نعرہ مارے گا اور دشمنوں پر غالب آئے گا۔ (یسعیاہ باب ۴۲۔ آیت ۳۴ / ۳۳)

توضیح قیدار حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے فرزند تھے۔ ان کی اولاد مکہ معظمہ میں آباد ہوئی۔ آواز بلند کرنے مراد اہل مکہ کا حضور ﷺ کی مخالفت کر کے ہجرت پر آمادہ کرنا ہے۔ سلع مدینہ منورہ کا سابقہ نام ہے۔ سابقہ کتب میں مدینہ کو سلع کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ گیت سے مراد انصار بچیوں کا حضور ﷺ کی آمد پر اشعار پڑھ کر خوشی کا اظہار کرنا ہے۔ بہادر' جنگی مرد سے حضور ﷺ مراد ہیں۔ آپ ﷺ کی آمد سے تمام زمین اور جزیرے اللہ کی حمد و ثنا سے گونج اٹھے۔

دوسری روایت میں ہے یمن کا بادشاہ تبع حمیری (جس کا قرآن مجید میں ذکر موجود ہے (۱۴ : ۵۰ / ۳۷ : ۴۴) اس کے بیٹے ذوالقرنین (۸۳ : ۱۸) کا بھی قرآن مجید میں ذکر ہے۔ دونوں نے زمین پر خوب سیر کی) اپنے ہمراہ چار سو علماء کی جماعت کو لے

کر سیر عالم کے لئے نکلا۔ جب اس سرزمین پر پہنچا جو آج مدینہ کہلاتی ہے۔ تو تبع حمیری نے خواب میں نور احمد مختار ﷺ کا دیدار کیا۔ خواب ہی میں نور احمد ﷺ کا مشتاق ہوا۔ علماء کرام نے کتب سابقہ کی مدد سے بتایا کہ یہاں نبی آخرالزماں ہجرت کر کے تشریف لائیں گے۔ تبع حمیری دل و جان سے آپ ﷺ پر فریفتہ ہوا اور اسی جگہ رہنے کا ارادہ کر لیا۔ یہاں ایک چشمہ بھی ابلتا تھا۔ سب نے یہاں ایک بستی آباد کر لی۔ تبع حمیری خود تو اپنی بادشاہی کی وجہ سے یہاں ٹھہر نہ سکا اور واپس یمن چلا گیا۔ البتہ علماء کے سردار شامول کو ایک نامہ لکھ کر دیا جس میں حضور ﷺ سے عشق و محبت اور ایمان کا اظہار کیا تھا۔ شامول کی اولاد میں وہ نامہ مبارکہ چلتا آیا اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔ آپ شامول کی اکیسویں پشت سے ہیں۔ یہ مکان جس میں ابو ایوب رضی اللہ عنہ رہتے تھے۔ تبع حمیری کا بنوایا ہوا تھا۔ اسی میں حضور ﷺ قیام پذیر ہوئے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے تبع حمیری کا نامہ پیش کیا۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"تبع حمیری کو برا نہ کہو وہ تو باایمان تھا اس کی قوم نافرمان تھی"

تبع حمیری کا نام کثرت سے احادیث میں آیا ہے۔

حضور ﷺ اس بستی کو آباد ہونے کے ۱۰۵۳ سال بعد ۱۲۔ ربیع الاول ۱ھ (۶۲۲) میں تشریف لائے۔ اس بستی کو آپ ﷺ کے نام سے مدینۃ النبی موسوم کئے جانے لگا۔ پھر مدینہ منورہ یا مدینہ طیبہ مشہور ہوا آپ ﷺ تازیست اسی شہر مدینہ میں رہے اسی شہر کو آپ ﷺ کی آخری آرام گاہ کا شرف حاصل ہوا۔ اسی شہر سے مدنی ﷺ کا شہرہ تمام عالم میں ہوا۔

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمه

(۷۲) سیدنا حجازی ﷺ (۲۹=۱۱)

حجاز ملک عرب کا ایک صوبہ ہے جس میں مشہور شہر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہیں اس صوبہ حجاز میں دو مقدس شہر ہونے کی بنا پر صوبہ حجاز کو بھی فضیلت حاصل ہے۔ چونکہ حضور ﷺ کو دونوں شہروں سے خاص نسبت ہے۔ مکہ معظمہ کو مولد ہونے کا اور مدینہ منورہ کو مدفن ہونے کا اور یہ دونوں شہر ایک ہی صوبہ حجاز میں موجود ہیں اس لئے حضور ﷺ کو صوبہ کی نسبت سے حجازی کی نسبتی نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

حجاز بحیرہ احمر کے کنارے ایک طویل پٹی کی شکل میں شمال سے جنوب تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کی لمبائی ایک ہزار کلو میٹر (تقریباً" ۶۷۰ میل) ہے۔ اس علاقہ میں ٹیلے اور پہاڑ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ صوبہ حجاز میں دنیا کے بہترین گھوڑے پائے جاتے ہیں۔ یہ گھوڑے اعلیٰ نسل سے تعلق رکھتے ہیں ان ہی کو عربی گھوڑے کہا جاتا ہے ان کی تیز رفتاری بے مثل ہے۔ عرب میں اس کی بہت قیمت ہوتی ہے۔ ہر شخص اس کی پرورش بھی نہیں کر سکتا اور یہ گھوڑے عرب میں استعمال بھی نہیں کئے جا سکتے کیونکہ عرب کی بھوک اور پیاس ان سے برداشت نہیں ہوتی۔ مکہ معظمہ سے شمال کی جانب تقریباً" دو سو بیس میل کے فاصلہ پر مدینہ منورہ ہے۔ مدینہ منورہ سے تین میل شمالاً" جبل احد ہے جہاں حضرت امیرالمومنین سیدا لشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار اقدس ہے مکہ معظمہ کی بندرگاہ جدہ ہے جو ۴۴ میل کے فاصلہ پر بحر احمر کے ساحل پر واقع ہے مدینہ منورہ کی مشہور بندرگاہ ینبع ہے جو مدینہ منورہ سے ۱۳۷ میل کے فاصلہ پر بحیرہ قلزم کے ساحل پر ہے۔ اس اقلیم میں حرمین شریفین کے علاوہ بدر' احد' خیبر' فدک' حسنین' تبوک اور غدیر خم اسلامی تاریخ میں بہت مشہور ہیں حضرت شعیب علیہ السلام کا شہر مدین تبوک کے محاذ میں ساحل بحر احمر پر واقع ہے۔ حجر میں جو وادی القریٰ میں ہے آثار ثمود اب تک پائے جاتے ہیں۔ حجاز کا علاقہ نجد اور تہامہ کے درمیان ہے۔ نجد بلندی پر ہے اور تہامہ نشیب میں حجاز ان دونوں کے درمیان ہے۔

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۷۳) سیدنا تہامی ﷺ (۹۶ = ۱۰)

حجاز مقدس سے ملحق ساحل سمندر جو نشیبی علاقہ ہے اس تہامہ کہتے ہیں۔ اسی نشیبی علاقہ کا نام غور بھی ہے۔ غور کے معنی نیچے' نشیب گہرائی کے ہیں۔ قرآن مجید میں لفظ غور انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ان اصبح ماء کم غورا فمن یاتیکم بماء معین ○ (۳۰:۶۷)

(خیال کرو اگر صبح ہوتے ہی تمہارا (کنوؤں کا) پانی نیچے چلا جائے تو کون تمہاری نگاہوں کے سامنے چلتا پانی دے گا)

صاحب مواہب لدنیہ نے فرمایا۔

تہامہ مکہ معظمہ کے ناموں سے ایک نام ہے۔ نجد جو بلاد حجاز سے ہے اس سے اترتی ہوئی زمین کو تہامہ کہتے ہیں۔ تہامہ اس لئے بھی کہتے ہیں کہ یہاں کی ہوا متغیر ہے ابن فارس نے کہا تہامہ کی تا' ہا اور میم پر زبر ہے اس کے معنی ہوا کا رک جانا اور حرارت کی شدت ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا۔

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۷۴) سیدنا صاحب الجہاد ﷺ (۱۴۵ = ۱۰)

(جہاد کا حکم کرنے والے)

حضور ﷺ نے خود ہر قسم کا جہاد فرمایا اور امت کو جہاد کا حکم دیا۔ آپ ﷺ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جہاد کا حکم دیا۔ باقی تقریباً" تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوموں کو وعظ و نصیحت ہی فرماتے رہے۔ جس طرح حضور ﷺ کی تیرہ سالہ مکی زندگی وعظ و نصیحت فرماتے ہی گزری' دس سالہ مدنی زندگی میں وعظ و نصیحت اور جہاد بالسیف بھی فرمایا۔ دس سالہ مدنی زندگی میں جہاد بالسیف سے تمام ملک حجاز' یمن سلطنت اسلامیہ میں داخل ہوئے۔ دوسرے ملکوں کے سربراہوں کو اسلام میں داخل ہونے کے لئے خطوط بھی لکھے۔

علماء نے جہاد کی چار اقسام بیان کی ہیں۔

جہاد کی چار اقسام

(ا) **جہاد بالنفس** اپنے نفس کے خلاف جہاد کرنا۔ دنیا کی ہر آسائش سے خود کو بچانا' بالکل سادہ زندگی بسر کرنا۔ حضور ﷺ بعثت سے قبل ہی جہاد بالنفس فرماتے رہے۔ کئی کئی دن کا کھانا ہمراہ لے جاکر غار حرا میں مشغول عبادت رہتے۔ بعثت کے بعد کئی کئی دن کا روزہ رکھتے۔ جب کبھی افطار فرماتے تو چند کھجوروں پر اکتفا فرماتے۔ کھجوریں اور روٹی کبھی اکٹھی تناول نہ فرمائیں۔ ایک ہی چیز کھاتے۔ رات کو اللہ کی عبادت کرتے۔ ایک ایک پاؤں پر کھڑے ساری رات گزار دیتے۔ پاؤں متورم ہو جاتے اور پاؤں میں خون جمع ہو جاتا جلد متحمل نہ ہو سکتی تو پھٹ جاتی اور خون بہنے لگتا۔

حضور ﷺ کی ساری زندگی اسی طرح گزری۔ اکثر صحابہ نے اس جہاد میں حصہ لیا اور صحابہ کے بعد تابعین اور قیامت تک کے اولیاء کرام نے اس جہاد کو اپنی زندگی کا حصہ بنا کر اسے ہی تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔ یہ جہاد بہت کامیاب جہاد ہے۔ اہل دنیا جب مجاہد

فی النفس کی زندگی کا مشاہدہ کرتے ہیں تو متاثر ہو کر ان کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ ان کی صحبت میں جب بیٹھتے ہیں کہ ان کی اپنی زندگی کا رنگ بدلنے لگتا ہے۔ آہستہ آہستہ دین اسلام کی طرف جاتے ہیں۔ اولیاء کرام نے جہاد بالنفس کے ذریعہ سے کڑوروں انسانوں کی زندگیوں کو بدل کر رکھ دیا۔ بتوں کے سامنے جھکنے والے، نفس پرست مسلمان مجاہد بالنفس کی صحبتوں سے راغب الی اللہ ہو کر خود مجاہد بالنفس بن گئے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتراز صد سالہ طاعت بے ریا

۲۔ **جہاد باللسان** زبان سے جہاد کرنے کو جہاد باللسان کہا جاتا ہے۔ ہر نبی اور رسول نے جہاد باللسان کا خوب حق ادا کیا۔ اس جہاد میں بہت تکالیف اور مصائب برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ جہاد باللسان سے قوموں نے انبیاء علیہم السلام کو بہت اذیتیں پہنچائیں۔ لیکن یہ حضرات اذیتیں برداشت کرتے رہے۔ لب پر شکوہ تک نہ لائے۔ حضور ﷺ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے تیرہ سال فقط جہاد باللسان ہی فرمایا۔ اہل مکہ نے آپ ﷺ کو بہت تکالیف پہنچائیں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

وما اوذی نبی کما اوذیت
(کوئی نبی اس طرح نہیں ستایا گیا جس طرح میں ستایا گیا ہوں)

صحابہ کرام، تابعین، اولیاء کرام اور علماء حقانی نے اس جہاد کو باقی رکھا۔ علماء کرام اس جہاد کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔

۳۔ **جہاد بالقلم** قلم کا جہاد سب سے پہلے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے کیا اس سے پہلے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ حضور ﷺ نے بادشاہوں کے نام خطوط بھیجے کہ میں نبی اور رسول ہوں۔ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرو۔

(۱) پہلا خط اصحم بن الجبر بادشاہ الملقب بہ نجاشی کے پاس عمر بن امیر خمری کو خط دے کر بھیجا۔ انہوں نے حضور ﷺ کا خط پڑھا اور ایمان لائے اور آخر میں لکھا

فانی اشھد ان ماتقول حق والسلام علیک یا رسول اللہ۔

میں گواہی دیتا ہوں جو آپ ﷺ فرماتے ہیں وہی حق ہے۔ اے اللہ کے رسول آپ ﷺ پر سلام۔

(۲) دوسرا خط منذر بن ساوی (جو بحرین کا بادشاہ تھا اور شاہ ایران کو خراج دیتا تھا) کو علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ اسلام کو بہت پسند کیا۔ بہت سی رعایا بھی مسلمان ہوئی۔

(۳) ملک عمان کے بادشاہ جیفر و عبد فرزندان جلندی کے پاس حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ دونوں بھائیوں نے حضرت عمرو سے کافی سوالات کئے کئی دن تک ٹھہرائے رکھا آخر دونوں بھائی مسلمان ہوئے اور رعایا کے کافی لوگ مسلمان ہو گئے۔

(۴) دمشق کے حاکم منذر بن حارث کے پاس حضرت شجاع بن وہب الاسدی کو سفیر بنا کر بھیجا۔ منذر خط پڑھ کر بہت بگڑا بالآخر سفیر کو باعزت واپس کیا لیکن مسلمان نہ ہوا۔

(۵) ہوذہ بن علی جو یمامہ کا حکمران تھا کے پاس حضرت سلیط بن عمرو کو بطور سفیر بھیجا اس نے کہا اگر اسلام پر آدھی سلطنت میری تسلیم کر لی جائے تو مسلمان ہو جاؤں گا۔ اس جواب کے چند دن بعد ہوذہ مر گیا۔

(۶) شاہ اسکندریہ و مصر جریج بن متی الملقب بہ مقوقس کے پاس حضرت حاطب بن ابی **بلتعہ** رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا خط لے کر گئے۔ اس نے بہت احترام کیا۔ حضور ﷺ کے خط کو ہاتھی دانت کے ڈبہ میں رکھوا کر سربمہر کر کے خزانہ میں رکھ دیا۔

حضور ﷺ کے لیے تحائف بھیجے اور خط میں لکھا کہ مجھے معلوم ہے کہ ایک نبی تشریف لانے والے ہیں مگر میں یہ سمجھتا رہا کہ وہ رسول ملک شام میں ہوں گے۔ دلدل مشہور خچر اسی بادشاہ نے بھیجی اور حضرت ماریہ قبطیہ کو خدمت کے لیے بھیجا۔ انہی کے بطن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے لیکن یہ یاد رہے کہ یہ بی بی

لونڈیوں میں سے تھیں۔

(۷) قسطنطنیہ یا روما کے بادشاہ ہرقل کے نام ایک خط بھیجا جس کو دحیہ بن خلیفہ **الکلبی** سفیر کی حیثیت سے لیکر گئے۔ ہرقل نے احترام کیا اور حضور ﷺ کے بارے میں بہت سی باتیں دریافت کیں۔ درباریوں سے کہا کہ مکہ کا کوئی باشندہ ہو تو اسے بلاؤ۔ اتفاق سے ابو سفیان وہاں موجود تھا اور اس وقت تک دشمن اسلام تھا۔ ہرقل نے اس سے بہت سوالات کئے جن کے جوابات اس نے ڈرتے ڈرتے صحیح صحیح دیئے مبادا غلط جواب دینے پر کوئی مجھے ٹوک دے اور بادشاہ غضب میں آ جائے۔ ہرقل نے جو سوالات ابوسفیان سے کئے ان کے جوابات صحیح سن کر کہا۔ نبی موعود کی یہی علامات ہوتی ہیں اور کہا کاش میں ان کی خدمت میں پہنچ سکتا اور نبی کے پاؤں دھویا کرتا۔ اس بادشاہ نے دل سے تو حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق کر دی لیکن زبان سے اقرار نہ کر سکا۔

(۸) حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے سفیر بن کر خسرو پرویز کسریٰ ایران کی طرف خط لیکر گئے۔ یہ نصف مشرقی دنیا کا بادشاہ تھا۔ **زرتشتی** اس کا مذہب تھا۔ جونہی سفیر نے بادشاہ کو خط دیا اس نے نامہ مبارکہ چاک کر ڈالا اور بولا میری رعایا کا ادنیٰ انسان مجھے تبلیغ کرتا ہے اور میرے نام سے پہلے اپنا نام لکھتا ہے۔ اس کے بعد خسرو نے حضور ﷺ کو گرفتار کر کے پیش کرنے کا حکم دیا۔ اس کے افسران مدینہ پہنچے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میرے خدا نے خسرو کو ہلاک کر دیا" افسر یمن کو لوٹ گئے وہاں جاکر معلوم ہوا کہ خسرو کے بیٹے شیرویہ نے باپ کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ یہ پیشن گوئی سچ پا کر یمن کا بادشاہ باذان مسلمان ہو گیا۔ کئی درباری اور رعایا مسلمان ہو گئی۔

(۹) ان خطوط کے علاوہ ثمامہ جو نجد کا حکمران تھا اسے خط ۶ھ میں بھیجا وہ مسلمان ہوا۔

(۱۰) جبلہ جو عرب کی مشہور سلطنت غسان کا حکمران تھا۔ ۷ھ میں مسلمان ہوا۔

(۱۱) فروہ بن عمرو خزاعی علاقہ شام پر قیصر کی طرف سے حکمران تھا۔ مسلمان ہوا۔ قیصر نے اسے اپنے روبرو کر کے حکم دیا کہ اپنا نیا دین چھوڑ دے۔ انہوں نے

انکار کیا۔ قیصر نے اسے قید کر دیا پھر قتل کروا دیا۔ اللہ کے بندے فردہ ﷜ نے دولت حکومت' عزت اور جان سب اسلام پر قربان کر دیں۔ دین کو باقی رکھا۔

حضور ﷺ نے جہاد بالقلم جاری فرمایا۔ آئمہ اور علماء کرام اس کو تلوم تحریر جاری رکھے ہوئے ہیں۔ جہاد بالقلم سے اسلام بہت پھیلا اور پھیل رہا ہے۔

۴ **جہاد بالسیف** حضور ﷺ نے تیرہ سال تک اہل مکہ کے ساتھ جہاد باللسان فرمایا۔ کچھ لوگ اس جہاد سے مسلمان ہوئے۔ اکثر نے آپ کی مخالفت کی اور ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اہل مکہ نے مزید اذیتیں پہنچائیں۔ معیشت کو متاثر کرنے کے لیے مدینہ کے تجارتی قافلوں پر پابندی عائد کر دی۔ اس طرح مسلمان مدینہ میں گھر کر رہ گئے۔ تجارت بند ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اب اپنے محبوب پر جہاد بالسیف فرض کیا۔ سب سے پہلے جنگ بدر ہوئی۔

جنگ بدر مقام بدر پر ہوئی۔ اللہ کا محبوب ﷺ لشکر طالوت کے برابر لشکر لیکر میدان میں آیا یعنی تین سو تیرہ نفوس جن کے پاس دو گھوڑے' ساٹھ یا ستر اونٹ تھے۔ ۱۷ رمضان ۲ ھ تھا کہ اہل مکہ اور لشکر اسلام میں مقابلہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو فتح دی۔ کفار کے ستر مشہور اور بہادر مارے گئے۔ اس میں ابو جہل بھی شامل تھا جو لشکر کو میدان میں لیکر آیا تھا۔ ستر مشہور آدمی قید ہوئے۔ چودہ سردار جو دارالندوہ میں حضور ﷺ کے قتل میں شریک تھے ان میں سے گیارہ قتل ہوئے۔ باقی تین بعد میں مسلمان ہوئے۔ اس جنگ میں قریش مکہ کا غرور ٹوٹ گیا اور شکست فاش کھائی جبکہ ان کے پاس ہر قسم کا جنگی سازو سامان تھا۔

جنگ احد جنگ بدر کا بدلہ لینے کے لیے اگلے سال ابو سفیان پانچ ہزار بہادروں کا جتھا لیکر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ اب ان کے پاس بہت زیادہ سامان جنگ اور کھانے پینے کا سامان تھا۔ تین ہزار شتر سوار' دو سو گھوڑ سوار اور سات سو زرہ پوش پیادہ تھے۔ نبی ﷺ کو ان کی آمد کی خبر ہوئی تو ایک ہزار مردان کو لیکر احد کے مقام پر آئے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول دغابازی کر کے تین سو اشخاص کو واپس لے گیا۔ اب ۷۰۰ مسلمان رہ

گئے۔ اب جو مقابلہ ہوا تو مسلمان لشکر نے کفار کو شکست دیدی اور ۱۲ مشہور علمبردار قتل کر دیئے جن میں ۸ کو حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم نے قتل کیا۔ لیکن چند لمحات بعد واقعہ یوں ہوا کہ حضور ﷺ نے جن تیر اندازوں کو ایک درہ پر متعین فرمایا تھا وہ فتح پاتے ہی درہ چھوڑ بیٹھے حالانکہ حضور ﷺ نے انہیں فرمایا تھا کہ درہ کسی حالت میں نہیں چھوڑنا۔ چالاک دشمن موقعہ کی تلاش میں تھا۔ درہ خالی دیکھ کر اور مسلمانوں کو بے خبر پا کر اوپر سے حملہ کر دیا۔ مسلمان سنبھل نہ سکے۔ مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔ نبی ﷺ کے پاس صرف بارہ صحابی موجود رہے باقی ادھر ادھر ہو گئے۔ بارہ صحابہ یہ تھے۔ ابوبکر، عمر، علی، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن وقاص، طلحہ بن عبداللہ، زبیر ابن عوام، ابوعبیدہ بن جراح وغیرہ۔ دشمن نے حضور ﷺ پر پتھر پھینکے ابن قمیہ کے پتھر سے حضور ﷺ کی پیشانی، ابن ہشام کے پتھر سے حضور کا بازو، عتبہ کے پتھر سے حضور ﷺ کے چار دانت شہید ہو گئے۔ حضور ایک غار میں گر گئے۔ شیطان نے خبر مشہور کر دی کہ حضور شہید ہو گئے۔ یہ خبر عام پھیل گئی۔ مدینہ پاک سے پاک خواتین بھاگی آئیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آ کر حضور کے زخم دھوئے۔ اس طرح جنگ میں ستر صحابی شہد ہوئے۔ اسی جنگ میں مبلغ اسلام مصعب بن عمیر اور حضور ﷺ کے چچا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

اس جنگ میں بعض صحابہ نے اپنی شجاعت اور مردانگی کے خوب جوہر دکھائے۔ حضرت عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ نے جان دیتے وقت اپنے رخسار حضور ﷺ کے تلووں سے لگا دیئے۔ ابو دجانہ، **حنظلہ** (غسیل الملئکہ) طلحہ اور علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہم کی بے نظیر شجاعت کمال استقامت اور جانبازی کے نہایت شاندار واقعات اس جنگ میں ظہور پذیر ہوئے۔ حضرت طلحہ نے حضور ﷺ کی طرف ہر آنے والا تیر اپنے ہاتھ پر روکا یہ ہاتھ ہمیشہ کے لیے شل ہو گیا۔ حضرت علی المرتضٰی کا سارا جسم تیروں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ گویا اس جنگ کے بہت واقعات ہیں کتب سیر میں دیکھنے چاہئیں۔

جنگ خندق یا غزوۂ احزاب حیی بن اخطب جو یہود بنی نضیر میں بہت بڑا مفسد انسان تھا۔ پہلے مدینہ میں رہتا تھا۔ حضور ﷺ نے جب یہود کو جلا وطن کر دیا اور یہود

خیبر میں مکین ہو گئے۔ ان لوگوں کے دلوں میں حسد کی آگ سلگ رہی تھی۔ لہٰذا یہی مفسد بیس یہودیوں کو لیکر مکہ گیا اور اہل مکہ کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔ اور اپنی مدد کا وعدہ کیا۔ ابوسفیان تو پہلے ہی مسلمان کے خلاف جنگ کا ارادہ کئے ہوئے تھا۔ لہٰذا چار ہزار مسلح آدمی لیکر مدینہ کی طرف چلا۔ اب اسے امید تھی کہ مسلمانوں کو بالکل ختم کر دے گا۔ جب ابوسفیان کی لشکر کشی کی اطلاع حضور ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ "عجم میں جب ایسی صورت ہوتی ہے کہ غنیم زبردست ہوتا ہے تو اہل شہر' شہر کے گرد خندق کھود کر دفاع کرتے ہیں۔ حضرت سلمان کی تدبیر کو تسلیم کر لیا گیا اور مدینہ کے گرد خندق کھودی جانے لگی۔ اسی لئے اس جنگ کو جنگ خندق کہتے ہیں۔ چونکہ ابوسفیان بہت سی جماعتوں کو جمع کر کے لایا تھا اور جماعت کو حزب کہتے ہیں اور اس کی جمع احزاب ہے اس لیے اس کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اسے جنگ احزاب ہی فرمایا ہے۔ تمام صحابہ نے خندق کھودنے میں حصہ لیا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَّعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ وَآلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ.

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۷۵) سیدنا صاحب البرکتہ ﷺ (۳۵۹ = ۱۷)

مہاجرین و انصار عشق و محبت اور محنت سے خندق کھودنے میں مصروف تھے۔ اسی دوران ایک صحابی حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی بھوک کا اظہار کرنے لگے اور عرض کیا "یا رسول اللہ بھوک کے سبب پیٹ پر پتھر باندھ رکھا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے پیارے صحابی کی تسلی کے لیے اپنے پیٹ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "میں نے تین پتھر باندھے ہوئے ہیں۔" اور میں نے تین دن سے کچھ نہیں کھایا" حضرت جابر انصاری نے حضور ﷺ کا یہ حال دیکھا تو چپکے سے گھر تشریف لے گئے اور اپنی بیوی سے حضور ﷺ کی بھوک کا حال بیان کر کے کہا کہ کیا کچھ کھانے کو ہے تاکہ میں حضور ﷺ کی دعوت کروں" بیوی نے کہا "ایک صاع (ساڑھے چار سیر یا تقریبا چار سیر) جو کا آٹا ہے اسے خمیر کر کے پکا لیتی ہوں۔ آپ حضور ﷺ کو گھر تشریف لانے کی دعوت دیں" حضرت جابر گئے اور حضور ﷺ سے راز داری کے لہجہ میں عرض کیا "یا رسول اللہ ! ہمارے پاس تھوڑا سا آٹا تھا ہم نے آپ ﷺ کے لیے پکایا ہے۔ آپ تشریف لے جا کر اپنی بھوک مٹائیں" حضور ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا " دوستو ! جابر نے تمہاری دعوت کا انتظام کیا ہے۔ جلدی چلو اور جابر سے فرمایا "اے جابر جب تک میں تمہارے گھر نہ پہنچ جاؤں۔ چولھا سے ہانڈی نہ اتاریں اور نہ ہی روٹی پکائیں" حضرت جابر پریشانی کے عالم میں گھر گئے اور اپنی بیوی سے کہا حضور ﷺ تمام اہل خندق کو ساتھ لئے تشریف لا رہے ہیں۔ اب کیا ہو گا" بیوی نے جواب دیا "آپ کو فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب حضور ﷺ سب کو لا رہے ہیں تو خود ہی سب کو کھلائیں گے" حضور ﷺ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا " ایک روٹی پکانے والی عورت اور بلا لو۔ گوشت کی ہنڈیا چولھے پر رہنے دو اور اس میں سے نکال نکال کر پیالوں میں ڈالتے رہو۔ آپ ﷺ نے ہنڈیا میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈال دیا۔ پھر خود کھلانا شروع کیا۔ ایک ہزار آدمی نے سیر ہو کر کھایا۔ پھر حضور ﷺ نے خود تناول فرمایا۔ گھر والوں کو کھلایا۔ ہنڈیا گوشت سے بھری رہی آٹا بھی جوں کا

توں رہا ذرا کم نہ ہوا اور ایک ہزار آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھانا بھی کھالیا۔ سبحان اللہ

(تواریخ حبیب الہ)

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دونوں جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

(مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی سیدنا ومولینا
محمد وعلی آل سیدنا ومولینا
محمد کما صلیت علی ابراہیم
وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید
اللھم بارک علی سیدنا ومولینا
محمد وعلی آل سیدنا ومولینا
محمد کما بارکت علی ابراہیم
وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید
السلام علیک ایھا النبی
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۷۶) سیدنا صاحب القوۃ ﷺ (۱۴۲=۷)

خندق کھودنے کے دوران ایک ایسا مضبوط پتھر آیا کہ صحابہ نے اسے توڑنے کی بہت کوشش کی لیکن ذرا بھی نہ ٹوٹ سکا۔ حضور ﷺ تشریف لائے اور کدال کی ایک ضرب لگائی پتھر کا تہائی حصہ ٹوٹ گیا اور ضرب لگانے سے ایک ایسی چمک پیدا ہوئی جس کی روشنی میں آپ نے ملک شام کے محلات کو دیکھ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا " **اللہ اکبر۔ اللہ تعالیٰ نے ملک شام مجھے عطا فرما دیا"**

دوسری ضرب جو لگائی پتھر ٹوٹا اور چمک پیدا ہوئی تو فارس کے محلات نظر آئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا **اللہ اکبر خدا تعالیٰ نے مجھے ملک ایران بھی عطا فرما دیا"**

تیسری بار جو ضرب لگائی تو پتھر پاش پاش ہو گیا اور چمک پیدا ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا **"اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ نے مجھے ملک یمن بھی عطا فرما دیا"**

ملک یمن تو حضور ﷺ کی ظاہرہ زندگی پاک میں ہی اہل اسلام کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ ملک فارس اور ملک شام پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جہاد شروع ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ دونوں ملک زیر خلافت آ گئے تھے۔

ابوسفیان بڑا خوش تھا کہ اس مرتبہ مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا لیکن جب وہ مدینہ کے قریب پہنچا تو حضور ﷺ کی جنگی تدبیر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ عرب لوگوں نے کبھی ایسا خیال بھی نہ کیا تھا کہ خندق کے ذریعہ سے دفاع کیا جا سکتا ہے۔ غار کی دوسری جانب ان لوگوں نے خیمے گاڑ لیے۔

اس غزوۂ میں حضور ﷺ کی نماز عصر قضاء ہو گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کافروں کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے جس طرح انہوں نے ہمیں نماز وسطی سے باز رکھا۔

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمه

(۷۷) سیدنا صاحب السیف ﷺ (۲۸۲ = ۱۲)

کتب سابقہ میں آپ ﷺ کے اوصاف میں صاحب السیف بھی صفت موجود ہے کیونکہ مدنی زندگی میں آپ ﷺ کو جہاد و قتال کا حکم دیا گیا۔ لہٰذا آپ ﷺ کے پاس ہمہ وقت تلوار رہتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا "میں تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں تاکہ شرک کو ختم کر دوں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ہر شخص سے کراؤں۔ (حاشیہ دلائل الخیرات بحوالہ زرقانی)

حضور ﷺ کے پاس ایک تلوار تھی جس کا نام ذوالفقار تھا۔ (مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والی)

ایک شخص بڑا شجاع اور پہلوان مانا جاتا تھا۔ لوگ اسے ایک ہزار آدمیوں کے برابر تصور کرتے تھے۔ اس کا نام عمرو بن عبدود تھا۔ یہ شخص ابوجہل کی معیت میں جنگ بدر میں بھی آیا تھا اور زخمی ہو کر گیا تھا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ جب تک میں محمد (ﷺ) سے بدلہ نہ لے لوں سر میں تیل نہ ڈالوں گا۔ اس مرتبہ ابوسفیان کے ساتھ انتقامی جذبہ لیکر آیا۔ اس نے خندق کو ایک طرف سے تنگ دیکھا تو ادھر سے مسلمانوں کی صفوں میں گھس آیا اور مبارز طلب کی۔ حضور ﷺ نے **حیدر کرار صاحب ذوالفقار اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب** کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو اس لعین کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ پہلے وہ ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا کہ تم ابھی نوجوان ہو کم عمر ہو مجھ سے کیا لڑو گے۔ تمہارا باپ ابو طالب میرا دوست تھا میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے فی الفور تمہیں قتل کر دوں۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ اس پر جھپٹ پڑے۔ دونوں طرف سے تلواریں بھڑنے لگیں۔ عمرو نے اپنے زور سے تلوار ماری کہ اسد اللہ کی سپر کٹ گئی اور سر مبارک ذرا سا متاثر ہوا۔ اب آپ رضی اللہ عنہ نے شیر کی طرح بپھر کر جو اس کے تلوار ماری تو اس کا سر تن سے جدا ہو کر دور جا گرا۔ پہلے لشکر اسلام پریشان تھا۔ جب اسد اللہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا تو لشکر اسلام میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ آسمان کے فرشتے

حضور ﷺ کو مبارک دینے کے لیے نیچے آ گئے اور پکارنے لگے

لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار

کفار کی عمرو کے قتل سے کمر ٹوٹ گئی کیونکہ ان کا بہت بڑا بہادر جنگجو ایک نوجوان کے ہاتھوں بری طرح مارا گیا۔ یہ تلوار حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ کے پاس ہمیشہ رہی اس لیے آپ کو صاحب ذوالفقار کہتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا
مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا
مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا
مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا
مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ
وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمه

(۷۸) سیدنا صاحب الحرب ﷺ (۹=۳۴۲)

(کافروں کے خلاف جنگ و جدال کرنے والے نبی)

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ حضور ﷺ پر جہاد فرض کیا گیا تاکہ زمین سے شرک کو دور کریں۔ اسی لیے حضور ﷺ نے کفار سے لڑائیاں لڑیں۔ لڑائی میں تدبیر جائز ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا **الحرب خدعته** (لڑائی ایک تدبیر ہے) اسی غزوہ خندق میں **مکروا و مکر اللّٰہ و اللّٰہ خیرالماکرین** ○ (انہوں نے فریب کیا اور اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ تعالیٰ مکر کرنے والوں سے بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے) کی عملی تفسیریوں کھل کر سامنے آئی کہ قبیلہ غطفان کا ایک شخص نعیم بن مسعود حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ اور عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو میں یہودیوں اور کفار مکہ کے درمیان ایک تدبیر سے تفریق ڈال سکتا ہوں کیونکہ دونوں فریقوں کو میرے اسلام کی خبر نہیں دونوں ہی مجھ پر اعتبار و اعتماد کرتے ہیں۔ انشاء اللہ میری بات کا ان پر اثر ہو گا۔ حضور ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی۔

نعیم پہلے قبیلہ بنو **قریظه** میں گئے۔ ان سے پراعتماد باتیں کیں۔ نعیم نے بنی **قریظه** کے سربراہ سے کہا "تم نے جو قریش اور قبیلہ غطفان سے مدد اور دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور محمد (ﷺ) سے نقض عہد کیا تمہارے لیے بہتر نہیں۔" "فرض کیا جیسا کہ تمہیں قریش نے دلاسا دیا ہے کہ ہم محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کو ختم کر دیں گے۔ (نعوذ باللہ) اور وہ ایسا نہ کر سکیں اور اپنے عہد سے پھر جائیں اور واپس مکہ کو چلے جائیں تو محمد (ﷺ) تمہیں ختم کر دیں گے اور تم میں ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ ہو گی۔ بنی **قریظه** والوں نے کہا "اب کیا تدبیر ہو سکتی ہے۔" نعیم نے جواب دیا" اب ایک ہی تدبیر کار آمد ہو سکتی ہے کہ تم غطفان اور قریش کے پاس آدمی بھیجو کہ وہ تمہیں اپنے سرداروں میں سے دو تین سردار تمہارے پاس بھیجیں وہ سردار تمہارے ہی پاس موجود رہیں۔ اس طرح وہ اپنے سرداروں کی خاطر مسلمانوں سے ضرور لڑیں گے

اور تمہاری مدد کریں گے۔ اگر قریش اور غطفان تمہاری بات تسلیم کر لیں تو سمجھنا چاہیے کہ وہ تمہارے خیر خواہ ہیں ورنہ وہ تمہیں دھوکہ دے کر مروانا چاہتے ہیں۔ بنی **قریظہ** نے حضرت نعیم کی بات کو تسلیم کر لیا۔

حضرت نعیم ان سے فارغ ہو کر قریش اور غطفان کے پاس گئے اور کہا "بنی **قریظہ** دل سے تمہارے ساتھ نہیں۔ وہ (حضرت) محمد (ﷺ) سے مل چکے ہیں۔ وہ عنقریب مکر و فریب سے تمہارے چند سردار (حضرت) محمد (ﷺ) کے کہنے سے طلب کر کے مسلمانوں کے حوالہ کریں گے اور انہیں مطمئن کریں گے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ مسلمان تمہارے سرداروں کو قتل کر دیں گے۔ اگر بنی **قریظہ** تم سے آدمی طلب کریں تم انہیں ہرگز اپنے آدمی نہ دینا۔ قریش اور غطفان نے یہ خبر سن کر حضرت نعیم کو اپنا محسن تسلیم کیا۔ حضرت نعیم وہاں سے اٹھ کر چلے آئے۔

حضرت نعیم کے چلے آنے کے بعد قریش نے بنی **قریظہ** کو پیغام بھیجا کہ ہم تو کتنے ہی دنوں سے یہاں سردی میں پڑے ہیں تم کوئی مدد بھیجو تاکہ مسلمانوں پر یکبارگی حملہ کریں۔ اس کے جواب نے بنی قریظہ نے قریش و غطفان سے سردار طلب کئے اور قریش نے جان لیا کہ نعیم کی بات واقعی درست تھی بنو **قریظہ** ہماری مدد نہیں کریں گے وہ مسلمانوں سے گٹھ جوڑ کر چکے ہیں۔ اس طرح بنی **قریظہ** اور قریش میں بگاڑ پیدا ہو گیا۔ **الحرب خدعتہ** کے مطابق حضور ﷺ کے حکم سے نعیم رضی اللہ عنہ نے کام کیا۔ لڑائی میں ایسا فریب اور جھوٹ گناہ نہیں بلکہ عین ثواب ہے۔ ہاں اگر کافر اور دشمن سے عہد کیا ہوا ہے تو اس کا توڑنا اور خلاف عہد کرنا درست اور جائز نہیں۔

(تواریخ حبیب اللہ)

صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا۔

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۷۹) سیدنا مکین ﷺ (۳:۳۰)

(مرتبہ' رعب اور دبدبے والے)

حضور ﷺ کے رعب کا یہ حال تھا کہ دشمن آپ ﷺ سے کانپتے تھے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا کہ دشمن ایک ماہ کی مسافت پر بھی ہوتا تو اس پر رعب سے فتح پاتے اور وہ مغلوب ہو جاتا۔

(سیرت رسول عربی از علامہ توکلی)

جنگ خندق میں بھی ایسا ہی معاملہ پیش آیا کہ جب ابو سفیان نے دیکھا کہ ایک ماہ کا عرصہ ہوا سوائے اس کے کہ سردی میں ٹھٹھر رہے ہیں۔ بھوک اور پیاس سے مر رہے ہیں۔ تو اس پر حضور ﷺ کا اللہ تعالیٰ نے رعب ڈالا کہ سردی شدت پکڑ گئی۔ بنو **قریظہ** کی طرف سے ابوسفیان کا دل ٹوٹ گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ایک رات ایسی تند اور تیز ہوا بھیجی جس سے خیموں کی رسیاں ٹوٹ گئیں۔ ہانڈیاں الٹ گئیں۔ گھوڑوں نے لشکر میں اودھم مچا دیا۔ حضور ﷺ نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو قریش کی خبر لانے کے لیے بھیجا اور ان کے لئے سردی سے محفوظ رہنے کی دعا فرمائی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "مجھے سردی کی مطلقاً" خبر نہ ہوئی۔ میں ابو سفیان کے خیمہ کے نزدیک چلا گیا وہ اکیلا آگ تاپ رہا تھا۔ میرے جی میں آیا کہ اسے قتل کر دوں لیکن مجھے ایسا کرنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا تھا۔ ابو سفیان نے اہل لشکر سے کہا کہ ہم لوگ اس میدان میں سردی میں پڑے ہیں۔ ہوا تیز اور سرد ہے۔ بنو **قریظہ** اپنے عہد سے پھر گئے ہیں اور بیوفائی کی ہے اب یہاں ٹھہرنا درست نہیں لہٰذا اس نے لشکر کو کوچ کا حکم دیدیا۔ ابو سفیان حضور ﷺ کے رعب سے اتنا بوکھلا گیا کہ اونٹ پر سوار ہوا اور چابک پر چابک مارنے لگا۔ اسے اتنا بھی ہوش نہ تھا کہ اونٹ رسی سے بندھا ہوا ہے۔ آخر اس نے رسی کھولی اور لشکر کو لے کر روانہ ہوا۔ حضرت حذیفہ نے یہ ساری خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی۔

الله تعالیٰ نے اس غزوہ کے حالات کا ذکر قرآن مجید کی سورہ احزاب میں یوں فرمایا- یا یھا الذین امنوا اذکروا نعمته اللّٰه علیکم اذا جاء تکم جنود فارسلنا علیھم ریحاوّ جنودا لم تردھا وکان الله بما تعملون بصیرا
(۹:۳۳)

(اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو- جب تم پر کچھ لشکر آئے- تو ہم نے ان پر آندھی اور لشکر بھیجے- (فرشتوں کے) جو تمہیں نظر نہ آئے اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے)



اللهم صل وسلم وبارک علی من اسمه

(۸۰) سیدنا کاشف الکرب ﷺ (۶۵۴ = ۱۵)

(غم اور مصائب کو دور کرنے والے)

بعض مسلمان اس فکر میں تھے کہ اہل قریش کیا اس طرح پریشان کرتے رہیں گے۔ غائب جاننے والے نبی نے قریش اور غطفان کے چلے جانے کے بعد مسلمانوں کو اس غم سے نجات کی خوشخبری سنائی کہ آئندہ قریش تمہیں غم میں مبتلا کریں گے اور نہ ہی کسی مصیبت کا باعث بنیں گے فرمایا۔

الان نغزوهم ولا يغزوننا

(اب ہم ہی ان پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر چڑھائی کر کے نہ آئیں گے)

لہذا آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق ہی ہوا۔ جنگ خندق کے بعد قریش مدینہ کی طرف چڑھائی کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔ حضور ﷺ نے ہر موقع پر اپنے اصحاب کے غم کو غلط کیا اور مصائب سے بچایا۔ الحمد للہ قیامت تک کے مسلمانوں کے غم اور مصائب کو دور کرنے والے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کاشف الغم اور کاشف الکرب ہیں۔

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلهم



اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمه

(۸۱) سیدنا صاحب السلطان ﷺ (۲۸۲ = ۱۲)

(غلبہ حاصل کرنے والے)

حضور ﷺ غزوہ خندق (احزاب) سے فارغ ہو کر گھر تشریف فرما ہوئے۔ ہتھیار اتار کر آپ ﷺ غسل فرما رہے تھے کہ حضرت جبریل امین تشریف لائے اور عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے ہتھیار کھول دیئے ہیں اور ہم نے ابھی تک نہیں کھولے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بنی **قریظہ** کا خاتمہ کیا جائے اور مدینہ کو یہودیوں سے پاک کر دیا جائے یعنی مدینہ پاک پر آپ ﷺ کا مکمل قبضہ اور غلبہ ہو جائے"

اللہ تعالیٰ کا حکم آنے پر حضور ﷺ نے اسلامی لشکر کو بنی قریظہ کی طرف جانے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ نماز عصر بنی **قریظہ** کے محلّہ میں جا کر پڑھو۔

اجتہاد! لشکر محلّہ بنی **قریظہ** میں ابھی نہ پہنچا تھا کہ سورج غروب کے قریب ہوا۔ بعض مسلمانوں نے نماز پڑھ لی ان کا نظریہ یہ تھا کہ حضور ﷺ نے جو حکم دیا کہ وہاں جا کر نماز پڑھو اس میں جلدی جانے کا حکم ہے۔ دوسرے لوگوں نے نماز نہ پڑھی اور محلّہ بنی قریظہ میں جا کر قضا پڑھی اس کا نظریہ یہ تھا کہ حضور ﷺ نے محلّہ میں پڑھنے کا حکم دیا۔ جب یہ امر حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے کسی جماعت پر بھی عتاب نہ فرمایا بلکہ دونوں کو صحیح قرار دیا (ف) معلوم ہوا خطائے اجتہادی میں مواخذہ نہیں ہوتا۔ لیکن اجتہاد صاحب علم ہی کر سکتا ہے۔ عام مسلمانوں کو اجتہاد کی اجازت نہیں ہے۔

بہرحال اسلامی لشکر نے بنی **قریظہ** کا محاصرہ کر لیا۔ بنی **قریظہ** محاصرہ سے تنگ آ گئے۔

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۸۴) سیدنا مقیل العثرات ﷺ (۱۴:۴۳۸۴)

(خطاؤں سے درگز کرنے والے)

بنی **قریظہ** کا قبیلہ اوس کے سردار حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ سے ایک معاہدہ ہو چکا تھا۔ اسی معاہدہ کے تحت بنی **قریظہ** نے محاصرہ سے آزاد ہونے کے لیے مشورہ کیا کہ ہم قلعہ سے باہر آ جاتے ہیں رسول اللہ ﷺ جو حکم دیں گے ہمیں منظور ہو گا۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن یہ لفظ کہتے ہوئے اپنے گلے پر انگلی رکھی جس کا مطلب یہ تھا کہ حضور ﷺ قتل کا حکم دیں گے۔ پھر معاً خیال آیا کہ میں نے کتنی بڑی غلطی کی اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی کہ راز فاش کر دیا۔ یہ سوچ کر مسجد میں آئے اور اپنے آپ کو ستون سے باندھ لیا کہ جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہ کرے گا میں خود کو ستون سے باندھے رکھوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ پندرہ دن تک بندھے رہے۔ ان کی لڑکی انہیں کھانا دے جاتی تھی اور حوائج ضروریہ کے لیے کھول دیتی تھی۔ جب حضور ﷺ کو ابو لبابہ کے بندھنے کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ابو لبابہ میرے پاس آ جاتے۔ میں ان کے لیے استغفار کرتا اور ان کی خطا سے در گزر کرتا۔

اب جبکہ ابو لبابہ نے خود کو ستون سے باندھ لیا ہے تو جب اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا تو اسے کھولوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے پندرہ دن بعد ان کی معافی کا حکم فرمایا۔ اس وقت حضور ﷺ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ پاک میں تھے وقت سحر یہ حکم نازل ہوا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کو پکار کر خبر دی۔ لوگ انہیں کھولنے کے لیے بھاگے آئے لیکن انہوں نے کہا کہ مجھے تو حضور ﷺ ہی کھولیں گے لہٰذا جب آپ ﷺ فجر کی نماز پڑھنے کے لیے نکلے تو انہیں اپنے دست مبارک سے کھولا۔ اس ستون کو جہاں حضرت ابولبابہ بندھے تھے۔ ستون توبہ کہتے ہیں۔ حضور ﷺ اکثر اسی جگہ نماز پڑھا کرتے تھے۔

گزشتہ سے پیوستہ

بنی **قریظہ** نے گھبرا کر درخواست کی کہ ہم قلعہ سے باہر آ جاتے ہیں سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) جو ہمارے لیے حکم کریں ہمیں قبول ہو گا۔ حضرت سعد نے حکم دیا کہ ان کے مردوں کو قتل کیا جائے۔ عورتوں اور لڑکوں کو غلام بنایا۔ لہٰذا چار سو یہودی قتل کیے گئے۔ عورتوں اور لڑکوں کو غلام بنایا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اے سعد تم نے وحی کے مطابق حکم جاری کیا۔ اس طرح مدینہ پر حضور کا مکمل غلبہ ہو گیا بعد میں سارے عرب پر غلبہ ہوا۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۸۳) سیدنا شاف ﷺ (۱۴:۳۸۱)

(صحت بخشنے والے)

حضور ﷺ بیمار پر ہاتھ پھیرتے تو بیمار شفا یاب ہو جاتا جنگ میں ایک صحابی کا بازو ٹوٹ گیا وہ آپ ﷺ کے پاس آیا فریاد کی حضور ﷺ نے ہڈی جوڑ کر لعاب دہن لگایا تو ایسے ہو گیا گویا بازو ٹوٹا ہی نہ تھا۔ جنگ خیبر کے موقعہ پر مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھتی تھیں آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اسی وقت آشوب چشم جاتا رہا بلکہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کی بینائی تو کم ہوتی ہے اور میری آنکھوں کی بینائی تیز ہوتی جاتی ہے۔

یہی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جنہوں نے بنی **قریظہ** کے مردوں کے قتل کا حکم دیا۔ جنگ خندق میں ان کے ہاتھ کی رگ پر تیر لگا تھا۔ اور خون بند نہیں ہوتا تھا۔ انہوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اگر قریش سے مسلمانوں کی لڑائی باقی ہے تو مجھے تندرستی عطا فرما کہ میدان جنگ میں قریش سے لڑوں ورنہ اسی تیر کے زخم سے مجھے شہادت عطا فرما لیکن اتنی مہلت دے کہ بنی **قریظہ** کی بدعہدی کی سزا دیکھ لوں۔ حضور ﷺ کی برکت سے خون فوراً بند ہو گیا۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
مَّعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَاٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(٨٤) سیدنا صادق الوعد ﷺ (٣٠٦=٩)

(وعدے کے سچے)

حضور ﷺ نے صحابہ سے ایک خواب بیان فرمایا۔ "میں مکہ معظمہ گیا اور عمرہ کیا" صحابہ کو اس خواب سے تذویق و تشویق کعبہ و مکہ معظمہ پیدا ہوئی کیونکہ وہ اپنے پیدائشی شہر کو دیکھنا چاہتے تھے۔ عرب کی یہ عادت تھی کہ اپنا پیدائشی شہر چھوڑ کر کہیں نہ جاتے تھے۔ سب صحابہ نے فوراً تیاری کر لی۔ حضور ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہوئے۔ مکہ شریف کے قریب پہنچے تو اہل مکہ نے مکہ کا داخلہ بند کر دیا۔ آپ ﷺ کی ناقہ وہیں بیٹھ گئی صحابہ نے کہا "قصویٰ تو کبھی بیٹھی نہیں ہے۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ "یہ اللہ کے حکم سے بیٹھی ہے جس طرح اصحاب فیل کا محمود نامی ہاتھی بیٹھ گیا تھا۔" پھر حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا "الٰہی اہل مکہ خانہ کعبہ کی تعظیم کے لیے جو شرط قائم کریں گے۔ میں اس کا پابند ہوں گا۔" اتنا کہا اور اونٹنی کو اٹھنے کے لیے اشارہ کیا تو وہ اٹھ کر چل پڑی۔ آپ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر قیام کیا۔ حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام ہے۔ اہل مکہ نے جو شرائط پیش کیں۔ آپ ﷺ نے انہیں تسلیم کیا اور واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۸۵) سیدنا صاحب عین الماء النمیر ﷺ (۴۳۵ : ۱۴)

(صاف پانی کے چشمہ کے مالک)

حدیبیہ کنوئیں کا پانی کم ہوگیا اور نیچے اتر گیا۔ صحابہ نے حضور ﷺ سے پانی کی شکایت کی کہ پانی اصحاب کے پاس ختم ہوگیا ہے اور کنوئیں کا پانی بھی نیچے اتر گیا ہے۔ ہمارے پانی کے تمام برتن خالی ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "جس کے پاس بھی تھوڑا سا پانی ہو وہ لائے۔ ایک صحابی کے برتن میں تھوڑا سا پانی تھا وہ لیکر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک پانی کے برتن میں رکھا۔ آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے جوش مارنے لگے۔ تمام قافلے والوں نے پانی پیا۔ جانوروں کو پانی پلایا اپنے ظروف پانی سے بھر لئے لیکن برتن میں اسی قدر پانی موجود رہا۔ حضرت جابر ؓ اس حدیث کے راوی ہیں لوگوں نے ان سے پوچھا کہ قافلہ میں کس قدر آدمی تھے تو انہوں نے فرمایا۔ "ایک لاکھ نفوس ہوتے تو ان کے لیے پانی کافی تھا۔ ہم تو پندرہ سو نفوس تھے۔

(تواریخ حبیب الٰہ)

ایک روایت میں ۱۴۰۰ آدمی بھی آیا ہے۔

اللھم صل علی من تفجر من بین اصابعہ الماء النمیر

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا۔

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمه

(۸۶) سیدنا فاتح ﷺ (۴۸۹ = ۲۱)

حضور ﷺ نے دوران قیام مقام حدیبیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ **معظمہ** بھیجا تاکہ قریش سے بات چیت کریں۔ جب حضرت عثمان مکہ معظمہ شہر میں گئے تو یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے۔ حضور ﷺ نے تمام صحابہ سے جن کی تعداد ۱۴۰۰ یا ۱۵۰۰ تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قصاص پر بیعت لی۔ اس کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ اللہ تعالی نے ان تمام صحابہ سے اپنی رضا کا قرآن مجید میں اعلان فرمایا۔ حضور ﷺ نے ان صحابہ کی شان میں فرمایا۔ "یہ لوگ روئے زمین کے تمام لوگوں سے افضل ہیں" جب اہل مکہ کو اس بیعت کا حال معلوم ہوا تو وہ خوفزدہ ہوئے اور سہیل بن عمرو کو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں صلح کے لیے بھیجا۔ صلح میں جو شرائط طے پائیں ان میں سے چند یہ تھیں۔

(۱) اب مسلمان عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آئیں لیکن تلوار کے علاوہ کوئی ہتھیار ہمراہ نہ لائیں۔ تلواریں ننگی نہ ہوں۔

(نوٹ) عرب تلوار کو ہتھیار جنگ نہ سمجھتے تھے۔ اپنے دفاع کے لیے ہر عرب اپنے پاس تلوار رکھا کرتا تھا۔

(۲) تین دن سے زیادہ مکہ شریف میں قیام نہ کریں۔

(۳) دس سال جنگ نہ ہو گی۔ جو قبیلے مسلمانوں سے ملنا چاہیں وہ ان سے مل سکتے ہیں اور جو قریش سے ملنا چاہیں ان سے مل جائیں۔

اس شرط کے مطابق بنی خزاعہ حضور ﷺ سے ملے گئے بنی بکر قریش کی طرف ہو گئے۔

(۴) جو شخص قریش سے مسلمان ہو کر مدینہ جائے گا' قریش کی طلب پر اسے واپس کر دیا جائے گا اور جو شخص مرتد ہو کر مدینے سے مکہ آئے گا قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔

یہ تمام شرائط اگرچہ مسلمانوں کے خلاف معلوم ہوتی تھیں۔ لیکن حقیقتاً اس میں حکمتیں تھیں۔ ان شرائط سے حضرت عمر فاروق بہت سٹپٹائے اور غصے کی حالت

میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

عمر فاروق — یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ اللہ کے رسول نہیں؟

رسول اللہ — بیشک میں اللہ کا رسول ہوں۔

عمر فاروق — کیا ہم حق پر نہیں؟ اور دشمن باطل پر نہیں۔

رسول اللہ — کیوں نہیں۔ بیشک ہم حق پر ہیں۔ اور دشمن باطل پر ہے۔

عمر فاروق — پھر ہم دب کر صلح کیوں کریں۔

رسول اللہ — میں اللہ کا رسول ہوں وحی الٰہی کے مطابق کام کرتا ہوں۔

عمر فاروق — آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہم خانہ کعبہ پہنچ کر طواف کریں گے۔

رسول اللہ — میں نے کب کہا تھا کہ امسال ہی طواف کریں گے۔ کیا ایسا کہا تھا۔

عمر فاروق — نہیں

رسول اللہ — ہم انشاء اللہ آئندہ سال کعبے کا طواف کریں گے۔

عمر فاروق — آخری شرط ہمارے لیے بڑی ذلت کا باعث ہے کہ ہم تو ادھر سے آئے ہوئے مسلمانوں کو واپس کر دیں۔ لیکن وہ ہماری طرف سے گئے ہوئے شخص واپس نہ کریں۔ آپ ﷺ ایسی شرط پر بھی راضی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے مسکرا کر فرمایا۔ ''ہماری طرف سے جو شخص مرتد ہو کر قریش سے جا ملے بھلا ہمارے کس کام کا ہے اسے واپس لینے میں ہمیں کیا نفع ہے۔ جس مسلمان کو ہم واپس کریں گے اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہتر سامان پیدا فرما دے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ان سے گفتگو کی تو بعینہٖ وہی جوابات ملے۔ جو حضور ﷺ نے ارشاد فرمائے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے صلحنامہ لکھا۔ صلح نامہ لکھنے پر بھی کفار نے دو ایک اعتراض کیے۔ مثلاً جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تو کفار قریش نے کہا ہم رحمن و رحیم کو نہیں جانتے باسمک اللھم لکھو۔ حضور ﷺ نے کفار قریش کے نمائندہ سہیل کے اعتراض پر ایسا ہی لکھوا دیا۔ پھر جب لکھا کہ صلح نامہ محمد رسول اللہ اور قریش کے مابین ہے تو سہیل نے

پھر اعتراض کیا کہ اگر ہم محمد (ﷺ) کو رسول اللہ مانتے ہوتے تو پھر جھگڑا کیا رہ جاتا ہے۔ محمد بن عبداللہ لکھو حضور ﷺ نے اپنے کاتب سے فرمایا ایسا ہی لکھ دو لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا میں آپ ﷺ کے نام سے رسول اللہ کا جملہ محو نہیں کر سکتا۔ حضور ﷺ نے خود رسول اللہ محو کر کے ابن عبدا اللہ لکھ دیا۔ صلحنامہ مکمل ہو گیا۔ آپ ﷺ امی تھے لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ اس موقع پر آپ ﷺ کا محو کرنا اور لکھنا ایک معجزہ کی بنا پر تھا۔

صلح نامہ لکھے جانے کے بعد حضور ﷺ نے قربانی اور حلق کا حکم دیا اور مدینہ شریف کی طرف کوچ کیا۔ راستے میں جاتے ہوئے سورۃ فتح نازل ہوئی۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ اور فتح خیبر کی بشارت دی۔ جن صحابہ نے بیعت کی ان سے رضا مندی کا اظہار فرمایا۔ حضور ﷺ نے کمال خوشی سے خوش الحانی کے ساتھ اس سورۃ کو تلاوت کیا۔ اب صحابہ کو اطمینان ہوا۔ اس سفر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے ہمراہ تھیں۔

شرائط کی حکمتیں ظاہر ہوئیں سہیل بن عمر بانی صلح من جانب قریش کا بیٹا ابو جندل مسلمان ہو گیا تھا۔ اس کے باپ نے اسے باندھ رکھا تھا۔ وہ بھاگ کر لشکر اسلام میں حدیبیہ آ گیا۔ ادھر صلح نامہ لکھا جا رہا تھا۔ سہیل نے اپنے بیٹے کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ حضور ﷺ نے اسے واپس کر دیا۔ اس کا واپس جانا صحابہ پر بہت شاق گزرا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی سبیل پیدا کرے گا۔ یہ شرط کہ مسلمان کو قریش کے حوالہ کیا جائے گا۔ ایک عجب رنگ لائی۔ اس واقعہ کے بعد حضرت ابو بصیر مسلمان ہو کر مدینے پہنچے۔ قریش نے انہیں واپس لانے کے لیے دو آدمی بھیجے۔ حضور ﷺ نے عہد نامہ کے مطابق انہیں واپس کر دیا۔ جب یہ لوگ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچ کر کھانے کے لیے بیٹھے تو حضرت ابو بصیر نے ان دونوں میں سے ایک کی تلوار کو دیکھ کر فرمایا۔ "تمہاری تلوار کتنی پیاری ہے ذرا مجھے دکھانا" اس نے جو دیکھنے کو دی تو حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے اسی کی تلوار سے اسی کو قتل کر دیا۔ دوسرے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو وہ بھاگتا ہوا مسجد نبوی میں جا پہنچا (ذوالحلیفہ مدینہ شریف سے چھ میل کے

فاصلے پر ہے) آپ ﷺ نے اس کافر کو دیکھ کر فرمایا۔ یہ شخص خائف معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کہا " ابو بصیر نے میرے ساتھی کو مار دیا ہے اور مجھے مارنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اتنے میں حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"عجب لڑائی کو بھڑکانے والا ہے۔ خوب ہوتا جو اس کا بھی کوئی مددگار ہوتا۔" آپ ﷺ کے فرمانے میں یہ حکمت تھی کہ یہ شخص بھاگ کر مکہ معظمہ چلا جائے اور وہاں جا کر یہ خبر دے اور ابو بصیر بھی کسی مقام پر چلیں جائیں اور مکہ کے مسلمان اس کے پاس جمع ہو جائیں۔ ان کا ایک وفد بن جائے۔ لہٰذا ایسا ہی ہوا دونوں ہی بھاگ نکلے ایک نے جا کر مکہ میں خبر دی دوسرے حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ اس جگہ قیام پذیر ہو گئے جدھر سے قریش کے قافلے گزرتے تھے۔ اب مکہ میں جو مسلمان تھے یا مسلمان ہوئے سب ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ جاتے۔ سہیل ابن عمرو کا لڑکا ابو جندل رضی اللہ عنہ وہاں جا پہنچے۔ ایک روایت کے مطابق تین سو آدمی وہاں جمع ہو گئے۔ ادھر سے جو بھی قریش کا قافلہ گزرتا یہ حضرات اسے لوٹ لیتے اور کفار کو جان سے مار دیتے۔ قریش بہت تنگ آ گئے اور انہوں نے حضور ﷺ سے کہلا بھیجا کہ ان لوگوں کو مدینے بلا لیجئے۔ ہم یہ شرط واپس لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے تمام حضرات کو مدینہ شریف بلا لیا۔ اس جماعت کے سردار حضرت ابوبصیر سب سے پہلے مدینہ شریف پہنچے لیکن اس وقت وہ نزع کی حالت میں تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ اور روح قفص عنصری سے پرواز کر گئی۔ لہٰذا ان کی تمنا پوری ہوئی۔ ہر مسلمان کی یہ تمنا ہونی چاہیے کہ حضور ﷺ کے قدموں میں پہنچ کر زندگی تمام ہو جائے۔

؎ سر بوقت اجل اپنا ان کے زیر پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

باقی تین سو مسلمان بھی مدینہ شریف پہنچ گئے اس طرح وہ حکمت شرط ظاہر ہوئی۔

فتح خیبر ازروئے عہد نامہ حدیبیہ مسلمان اہل مکہ کی شرارتوں سے محفوظ ہو گئے اب یہ فکر نہ تھی کہ اہل مکہ مدینہ پر حملہ کریں گے یا مسلمانوں کے خلاف محاذ بنائیں گے۔ مدینہ سے یہود نکل کر خیبر میں جا بسے تھے۔ وہ آئے دن شرارتیں کرتے رہتے تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں ان کی شرارتوں کی سزا دینے کے لیے خیبر پر چڑھائی کا حکم جاری کیا۔ مسلمان بذریعہ وحی فتح خیبر کی خبر اور کثرت سے مال غنیمت ملنے کا مژدہ پہلے ہی سن چکے تھے۔ بڑے شوق سے مسلمان غزوہ خیبر میں حصہ لینے کے لیے تیار ہو گئے۔ خیبر میں کئی قلعے تھے۔ کچھ فتح ہوئے کچھ فتح نہ ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے ایک شام فرمایا۔ "کل کو اسے علم دیا جائے گا جس کو اللہ اور اس کا رسول پسند کرتے ہیں اور ان سے راضی ہیں" تمام صحابہ ساری رات سجدے میں دعائیں مانگتے رہے کہ یہ نعمت ان کے حصہ میں آئے لیکن فجر کی نماز کے بعد آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو طلب کیا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ " وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں" فرمایا۔ "انہیں بلاؤ" آپ حاضر ہوئے حضور نے اپنا لعاب دہن حضرت شیر خدا کی چشم ہا میں ڈالا۔ شیر خدا صحت یاب ہو گئے۔ آپ نے علم شیر خدا کے ہاتھ میں دیا۔ آپ لشکر لیکر قلعہ پر حملہ آور ہوئے۔ قلعہ کا سردار مرحب مقابلہ پر آیا لیکن مارا گیا۔ آپ نے سات سردار یہود اور کئی شجاع قتل کئے۔ روایات میں ہے اس دن آپ کی سپر ٹوٹ گئی۔ آپ نے قلعہ کا دروازہ (کواڑ) اکھاڑ لیا اور اسے سپر کے طور پر سارا دن استعمال کیا۔ جہاد سے فراغت پر اسے پھینکا تو اسی (۸۰) بالشت دور جا کر گرا۔ وہ اتنا بھاری تھا کہ سات آدمی مل کر اسے ہلا نہ سکے۔ (تواریخ حبیب الٰہ)

خیبر فتح ہوا۔ اس کی فتح کا سہرا حیدر کرار کے ماتھے رہا۔

مرتضیٰ شیر حق اشجع الاشجعین
ساقی شیر و شربت پر لاکھوں سلام

یہود کا قتل عام ہوا باقی جو بچے انہیں جلا وطنی کا حکم ہوا۔ لیکن انہوں نے کہا "ہم اس زمین پر مزارع کی حیثیت سے کام کیا کریں گے" آپ نے ان کی اس بات کو اس شرط پر قبول کیا کہ ہم جب چاہیں گے تمہیں اس زمین سے بے دخل کر دیں گے۔

اس غزوہ میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ فتح خیبر کے بعد ہم نے خیبر میں پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں۔ اس سے پیشتر ہمیں گنتی کی کھجوریں ملا کرتی تھیں۔ اس قول سے حضور کے گھرانے کی معاشی حالت کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت صفیہ حرم نبی میں شامل ہوئیں صفیہ غنائم خیبر میں حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں۔ حضور ﷺ نے ان سے انہیں لے لیا اور آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ اب سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا امہات المومنین میں شامل ہو گئیں۔ حضور ﷺ نے ان کے رخسار پر ایک نیلا داغ دیکھا۔ پوچھا یہ کیسا داغ ہے۔ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا' جب آپ نے خیبر کا محاصرہ کر رکھا تھا تو میں نے خواب دیکھا کہ چاند میری بغل میں آیا ہے۔ میں نے یہ خواب اپنے شوہر کنانہ سے بیان کیا تو اس نے میرے رخسار پر زور سے طمانچہ مارا یہ داغ اسی کا اثر ہے۔ آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں۔

حضرت جعفر ابن ابو طالب کی آمد :۔ خیبر ہی میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ مع مہاجرین حبشہ سے تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے ان سے معانقہ کیا اور پیشانی کو چوما اور فرمایا

"میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہوئی ہے یا جعفر کے آنے کی خوشی ہوئی۔"

اسی غزوہ میں ایک یہودیہ نے جو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سلام بن مشکم کی بیوی تھی جس کا نام زینب بنت حارث تھا نے حضور ﷺ کی دعوت کی۔ گوشت میں زہر ڈال دیا۔ آپ ﷺ نے ایک لقمہ منہ میں ڈالا اور فرمایا "گوشت نے مجھ سے کہا کہ میں زہر آلود ہوں" ایک صحابی نے گوشت کا لقمہ کھا لیا ان کا انتقال ہو گیا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ اس عورت کو صحابی کے قصاص میں قتل کر دیا گیا۔

(ف) اسی غزوہ کے بعد گدھے کا گوشت حرام کیا گیا۔

متعہ کی حرمت :- صحیح بخاری میں ہے جو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ کی روایت ہے اسے ابو جعفر طوسی نے بھی بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے متعہ کو حرام فرما دیا۔ غزوہ روطاس میں مباح تھا۔ غزوۂ خیبر کے بعد قیامت تک کے لیے حرام کا حکم جاری فرمایا۔ (تواریخ حبیب الہ بحوالہ مسلم)

غزوہ خیبر کے ایک سال بعد حسب شرط معاہدہ حدیبیہ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کے ہمراہ عمرہ کیا۔ اسی دوران **حضرت میمونہ** بنت حارث رضی اللہ عنہا امہات المومنین میں شامل ہوئیں۔ آپ ﷺ نے مکہ معظمہ میں ولیمہ کر کے اہل مکہ کو بھی مدعو کرنا چاہا لیکن اہل مکہ نے کہا آپ حسب شرط مکہ میں تین دن سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے مدینہ کا قصد فرمایا۔

قریش کی عہد شکنی اور فتح مکہ :- فتح خیبر کے بعد مسلمانوں کو مجبوراً" و اضطراراً" رمضان المبارک ۸ ھ میں مکہ معظمہ پر فوج کشی کرنی پڑی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ٦ ھ میں جو مسلمانوں اور قریش کے مابین معاہدہ ہوا تھا اس میں ایک دفعہ یہ تھی۔ "دس سال تک جنگ نہ ہو گی۔ اس شرط پر جو قبیلے حضرت ﷺ سے ملنا پسند کریں ' مل جائیں جو قریش سے ملنا چاہیں ان کی جانب ہو جائیں۔ اس شرط کے موافق بنی خزاعہ حضور ﷺ سے مل گئے اور بنوبکر قریش سے مل گئے۔ معاہدہ کو ابھی دو برس بھی نہ ہوئے تھے کہ بنوبکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ قریش نے بنوبکر کو اسلحہ سے امداد دی۔ عکرمہ بن ابوجہل ' سہیل بن عمرو (جو معاہدہ کا سربراہ تھا) صفوان بن امیہ بھی نقاب پوش ہو کر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بنو خزاعہ پر حملہ آور ہوئے۔ بنو خزاعہ نے امان طلب کی اور بھاگ کر خانہ کعبہ میں پناہ لی لیکن ان ظالموں نے انہیں بے دریغ تہ تیغ کیا۔ یہ مظلوم خدا کا واسطہ دیتے رہے لیکن ظالم لا الہ الیوم (آج کوئی خدا نہیں) کہتے جاتے اور قتل کرتے جاتے۔ بنی خزاعہ کے چالیس آدمی جو کسی طرح جان بچانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ حضور ﷺ کے پاس مدینہ طیبہ پہنچے اور نظم میں داستان ظلم بیان کی۔ یا رسول اللہ ! قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی۔ انہوں نے اس مضبوط معاہدے کو جو آپ ﷺ سے کیا تھا توڑ ڈالا۔ ہمیں خشک گھاس کی طرح پامال کیا۔ وہ لوگ یہ

سمجھتے ہیں کہ ہماری مدد کو کوئی نہیں آئے گا۔ انہوں نے ہمیں ذلیل و قلیل خیال کیا اور ہمیں سوتوں کو جالیا۔ ہمیں رکوع و سجود میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

بنو خزاعہ کی یہ داستان ظلم عمرو بن سالم نے اشعار میں بیان کی۔ حضور ﷺ کو اس کی خبر بذریعہ الہام پہلے ہی ہو گئی تھی۔ بنو خزاعہ نے آپ ﷺ کو پکارا تھا۔ آپ ﷺ نے بلند آواز سے لبیک لبیک کہا۔ اس وقت حضور ﷺ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تھے۔ انہوں نے لبیک کی وجہ دریافت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا "قریش نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا ہے وہ مجھے پکار رہے ہیں۔ صبح کو آپ ﷺ نے یہ خبر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سنائی۔ سیدہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! قریش کی یہ جرات تو نہیں ہو سکتی کہ وہ معاہدہ توڑ دیں۔ اس خبر کے تین دن بعد مظلوموں نے آ کر خود اپنی بپت بیان کی۔ حضور ﷺ نے ظلم و ستم کی داستان سن کر مکہ پر چڑھائی کا خفیہ حکم صادر کر دیا۔

ابوسفیان اور اس کی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ایمان افروز گفتگو:

اس قتل و غارت کے بعد اہل مکہ کو خوف پیدا ہوا کہ مدینہ خبر پہنچے گی تو مسلمان مکہ پر فوج کشی کریں گے۔ اس معاملہ کو سلجھانے کے لیے اہل مکہ نے ابوسفیان کو حضور ﷺ کے پاس بھیجا۔ وہ مدینہ میں آ کر سیدھا اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو حضور ﷺ کی ازواج مطہرات سے تھیں کے پاس گیا۔ حضور ﷺ کا بستر بچھا ہوا تھا۔ اس نے بستر پر بیٹھنا چاہا تو حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بستر فوراً" لپیٹ دیا۔

ابوسفیان! تم نے بستر لپیٹ دیا اور مجھے بیٹھنے نہ دیا۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا: تم مشرک ہو نجاست شرک سے بھرے ہوئے ہو۔ یہ بستر سید الطاہرین ﷺ کا ہے۔ تم اس پر بیٹھنے کے اہل نہیں ہو۔

ابوسفیان: مجھ سے علیحدہ ہو کر تمہاری عادت بدل گئی ہے۔

ام المومنین: اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت بخشی۔ تو قوم کا سردار ہے' عقل مند کہلاتا ہے اور مسلمان نہیں ہوتا۔ پتھروں کو پوجتا ہے پھر دانائی کا دعویٰ کرتا ہے۔

ابوسفیان: تم میری بے عزتی کر رہی ہو۔ مجھے اپنے آباؤ اجداد کا مذہب چھوڑنے کے لیے کہتی ہو۔

ابوسفیان بیٹی سے ناراض ہو کر باہر نکلا۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں جاکر تجدید عہد کے بارے میں گفتگو کی۔ حضور خاموش رہے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر ابوسفیان حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا و عنہم کے پاس گیا۔ انہوں نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ظرافت:۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب کوئی جواب نہ دیا تو وہ سیدنا شیر خدا سے مخاطب ہوا۔ شیر خدا کے مزاج میں ظرافت تھی۔ انہوں نے فرمایا "تم ایسا کرو کہ مسجد نبوی میں جاؤ اور حضور ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہو "میں نے قریش کو امان دی" حضور تیری امان نہ توڑیں گے۔ تم قریش کے بڈھے سردار ہو" ابوسفیان نے کہا کہ اگر میں ایسا کہوں تو کیا ہمارے لیے بہتر ہو گا" شیر خدا نے فرمایا "یہ میں نہیں جانتا جو میری سمجھ میں آیا میں نے تجھے بتا دیا" ابوسفیان سیدھا مسجد میں گیا جو سنا تھا وہی کہہ دیا۔ حضور ﷺ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی۔ وہ سیدھا مکہ پہنچا اور سرداران مکہ کو ساری بات کہہ سنائی۔ سب لوگوں نے اسے لعن طعن کی۔ "بدھو میاں! نہ تو صلح کی خبر لائے کہ اطمینان ہوتا۔ نہ مسلمانوں کی ناراضگی اور لڑائی کی خبر لائے کہ ہم مقابلہ کی تیاری کرتے" ابو سفیان کی بیوی ہندہ بہت بد زبان تھی اس نے اسے بہت برا بھلا کہا اور سب کے سامنے خوب بے عزت کیا۔ ابوسفیان بہت شرمندہ ہوا کہ سرداری خاک میں مل گئی۔ حضور ﷺ نے صحابہ کو نہایت خاموشی سے مکہ کی جانب کوچ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ دس یا بارہ ہزار کی جمعیت ہمرکاب تھی۔ راستے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی جو ہجرت کر کے آرہے تھے۔ آپ نے فرمایا جس طرح میری نبوت و رسالت آخری ہے اسی طرح چچا عباس کی ہجرت آخری ہے۔ فرمایا "چچا تم ہمارے ساتھ چلو اور سامان مدینہ بھیج دو" مکہ کے قریب پہنچ کر حضور ﷺ خیمہ زن ہوئے اور لشکر میں آگ روشن کرنے کا حکم دیا۔ ادھر ابوسفیان خبر لینے کے لیے آیا تو آگ روشن دیکھ کر متحیر ہوا۔ اسی آن حضرت

عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ وہ اسے حضور ﷺ کے پاس لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اسے قتل کر دیں لیکن وہ حضور کے پاس پہنچ چکے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو کہا تم ایسے ہی کہو جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا" ابوسفیان نے اپنی غلطیوں کی معافی مانگی۔ حضور ﷺ نے معاف کر دیا۔ ابوسفیان مسلمان ہو گئے رضی اللہ عنہ۔

دوسری صبح نبی اکرم ﷺ نے اپنے لشکر کو مختلف راستوں سے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا اور ساتھ ہی ہدایات جاری فرمائیں۔ مکہ معظمہ پر مکمل قبضہ ہو گیا۔

ہدایات :۔

(۱) جو ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے۔ (۲) جو خانہ کعبہ میں پناہ گزین ہو اسے قتل نہ کیا جائے۔ (۳) جو اپنے گھر بیٹھا ہو اسے قتل نہ کیا جائے۔
(۴) جو ابوسفیان اور حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔
(۵) بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔ (۶) زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔
(۷) قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔

حضور ﷺ بحیثیت فاتح :۔

۲۰ رمضان شریف ۸ھ کو مکہ شریف میں اس شان سے داخل ہوئے کہ اونٹنی پر سوار سر جھکائے ہوئے سورۃ فتح کی تلاوت فرماتے ہوئے اپنے مفتوح شہر میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ اونٹ پر سواری میں آپ کے ساتھ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہیں۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت علی بن ابوالعاص (آپ کے نواسے) آپ کے ہمراہ تھے۔ دوسری روایت زیادہ صحیح ہے۔ خانہ کعبہ کو ۳۶۰ بتوں سے پاک کر دیا۔ اپنی چھڑی سے جس بت کی طرف اشارہ فرماتے وہ اوندھا گر جاتا جو اونچے بت یا تصویریں تھیں۔ انہیں گرانے کے لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھوں پر چڑھایا۔ انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ آپ میرے کندھوں پر سوار ہوں۔ فرمایا "تم بار نبوت اٹھا نہیں سکو گے میں بار ولایت اٹھا لوں گا" حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ جب بت اشارے سے گر رہے تھے تو حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ

کی کیا حاجت تھی۔ فقیر یہ عرض کرتا ہے کہ اس میں یہ اشارہ تھا کہ ولایت یعنی ولی کو نبی کی شریعت کی اہم ضرورت ہے۔ ولی خود بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ حضور ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر جا کر غسل فرمایا اور آٹھ رکعات نماز چاشت کی ادا کیں۔ اسی گھر میں آپ کو معراج ہوئی تھی جبکہ اہل مکہ نے آپ کا بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ آج اسی گھر میں داخل ہوتے ہیں تو اہل مکہ مفتوح ہو چکے ہیں۔ سب آپ کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہیں۔ آپ ﷺ نے خانہ کعبہ میں جا کر معافی کا اعلان فرما دیا۔

لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللّٰہ لکم و ھو ارحم الراحمین ۝

آج تم پر کچھ ملامت نہیں۔ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے وہی سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَّعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَآلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ.

اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ'

(۸۷) سیدنا رسول الرحمتہ ﷺ (۵۸۰ = ۱۳)

جب ابوسفیان مسلمان ہو گئے تو اجازت لیکر مکہ معظمہ کی جانب چلے گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ ! ابوسفیان کو جانے نہ دیجئے۔ خطرہ ہے کہ مکہ میں جا کر مرتد نہ ہو جائے اسے لشکر اسلام دکھایئے۔ حضور ﷺ نے ابوسفیان کو روک لیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو ایسی جگہ لے کر بیٹھ گئے جہاں سے سارا لشکر اسلام نظر آ رہا تھا۔ جب رسالے اپنے اپنے امیروں کے ساتھ نکلنے لگے تو یہ منظر دیکھ کر ابوسفیان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کہنے لگا۔ "اے عباس ! تمہارے بھتیجے بڑے بادشاہ ہو گئے" انہوں نے فرمایا "بادشاہ نہیں بلکہ رسول الرحمتہ ہیں" اس کے بعد جب حضور ﷺ نے فرمایا

من د خل د ا را ابی سفیان فھو امن

(جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا اسے امان ہے تو ابوسفیان کی سمجھ میں بات آئی کہ حضور ﷺ بادشاہ نہیں بلکہ رسول الرحمتہ ہیں۔ (تواریخ حبیب الہ)

فتح کے دوسرے دن حضور ﷺ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ فضالہ بن عمیر نے موقع پا کر آپ ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا جب وہ آپ ﷺ کے قریب پہنچا تو حضور ﷺ نے فرمایا "کیا فضالہ آ تا ہے" اس نے لبیک کہا تو حضور ﷺ نے فرمایا "تم کیا ارادہ لے کر آئے تھے" کہنے لگا کچھ نہیں میں تو اللہ اللہ کر رہا تھا۔" حضور مسکرائے اور فرمایا کہ اپنے ارادے سے توبہ کرو اور اللہ سے معافی مانگو۔ اتنا فرما کر اپنا ہاتھ فضالہ کے سینے پر رکھ دیا۔ فضالہ کہتے ہیں کہ مجھے سکون حاصل ہو گیا پھر اس کے بعد حضور ﷺ سے بڑھ کر میرا کوئی محبوب نہ تھا۔

فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی شخص کو قتل نہ کیا جائے ماسوائے چار مردوں اور دو عورتوں کے کہ انہیں سابقہ جرائم کی وجہ سے بوجہ قصاص قتل کیا جائے گا۔ ان چار مردوں میں عکرمہ بن ابوجہل - ہبار بن اسود۔ عبداللہ بن ابی سرح

اور ابن خطل تھے۔ عورتوں میں ایک عورت قتل عمد کا ارتکاب کر چکی تھی اور دوسری ہندہ زوجہ ابوسفیان تھی۔ جس نے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا سینہ چاک کیا تھا اور کلیجہ اپنے دانتوں سے چبایا تھا۔ ناک کان کاٹ کر ہار بنایا تھا۔ حضور نے اسے معاف کر دیا البتہ مرتکبہ قتل عمد کو سزائے قصاص دی گئی۔ مردوں میں سے ابن خطل وہ تھا جو پہلے مسلمان تھا اس نے اپنے غلام کو اس لئے قتل کر دیا تھا کہ اس نے بروقت کھانا تیار نہ کیا تھا۔ غلام کے قتل کے بعد مکہ بھاگ آیا تھا۔ اسے بھی قصاص میں قتل کر دیا گیا۔

(۱) تین مردوں میں ایک عکرمہ بن ابوجہل تھا۔ یہ شخص بارہا مسلمانوں سے جنگ کر چکا تھا۔ بنو خزاعہ جو مسلمانوں کے حلیف تھے تباہ کرنے کا باعث یہی شخص تھا۔ یہ فتح مکہ ہوتے ہی جدہ بھاگ گیا۔ اس کی بیوی ام جمیل مسلمان ہو گئی اور عکرمہ کے لیے امان لے کر جدہ گئی۔ عکرمہ کشتی میں سوار ہو کر کہیں جانے ہی والا تھا کہ اس نے اسے امان کی خوشخبری سنائی وہ واپس آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔ عکرمہ مسلمان ہو گیا۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بہت بڑا دشمن سمجھتا تھا۔ اب مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی محبوب نہیں ہے۔

(۲) ہبار بن اسود وہ شخص ہے کہ جب سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رضی اللہ عنہا) مکہ سے مدینے کی طرف روانہ ہونے کے لیے ہودج میں بیٹھی جا رہی تھیں اس نے نیزہ مار کر کجاوہ گرا دیا تھا۔ اس صدمہ سے سیدہ رضی اللہ عنہا کا حمل ساقط ہو گیا تھا اور بالآخر اسی صدمہ سے سیدہ کا انتقال ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی معاف فرما دیا۔

(۳) عبداللہ بن سرح پہلے مسلمان تھا وحی لکھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے کہا کہ وحی تو مجھ پر آتی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے سن کر لکھوا دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی معاف کر دیا۔ وحشی جس نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو دھوکے سے شہید کیا تھا اور نعش کو بے حرمت کیا تھا اسے بھی معاف فرما دیا۔

ناظرین کرام! ایسے مجرموں کو معاف فرما دینا کسی بادشاہ کا کام نہیں رسول الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی حصہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلق، عفو و کرم

اور رحمت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل مکہ کے دلوں کو فتح کر لیا۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھم صلّ علی سیّدنا ومولینا
محمّد وعلی آل سیّدنا ومولینا
محمّد کما صلیت علی ابراھیم
وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید
اللّٰھم بارک علی سیّدنا ومولینا
محمّد وعلی آل سیّدنا ومولینا
محمّد کما بارکت علی ابراھیم
وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید
السلام علیک ایھا النبی
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ

(٨٨) سیدنا مصطفیٰ ﷺ (٥=٢٣٠)

سرکار دو عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں سے چن کر افضل الانبیاء کی صفت سے متصف فرمایا۔

ان اللّٰہ اصطفی ادم و نوحا وال ابراھیم و الا عمران علی العلمین

(بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم اور نوح اور ابراہیم کی آل اور عمران کی آل کو سارے جہاں سے چن لیا۔ (٣:٣٣)

یہاں آل ابراہیم میں سب زیادہ افضل حضور ﷺ ہیں۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو پہلے بیان ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چنا۔ ان کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ السلام .... تا آخر بنی ہاشم سے مجھ کو چنا۔ فقیر کہتا ہے فتح مکہ کے بعد ہر شخص نے محبت کے لیے آپ کو ہی چن لیا اور قیامت تک ہر مسلمان کے دل میں آپ ﷺ ہی کی محبت ہے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ'

(۸۹) سید مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (کلم ۴ = ۱۵)

ما کان اللّٰہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب و ما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب و لکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشاء فا منوا باللّٰہ و رسلہ و ان تومنوا و تتقوا فلکم اجر عظیم ○ (۳ : ۰۲)

(اللہ مسلمانوں کو اس حال پر نہیں چھوڑے گا جس پر (اے مسلمانو ! آج) تم ہو۔ جب تک جدا نہ کر دے گندے (منافق) کو ستھرے (مسلمان) سے اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دیدے۔ ہاں اللہ (مجتبیٰ بنا لیتا ہے) چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے اور ایمان لاؤ اللہ پر (کہ وہ اپنے **مجتبیٰ** رسول کو غیب عطا فرماتا ہے) اور اس کے رسولوں پر (کہ انہیں اللہ کی جانب سے غیب کا علم ہوتا ہے) اور اگر تم ایمان لاؤ (اور تصدیق کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیوب کے علوم سے نوازا ہے اور علوم غیوب حضور ﷺ کے معجزوں سے ہے) اور پرہیزگاری کرو (نبیوں کی شان میں بیہودہ باتیں نہ کہو) تو تمہارے لیے بہت بڑا ثواب ہے)

شان نزول :۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ خلقت اور آفرینش سے قبل جبکہ میری امت مٹی کی شکل میں تھی۔ اسی وقت وہ میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم پر ان کی اولاد پیش کی گئی اور مجھے یہ علم دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خبر جب منافقین نے سنی تو انہوں نے از راہ تمسخر کہا کہ محمد (ﷺ) کا یہ گمان ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ جو لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے ان میں سے کون ان پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ باوجودیکہ ہم ان کے ساتھ رہتے ہیں ہمیں تو پہچانتے نہیں۔ منافقوں کی یہ بات سن کر حضور ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا "ان لوگوں کا کیا حال ہے جو

میرے علم پر طعن کرتے ہیں۔ آج سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہیں اس کی خبر نہ دے دوں۔

عبداللہ بن حذافہ سہمی نے کھڑے ہو کر کہا "یا رسول اللہ ﷺ! میرا باپ کون ہے" فرمایا "حذافہ" پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر راضی ہوئے۔ ہم اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوئے۔ ہم قرآن کے امام ہونے پر راضی ہوئے۔ آپ ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے۔ ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں" حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "کیا تم باز آؤ گے۔ کیا تم باز آؤ گے۔ (میرے علم پر اعتراض کرنے سے) پھر منبر سے نیچے اتر آئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ اس قرآن مجید کی آیت اور حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ مجتبیٰ رسول ہیں اور آپ کو قیامت تک کی تمام چیزوں کا علم عطا کیا گیا ہے۔

دوسری کئی **حدیثوں** سے آپ ﷺ کے قیامت تک کے علوم کی خبر ملتی ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

(ف) فتح مکہ کے دن ایک مسلمان عکرمہ بن ابوجہل کے ہاتھ سے شہید ہوا۔ آپ نے یہ خبر سن کر تبسم فرمایا۔ صحابہ کو آپ کے تبسم پر تعجب ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا قاتل (عکرمہ) اور مقتول (صحابی) کو میں نے جنت میں ساتھ ساتھ دیکھا۔ اس سے صحابہ کا تعجب اور زیادہ ہوا کیونکہ عکرمہ کافر تھا اور کافر کا جنت میں جانا محال ہے۔ عکرمہ کفر میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ صحابہ اس کا مسلمان ہونا مشکل سمجھتے تھے۔ لیکن چند دن بعد عکرمہ مسلمان ہو گیا تو صحابہ کا تعجب جاتا رہا۔ رضی اللہ عنہ

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ'

(۹۰) سیدنا مرتضیٰ ﷺ (۱۴۵۱=۱۱)

آپ فرمایئے میں (اپنی سوچ بچار سے) نہیں جانتا کہ وہ دن قریب ہے (قیامت جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے یا مقرر کر دی ہے اس کے لیے میرے رب نے لمبی مدت ○

علم الغیب فلا یظھم علی غیبہ احدا ا ○ الا من ارتضی من رسول ...
................(۲۷-۲۶-۲۵: ۷۲)

اللہ تعالیٰ غیب کو جاننے والا ہے پس وہ آگاہ نہیں کرتا کسی کو اپنے غیب پر بجز اس رسول کے جس نے اس کو پسند فرما لیا ہو (غیب کی تعلیم دینے کے لیے) تمام رسولوں میں مرتضیٰ رسول سرکار دو عالم ﷺ ہیں۔ مرتضیٰ کے معنی جس سے اللہ راضی ہو گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ولسوف یعطیک فترضی** (عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے) (۵: ۹۳)

علامہ آلوسی نے حضرت سیدنا امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے عرب بن شریح کہتے ہیں کہ میں نے امام مذکور سے پوچھا کہ جس شفاعت کا ذکر اہل عراق کیا کرتے ہیں۔ کیا یہ حق ہے؟ آپ نے فرمایا "بخدا یہ حق ہے" مجھ سے حضرت سیدنا محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ و جہہ الاسنیٰ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "میں اپنی امت کے لیے شفاعت کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ میرا رب مجھے ندا فرمائے گا اور پوچھے گا" یا محمد کیا آپ راضی ہو گئے میں عرض کروں گا ہاں میرے پروردگار میں راضی ہو گیا ہوں۔" اس کے بعد حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اے اہل عراق تم یہ کہتے ہو کہ قرآن کریم کی سب سے زیادہ امید افزا آیت

یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطو امن رحمتہ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمعیا ہے

لیکن ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ امید افزا آیت

ولسوف یعطیک ربک فترضی ہے۔ حدیث قدسی ہے۔

کلھم یطلبون رضائی و انا اطلب رضاک یا محمد

تمام جہان والے میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب میں تیری رضا چاہتا ہوں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد (ﷺ)

دم نزع جاری ہو میری زبان پر
محمد محمد خدائے محمد (ﷺ)

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا
مُحَمَّدٍ طِبِّ الْقُلُوْبِ وَدَوَائِہَا
وَعَافِیَۃِ الْاَبْدَانِ وَشِفَائِہَا وَنُوْرِ
الْاَبْصَارِ وَضِیَائِہَا وَعَلٰی اٰلِہٖ
وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا۔

اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ'

(۹۱) سیدنا صاحب الوسیلتہ ﷺ (۲۴۳=۹)

یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ و ابتغوا الیہ الوسیلتہ و جا ھد و ا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ○ (۵ : ۳۵)

(اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ) وسیلہ کے معنی ہیں وہ چیز جس کے ذریعے سے کسی تک پہنچا جائے۔ لہٰذا وہ سرکار دو عالم ﷺ ہی ہیں۔ آپ ﷺ ہی نے ہمیں توحید کا سبق دیا۔ ایمان کی دولت بخشی۔ گناہوں سے بچنے کا حکم دیا۔ یاد الٰہی کی تڑپ عطا فرمائی۔ پھر آپ کے بعد صحابہ سے یہ چیزیں حاصل ہوئیں۔ صحابہ نے آپ ﷺ سے جو تعلیم پائی اسے اگلوں تک پہنچایا۔ اسی طرح سلسلہ وار ہمیں مرشد کامل نصیب ہوا۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول الجمیل میں یہی تصریح فرمائی کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے اور مرشد کا سلسلہ حضور ﷺ تک ہی منتہی ہوتا ہے۔ مرشد کی راہنمائی کے بغیر حضور ﷺ سے صحیح نسبت نہیں ہو سکتی۔ اور آپ کے بغیر قرب خداوندی نہایت مشکل ہے جس کا نام وسیلہ ہے۔

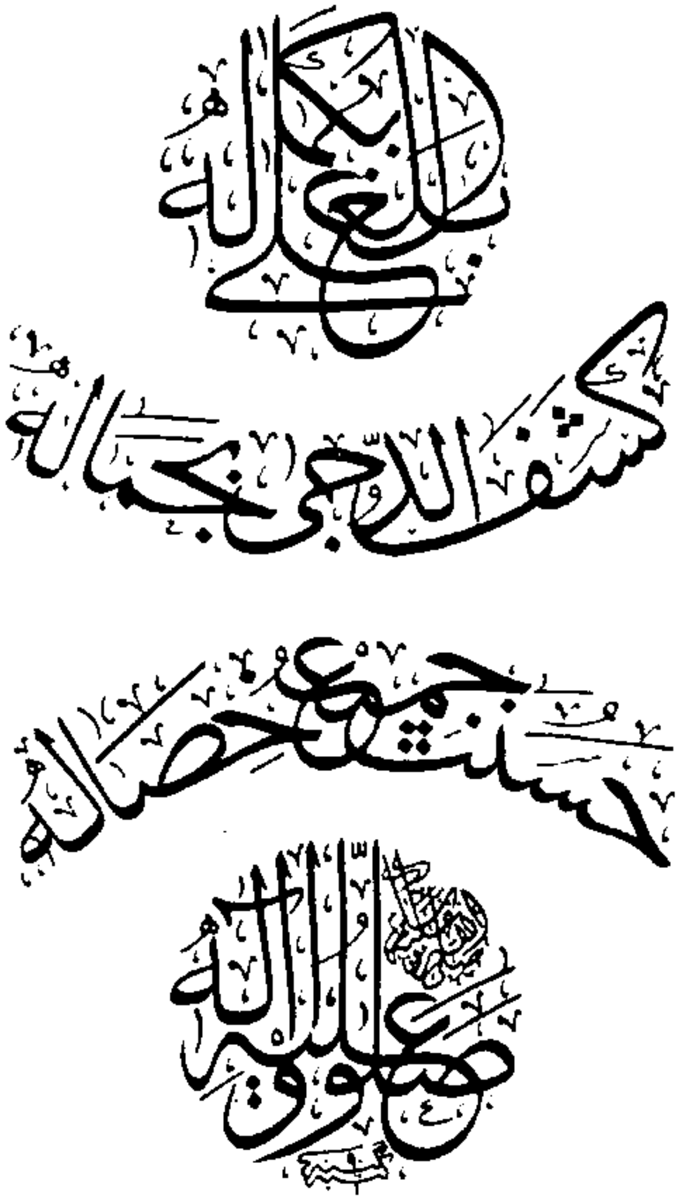
مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جب اللہ سے کوئی سوال کرو تو میرے واسطے وسیلے سے سوال کرو" لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس میں آپ کے ساتھ کون رہے گا۔ فرمایا "علی ' فاطمہ ' حسن ' حسین" رضی اللہ عنہم۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جامع مسجد کوفہ کے منبر پر رونق افروز ہو کر ارشاد فرمایا "اے لوگو ! بہشت میں دو موتی ہیں۔ ایک سفید اور دوسرا زرد۔ مقام محمود سفید موتی کا ہے اور اس سفید موتی کے اندر ستر ہزار کمرے ہیں۔ ہر کمرہ دوسرے کمرے سے تین میل کی مسافت پر ہے اسی کا نام وسیلہ ہے اور وہ سفید موتی حضور ﷺ اور آپ کی اہل بیت کے لیے ہے اور زرد موتی بھی سفید موتی کی مانند ہے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اہل بیت کے لیے ہے۔

(حاشیہ دلائل الخیرات بحوالہ ناصر الابرار فی مناقب اہل بیت الاطہار)

نیز حضور ﷺ نے فرمایا "اے فاطمہ میں اور تو 'علی حسین حسن ایک مکان اور ایک مقام پر ہوں گے ۔ (حاشیہ دلائل الخیرات بحوالہ شذرۃ اللمعان)

ولن يضيق رسول الله جاهك بى   انا الكريم تجلى باسم منتقم

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلهم



اللھم صل وسلم و بارک علی من اسمہ'

(۹۴) سیدنا صاحب الفضیلتہ ﷺ (۱۵۷=۱۳)

حضور ﷺ کی فضیلت تمام انبیاء و مرسلین پر محقق ہے۔

تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض منھم من کلم اللہ و رفع بعضھم د رجت ط (۲ : ۲۵۳) یہ سارے ہی رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام کیا۔ (سیدنا موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں کہ بالواسطہ ان سے کلام کیا اور حضور ﷺ سے بھی معراج کی رات اپنے پاس بلا کر بلاواسطہ کلام کیا۔ اس لحاظ سے آپ کی فضیلت سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ثابت ہوئی اور کوئی وہ ہے کہ جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

یہ حضور ﷺ کی خاص صفت ہے کہ حضور ﷺ کو تمام انبیاء و مرسلین پر درجوں بلندیاں عطا کر کے افضل کیا۔ اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی فضیلت اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔

(ترجمہ) اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے ان کا عہد لیا کہ جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول (سید عالم ﷺ) تشریف لائیں کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائیں تو تم ضرور بالضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرنا۔ فرمایا "کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی "ہم نے اقرار کیا" فرمایا "ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں شامل ہوں تو جو کوئی اس عہد کے بعد پھر جائے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔ (۸۱ - ۸۰ : ۳)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد جس کسی کو نبوت عطا فرمائی ان سے سید عالم ﷺ کی نسبت عہد لیا کہ اگر ان کی حیات میں سید عالم ﷺ مبعوث ہوں تو آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی نصرت کریں۔ .... اس سے بخوبی ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو تمام انبیاء و مرسلین پر فضیلت حاصل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مجھے چھ باتوں میں دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی گئی۔

(۱) مجھے جوامع **الکلم** سے نوازا گیا یعنی الفاظ مختصر اور معانی کا بحر بے کنار۔

(۲) رعب کے ذریعے سے میری مدد فرمائی گئی۔

(۳) میرے لیے غنیمت کا مال حلال کیا گیا۔

(۴) میرے لیے ساری زمین کو مسجد بنایا گیا اور زمین سے تیمم کی اجازت دی گئی۔

(۵) مجھے تمام مخلوق کے لیے رسول بنایا گیا۔

(۶) میری ذات سے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا میں خاتم الانبیاء ہوں۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم



اردگرد پھرتے اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ لگائی گئی تو وہ اینٹ میں ہوں (جس سے نبوت کا مکان مکمل ہو گیا۔

فانا خاتم النبیین اور میں خاتم النبین ہوں۔ (بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبین)

(۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ نبی۔ (ابن ماجہ)

(۳) فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو۔ اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو وہ (دجال) ضرور تمہارے اندر ہی سے نکلے گا۔ (ابن ماجہ)

(۴) فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب نبی ہوتے۔ (ترمذی)

(۵) امام بخاری اور امام مسلم نے فضائل صحابہ میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک پر روانہ ہوتے وقت حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنی کو مدینہ طیبہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ آپ کچھ پریشان ہوئے تو حضور علیہ الصلوۃ و التسلیم نے فرمایا "میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو سیدنا ہارون علیہ السلام کے ساتھ تھی لیکن خبردار! **لا نبی بعدی** میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(۶) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میری امت میں تیس (۳۰) کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ **انا خاتم النبیین لا نبی بعدی** میں خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (ابو داؤد کتاب الفتن)

عقلی دلیل:۔ جب حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت جملہ اقوام عالم کے لیے اور قیامت تک کے لیے ہے جب حضور ﷺ پر نازل شدہ کتاب بغیر کسی ادنیٰ تحریف کے جوں کی توں ہمارے پاس موجود ہے جب رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ اپنی ساری تفصیلات کے ساتھ اس کتاب قرآن حکیم کی تشریح و توضیح کر رہی ہے جب قرآن مجید کی یہ

آیت مبارکہ آج بھی اعلان کر رہی ہے۔

الیوم الکملت لکم دنیکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا تو پھر اور کسی نبی کی بعثت کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے اور اس سے کس مقصد کی تکمیل مقصود ہے۔ آفتاب محمدی طلوع ہو چکا ہے۔ عالم کا گوشہ گوشہ اس کی کرنوں سے روشن ہو رہا ہے تو پھر دن کے اجالے میں کسی چراغ کو روشن کرنا قطعا قرین دانشمندی نہیں ہے۔ آفتاب محمدی وہ کھلا اور چمکتا آفتاب ہے جس کی روشنی قیامت تک موجود رہے گی جس کی کرنیں زمین و آسمان کے کونے کونے میں پڑتی رہیں گی۔ کوئی چراغ اس کے سامنے روشن نہیں رہ سکتا۔ جھوٹے نبی ہزار آئیں وہ چراغ مصطفیٰ کی روشنی کے سامنے اپنی آنکھیں اندھی کر کے دوزخ میں جا گریں گے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
مَّعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَآلِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۹۵) سیدنا خطیب الامم ﷺ (۴۳۳ = ۱۳)

جنگ حنین شوال ۸ ھ :۔ مکہ فتح ہونے کے بعد قبائل ہوازن اور ثقیف نے جن کی حدیں مکہ معظمہ سے ملتی تھیں یہ خیال کیا کہ اگر ہم اہل اسلام کو شکست دے دیں تو اہل مکہ کی جاگیریں اور باغات جو طائف میں ہیں ہمارے قبضہ میں آ جائیں گی اور مسلمانوں سے بت شکنی کے جرم کا انتقام بھی لیا جا سکے گا۔ وہ بنی مضر و بنی ہلال کے قبیلوں کو اپنے ساتھ ملا کر اور چار ہزار بہادر لے کر مکہ پر حملہ آور ہونے کا عزم لے کر وادی حنین میں آ ٹھہرے۔ ان کے سردار مالک بن عوف نے حکم دیا کہ اپنے بال بچے مال مواشی اپنے ساتھ لے کر نکلو تاکہ میدان جنگ سے بھاگو تو اپنے اہل و عیال و مال کی وجہ سے رک جاؤ۔

حضور ﷺ نے جب ان کے حملہ کی خبر سنی تو مکہ سے آگے بڑھے۔ اس وقت آپ ﷺ کے لشکر کی مجموعی تعداد بارہ ہزار تھی ان میں مہاجر و انصار کے علاوہ نومسلم اور مشرکین معاہد بھی شامل تھے۔ اہل لشکر کو اپنی کثرت پر غرور ہوا تو وہ ہزیمت کا باعث بنا۔ دشمن نے ایک تنگ اور دشوار گزار درہ میں گھات لگائی اور اپنے تیر اندازوں کو وہاں بڑھایا۔ لشکر اسلام کا اگلا حصہ زیادہ تر نو مسلم نوجوانوں پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ دشمن کی زد میں پہنچے۔ دشمن کے تیروں سے سراسیمہ ہو کر بھاگ نکلے۔ لشکر میں افراتفری پھیل گئی۔ صرف سو صحابی حضور ﷺ کے گرد جمع رہے۔ نبی ﷺ نے جب دشمن کو چاروں اطراف سے اپنی طرف بڑھتے پایا تو اس وقت آپ ﷺ دلدل پر سوار تھے جس کی لگام آپ کے چچا زاد بھائی ابو سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے تھام رکھی تھی۔ آپ دلدل سے اترے اور اس رجز کو بار بار پڑھنے لگے انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب۔

(میں) سچا نبی ہوں اس میں کوئی شبہ نہیں' میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں) مطلب یہ تھا کہ میری رسالت و نبوت کی صداقت کا معیار کسی فوج کی فتح یا شکست کا نہیں ہے بلکہ میری صداقت میری ذات سے متعلق ہے' آپ نے اپنے عم محترم حضرت

عباس ﷺ سے فرمایا کہ مہاجرین و انصار کو آواز دے کر بلاؤ۔ انہوں نے آواز لگائی تو سب آواز سنتے ہی کبوتروں کے غول کی طرح نبی ﷺ کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ انصار و مہاجرین جب آگے بڑھے تو غنیم کو بھاگتے ہی بنی لشکر غنیم دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ان کا سردار مالک بن عوف جنگی مردوں کو لے کر قلعہ طائف میں جا چھپا۔ دوسرا گروہ جس میں اہل و عیال' زر و مال تھا اوطاس کی گھاٹی میں جا کر چھپ گیا۔

غزوۂ اوطاس :۔ حضور ﷺ نے قلعہ طائف کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا اور حضرت ابو عامر اشعری ﷺ کو اوطاس گھاٹی کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے اوطاس پہنچ کر دشمن کے اہل و عیال اور مال و معاش پر قبضہ کر لیا۔ یہ خبر سن کر حضور ﷺ نے قلعہ طائف کا محاصرہ اٹھا لیا کیونکہ ان لوگوں کو اتنی ہی سزا کافی تھی کہ ان کے مال او زر اور مواشی پر قبضہ ہو گیا تھا۔ اوطاس میں ۲۴ ہزار اونٹ' ۴۰ ہزار بکریاں' چار ہزار اوقیہ چاندی اور چھ ہزار عورتیں اور بچے ہاتھ لگے۔

آپ کی بے نظیر فیاضی :۔ نبی ﷺ تاہنوز وہیں موجود تھے کہ قبیلہ ہوازن کے چھ سردار آئے اور انہوں نے رحم کی اپیل کی۔ اگرچہ یہ لوگ وہ تھے جنہوں نے آپ ﷺ پر طائف میں پتھر برسائے تھے اور آخری مرتبہ حضرت زید ﷺ' رسول اللہ ﷺ کو بیہوشی کی حالت میں اٹھا کر لائے تھے۔ لیکن حضور ﷺ تو نبی الرحمتہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "میں تو تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ تقریباً" دو ہفتے ہو گئے میں نے مال غنیمت بھی تقسیم نہیں کیا۔ میں اپنے اور اپنے خاندان کے حصہ کے قیدیوں کو با آسانی چھوڑ سکتا ہوں اگر میرے ساتھ صرف مہاجرین و انصار ہی ہوتے تو بھی سب کچھ تمہیں دے دینا آسان تھا۔ لیکن میرے ساتھ نو مسلم اور مشرکین معاہد بھی ہیں لہذا یہ تدبیر ہو سکتی ہے کہ تم لوگ فجر کی نماز کے بعد کل آنا اور مجمع عام میں اپنی درخواست پیش کرنا۔

دوسرے روز بارگاہ حضور وہ لوگ حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نبی الرحمتہ نے اپنے اور بنو عبدالمطلب کے حصہ کے قیدیوں کو بلا معاوضہ رہا کر دیا۔ یہ دیکھ کر مہاجرین و انصار نے بھی اپنے اپنے قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ اب بنی سلیم اور بنی فزارہ رہ گئے ان

کے نزدیک یہ عجیب بات تھی کہ حملہ آور دشمن پر ایسا لطف و کرم کیا جائے۔ اس لئے انہوں نے اپنے حصے کے قیدیوں کو آزاد کرنے سے انکار کیا۔ نبی الرحمت نے ہر قیدی کی قیمت چھ اونٹ مقرر فرما کر خود ان قیدیوں کی قیمت ادا فرمائی اسی طرح آپ کے صدقے میں باقی قیدیوں کو بھی آزادی حاصل ہوئی۔ نیز آپ ﷺ نے سب قیدیوں کو اپنے پاس سے نیا لباس پہنا کر رخصت فرمایا یہ لطف و کرم غنیم کے لئے ایک نیا اور عجیب طریقہ تھا جو انہوں نے کبھی دیکھا تھا نہ سنا۔

ہاتھ جس سمت اٹھا بس غنی کر دیا
موج بحر ساحت پہ لاکھوں سلام

حضرت حلیمہ کی بیٹی کا احترام :۔ ان قیدیوں میں دائی حلیمہ کی بیٹی شیما بنت الحارث بھی تھی۔ آپ نے شیما کو پہچانا اور ان کے لئے چادر بچھا دی اور فرمایا۔ "اگر تم میرے پاس ٹھہرنا چاہو تو بہتر ہے اور اگر قوم میں واپس جانا چاہو تو تمہیں پورا اختیار ہے۔" اس نے واپس جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ ﷺ نے اسے عزت و احترام کے ساتھ واپس کر دیا۔

مخلصین کے اخلاص کا نمونہ :۔ غنائم حنین سے نبی ﷺ نے جب عطیے تقسیم فرمائے تو نوجوانان نو مسلم قریش کو زیادہ مال عطا فرمایا۔ اس تقسیم پر نوجوانان انصار کو کچھ صدمہ ہوا ان کی نظر ظاہری اسباب پر تھی حقیقت امر کو نہ سمجھتے تھے۔ یہ نوجوان آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ اموال غنیمت قریش کو ملتے ہیں یہ ہی قریش تھے جنہوں نے حضور ﷺ کو مکہ سے نکالا تھا طرح طرح کی تکالیف پہنچائی تھیں آج ان ہی پر رحمت کی بارش ہو رہی ہے۔ ہم نے حضور ﷺ کی مدد کی اپنے وطن میں جگہ دی ہماری تلواریں قریش کے خون سے ابھی رنگین ہیں۔ جب نوجوانان انصار کی یہ گفتگو حضور ﷺ تک پہنچی تو حضور ﷺ ملول خاطر ہوئے کہ یہ لوگ میرے امور حکمت تو نہیں سمجھ پائے لہٰذا آپ ﷺ نے تمام انصار کو ایک جگہ جمع کر کے ارشاد فرمایا "اے گروہ انصار میں نے ایسا ایسا سنا ہے" بزرگان انصار نے فرمایا "یا رسول اللہ! ہم نے ایسی باتیں نہیں کہیں نوجوانوں نے ضرور کی ہیں۔ اس پر ہم آپ ﷺ سے معافی مانگتے

ہیں" حضور ﷺ نے فرمایا "میرے تم پر بہت احسانات ہیں۔ تمہیں شرک و کفر سے نکال کر اسلام کی ہدایت عطا فرمائی۔ تمہیں جنت کے دخول کے قابل بنایا۔ تم سے جہالت دور کی۔ تمہاری آپس کی رقابتوں کو محبت میں بدل دیا۔ تمہیں آپس میں بھائی بھائی بنایا" البتہ تم یہ کہو کہ ہم نے آپ کو اپنے گھروں میں جگہ دی اور آپ کی مدد کی۔" یہ سن کر بزرگان انصار رونے لگے اور عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! ہمارا آپ پر کچھ احسان نہیں آپ ہی کا ہم پر احسان ہے۔ ہماری طرف نظرکرم رکھئے۔" آپ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا "یہ لوگ نئے مسلمان ہوئے ہیں ان کے تالیف قلوب کے لئے انہیں زیادہ دیا ہے کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ اموال لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم رسول اللہ کو لے کر اپنے گھروں میں داخل ہو!"

سب انصار نے رو کر عرض کیا "یا رسول اللہ! ہم اسی پر راضی ہیں۔"

انصار حضور ﷺ کی اس بات پر اتنے خوش ہوئے کہ مال والوں کو یہ خوشی نصیب نہ ہوئی۔ (سبحان اللہ) اب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کا عزم فرمایا۔ جمادی الاول ۸ ھ کو اس کے بعد جنگ موتہ ہوئی۔ موتہ شام کے ایک قصبے کا نام ہے۔ یہاں کے سردار شرجیل بن عمر غسانی نے نبی ﷺ کے سفیر حارث بن عمیر ازدی کو شہید کر دیا تھا۔ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی ادھر کا لشکر ایک لاکھ سے زائد تھا۔ مسلمانوں کو مجبوراً جنگ لڑنا پڑی۔ اس جنگ میں زید بن حارثہ، جعفر طیار بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن رواحہ فوج کی کمان کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کے بعد حضرت خالد بن ولید نے کمان سنبھالی۔ آخر ۴۰ گنا فوج جو مسلمانوں کے مقابلہ پر آئی تھی بھاگ گئی۔ حضور ﷺ نے مدینے میں ہی لوگوں کو اس جنگ کا منظر بیان فرمایا۔ خالد کو سیف اللہ کا خطاب ملا۔

جیش عسرت / سفر تبوک رجب ۹ ھ :۔ ایک قافلہ شام سے آیا۔ اہل قافلہ نے ظاہر کیا کہ قیصر کی فوجیں مدینے پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار ہیں وہ جنگ موتہ کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ نبی ﷺ نے خیال فرمایا ان فوجوں کو عرب میں داخل ہو کر ملک کا امن خراب کرنے کا موقعہ نہ دیا جائے۔ لٰہذا تیاری شروع ہوئی۔ یہ مقابلہ اس سلطنت

سے تھا جو نصف دنیا پر حکمران تھی اور جس کی فوج ایران جیسے ملک کو شکست دے چکی تھی مسلمان بے سرو سامان تھے۔ سفر طویل تھا۔ عرب کی مشہور گرمی زور پر تھی۔ مدینے میں میوے پک چکے تھے۔ میوے کھانے اور سایہ میں بیٹھ کر پھل کھانے کے دن تھے۔ حضور ﷺ نے جنگ کے لئے چندہ کا اعلان کیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سامان اگرچہ کم تھا لیکن وہ گھر کا سارا ہی اثاثہ اٹھا لائے تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نصف سامان لائے جو کئی ہزار درہم کا تھا۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ۹۰۰ اونٹ' ایک سو گھوڑے' اور ایک ہزار دینار چندہ دیا۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار درہم۔

حضرت ابو عقیل انصاری نے دو سیر چوہارے پیش کئے اور عرض کیا "رات بھر پانی نکال نکال کر کھیت کو سیراب کیا اس کے عوض چار سیر چوہارے ملے دو سیر بیوی بچوں کو دے آیا ہوں دو سیر آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ حضور ﷺ بہت خوش ہوئے فرمایا "تم سامان پر بکھیر دو" گویا ہر صحابی نے خلوص کا ہدیہ پیش کیا۔ ۸۲ اشخاص جو ظاہر مسلمان تھے بہانے بنا کر گھروں میں رہ گئے۔ قرآن مجید نے ان کا ذکر کیا **قالوا ان بیوتنا عورة** (کہنے لگے ہمارے گھر خالی ہیں) تیس ہزار کا لشکر تبوک کی طرف روانہ ہوا۔ حضور ﷺ نے سباع بن ار تعد کو خلیفہ بنایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کی ضروریات کے لئے مدینہ ہی میں رہنے کا حکم دیا۔ اس لشکر میں سواریوں کی اس قدر قلت تھی کہ ایک اونٹ اٹھارہ شخصوں کے لئے مقرر ہوا۔ سامان خورد و نوش نہ ہونے کی وجہ سے اکثر جگہ درختوں کے پتے کھا کر صحابہ نے گزارا کیا۔ اونٹ کم ہونے کے باوجود انہیں ذبح کر کے ان کے امعاء کا پانی پیا جاتا۔ الغرض تبوک پہنچ گئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا شوق جہاد ابھی فوج دو یا تین منزل پر ہو گی کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ العلی فوج سے جا ملے۔ لمبے سفر اور سخت گرمی کی وجہ سے آپ کے پاؤں متورم ہو گئے تھے اور چھالے پڑ گئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اے علی تم اس پر خوش نہیں کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے لیکن خبردار میرے بعد کوئی نبی

نہیں۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ خوش و خرم واپس چلے گئے۔ تبوک میں حضور ﷺ نے ایک ماہ تک قیام فرمایا۔ اہل شام پر حضور ﷺ کا رعب چھا گیا انہوں نے عرب پر حملہ کرنے کا ارادہ ہی ترک کر دیا۔ تبوک میں ایک نماز کے بعد حضور ﷺ نے جامع خطاب فرمایا۔

تبوک میں حضور ﷺ کا جامعہ خطبہ :- (خطیب الامم ﷺ کا خطاب)

(۱) فان اصدق الحدیث کتاب اللہ۔ بیشک ہر کلام میں صدق سے بڑھ کر اللہ کی بات ہے۔

(۲) سب سے بڑھ کر بھروسے کی بات تقویٰ کا کلمہ ہے۔

(۳) سب ملتوں سے بہتر ملت ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔

(۴) سب طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے۔

(۵) سب باتوں پر اللہ کی بات کو شرف حاصل ہے۔

(۶) سب بیانات سے پاکیزہ تر یہ قرآن ہے۔

(۷) بہترین کام اولوالعزمی کے کام ہیں۔

(۸) تمام کاموں میں بد ترین امر وہ ہے جو نیا نکالا گیا ہو۔

(۹) انبیاء کا طریقہ تمام طریقوں سے خوب تر ہے۔

(۱۰) تمام موتوں سے اشرف موت شہید کی موت ہے۔

(۱۱) سب سے بڑھ کر وہ گمراہی ہے جو ہدایت کے بعد ہو جائے۔

(۱۲) عملوں میں وہ عمل اچھا ہے جو نفع دے۔

(۱۳) بہترین راستہ وہ ہے جس پر لوگ چل سکیں۔

(۱۴) بد ترین اندھا پن دل کا اندھا پن ہے۔

(۱۵) اوپر کا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(۱۶) تھوڑا اور کافی مال اس بہتات سے بہتر ہے جو غفلت میں ڈال دے۔

(۱۷) بد ترین معذرت وہ ہے جو وقت نزع کی جائے۔

(۱۸) بد ترین ندامت وہ ہے جو قیامت کو ہو گی۔

(۱۹) بعض لوگ جمعہ میں آتے ہیں لیکن دل پیچھے لگے ہوتے ہیں۔
(۲۰) ان میں بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کبھی کبھی کیا کرتے ہیں۔
(۲۱) سب گناہوں سے بدترین گناہ جھوٹ بولنا ہے۔
(۲۲) سب سے بہتر امیری دل کی امیری ہے۔
(۲۳) سب سے عمدہ توشہ تقویٰ ہے۔
(۲۴) سب سے بڑی حکمت خدا عزو جل کا خوف ہے۔
(۲۵) دل نشین ہونے کے لئے بہترین چیز یقین ہے۔
(۲۶) شک پیدا کرنا کفر کی نشانی ہے۔
(۲۷) بین کر کے رونا جاہلیت ہے۔
(۲۸) چوری کرنا جہنم کا عذاب ہے۔
(۲۹) بدمست (نشہ کرنا) ہونا دوزخ میں جاتا ہے۔
(۳۰) شعر کہنا (بے جا شعر) ابلیس کا کام ہے۔
(۳۱) سعادت مند وہ ہے جس سے دوسرا نصیحت پکڑے۔
(۳۲) اصل بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہی بدبخت ہو۔
(۳۳) عمل کا سرمایہ اس کا بہترین انجام ہے۔
(۳۴) جو بات ہونے والی ہے (قیامت) وہ بہت قریب ہے۔
(۳۵) مومن کو گالی دینا فسق ہے۔
(۳۶) بدترین خواب وہ ہے جو جھوٹا ہو۔
(۳۷) مومن کو قتل کرنا کفر ہے۔
(۳۸) مومن کا گوشت کھانا (غیبت کرنا) اللہ کا گناہ ہے۔
(۳۹) مومن کا مال دوسرے پر ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ اس کا خون حرام ہے۔
(۴۰) جو خدا سے بے پرواہ ہوتا ہے خدا اسے جھٹلاتا ہے۔
(۴۱) جو کسی کا عیب چھپاتا ہے خدا اس کا عیب چھپاتا ہے۔
(۴۲) جو معافی دیتا ہے اللہ اسے معاف کرتا ہے۔

(۴۳) جو غصہ پی جاتا ہے اللہ اسے اجر دیتا ہے۔
(۴۴) جو نقصان پر صبر کرتا ہے خدا اسے اجر دیتا ہے۔
(۴۵) جو چغلی کو پھیلاتا ہے خدا اسے رسوا کرتا ہے۔
(۴۶) جو صبر کرتا ہے خدا اسے بہت دیتا ہے۔
(۴۷) جو خدا کی نافرمانی کرتا ہے خدا اسے عذاب دیتا ہے۔

ثم استغفر ثلثاً پھر تین مرتبہ استغفار کر کے خطبہ ختم کیا۔ (بیہقی)

مقام تبوک پر ہی حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ یہ نہایت ہی عاشق بندے تھے جنہوں نے نوجوانی کی حالت میں سارا مال و متاع جائیداد ترک کر کے کمبل کے دو ٹکڑوں میں ہجرت کی۔ باپ فوت ہو گیا تھا۔ چچا وارث تھا اسے پتہ چلا کہ یہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ پہلے سمجھایا پھر مادر زاد ننگا کر کے نکال دیا۔ یہ اسی طرح جا کر ماں کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ ماں نے حال دریافت کیا۔ جب پتہ چلا دین محمدی قبول کیا ہے نفرت سے ایک پھٹا کمبل ان کی طرف پھینکا۔ انہوں نے آدھا کمبل اوپر لیا آدھے سے ستر چھپایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اسی طرح آئے اور واقعہ عرض کیا آپ نے ان کا نام ذوالبجادین رکھا۔ ان کی لاش قبر میں شیخین نے اتاری۔ بلال نے چراغ روشن کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قبر میں لیٹ کر قبر کو برکت دی۔ فرمایا اپنے بھائی کو ادب سے قبر میں اتارو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے قبر پر اینٹیں رکھیں اور دعا فرمائی اے اللہ! میں آج کی شام تک اس سے راضی رہا تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا۔ "کاش اس قبر میں میں دبایا جاتا۔"

(مدارج النبوۃ حصہ دوم)

امیر الحاج حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی **فضیلت** ۹ ھ میں حج فرض ہوا۔ اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحاج بنایا۔ تین سو صحابہ کو ہمراہ کیا تا کہ ان سب کو حج کرائیں۔ جب حجاج کرام کا قافلہ جا رہا تھا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ناقہ کی آواز سنی تو خیال کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ جب ناقہ قریب پہنچی تو دیکھا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

ناقہ عضبا پر سوار ہیں (عضبا حضور ﷺ کے ناقہ کا لقب تھا۔ اس کے معنی کان چرا ہوا) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا "انت امیر اوما مور۔ آپ امیر کی حیثیت سے آئے ہیں یا ماٴمور (تابع) کی حیثیت سے۔ انہوں نے فرمایا۔ اے ابوبکر امیر آپ ہیں۔ میں تو صرف سورۃ برات کا حکم سنانے آیا ہوں" لہٰذا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو پہلا حج امیر الحاج کی شان سے کرایا۔ گویا آپ کی امارت قائم کر دی گئی۔ نمازوں کی امارت حضور ﷺ کے آخری زندگی کے حصہ میں عطا ہوئی۔

ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبہ حج پڑھا۔ مولائے کائنات نے لوگوں کو سورۃ توبہ کی آیات پڑھ کر سنائیں اور اعلان کیا گیا کہ آئندہ کوئی مشرک کعبۃ اللہ کے اندر داخل نہ ہو گا اور نہ ہی کوئی برہنہ بدن حج کرنے کا مجاز ہو گا۔

حجتہ الوداع :۔ ۱۰ھ میں حضور ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا۔ جملہ اطراف میں اطلاع بھیجی گئی کہ حضور ﷺ حج کے لئے جا رہے ہیں۔ اس اطلاع کے پاتے ہی انبوہ درانبوہ لوگ مدینہ منورہ میں جمع ہو گئے اس انبوہ میں ہر درجہ اور ہر طبقہ کے لوگ موجود تھے۔ حضور ﷺ کا یہ پہلا اور آخری حج تھا۔ چونکہ اس حج کے خطبہ میں حضور ﷺ (ﷺ) نے لوگوں سے ایسی باتیں ارشاد فرمائیں جیسے کوئی کسی کو الوداع کہتا ہے اس لئے اس حج کا نام حجتہ الوداع پڑ گیا۔

اس سے پہلے سورۃ النصر نازل ہوئی تھی جو حضور ﷺ کی وفات سے چھ ماہ قبل نازل ہوئی ظاہر ہے ماہ شوال ۱۰ھ میں نازل ہوئی ہو گی اس میں ارشاد فرمایا گیا۔ ترجمہ (جب اللہ کی مدد آ گئی اور مکہ فتح ہو چکا اور (اب) آپ دیکھیں گے کہ اللہ کے دین میں لوگ انبوہ درانبوہ داخل ہو رہے ہیں پس (اس نعمت خداوندی پر) اپنے رب کی حمد بیان کیجئے اور اسی سے (ان لوگوں کے لئے) معافی مانگئے (جنہوں نے پہلے آپ کا مقابلہ کیا اور ایمان لانے میں دیر کی) بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

حج کے لئے قافلہ روانہ ہوا تو آپ نے ذوالحلیفہ (بئر علی) میں آ کر احرام باندھا اور یہیں سے تلبیہ با آواز بلند کہی۔

لبیک اللھم لبیک۔ لا شریک لک لبیک۔ ان الحمد والنعمتہ لک والملک لا شریک لک۔ اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے احرام حج قران کا باندھا یا افراد کا۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ یہ ہے کہ آپ نے حج قران کی نیت کی۔ حج قران میں عمرہ اور حج دونوں کی نیت کی جاتی ہے۔ عمرے کے بعد اسی احرام میں حج کیا جاتا ہے۔ محققین شوافع کا بھی یہی مسلک ہے۔ اسی مقدس کارواں کے ساتھ راستے میں ہر ہر جگہ سے فوج در فوج لوگ شامل ہوتے جاتے تھے۔ جب کسی ٹیلہ یا گہرائی سے گزرتے تو تین بار با آواز بلند اللہ اکبر فرماتے۔

جب مکہ معظمہ کے قریب پہنچے تو ذی طویٰ میں کچھ دیر ٹھہرے۔ اس وقت انک بالواد المقدس طویٰ (اے موسیٰ بے شک تو مقدس طویٰ پر ہے) کی شان سالار قافلہ پہ ظاہر ہوئی۔ پھر بالائے مکہ سے تمام لوگوں کو لے کر داخل ہوئے اور روز روشن میں خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ آٹھویں تاریخ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر منیٰ میں قیام کیا۔ ظہر عصر مغرب اور عشاء ادا کیں۔ ۹ ذی الحجہ کو فجر کی نماز ادا کر کے آفتاب طلوع ہونے پر وادی نمرہ کی طرف روانہ ہوئے اس وادی کے ایک طرف عرفات اور دوسری طرف مزولفہ (مشعرالحرام) ہے۔ مزولفہ سے دن ڈھلنے پر عرفات میں تشریف فرما ہوئے۔ تمام میدان سر تا سر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہر شخص تکبیر و تہلیل۔ تمجید و تقدیس میں مصروف تھا۔ اس وقت ایک لاکھ چوالیس ہزار کا مجمع احکام الہٰی کی تعمیل کے لئے ہمہ تن حاضر تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ قصویٰ نامی پر سوار ہو کر پہاڑی پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔

خطیب الامم کے ارشادات عالیہ یعنی خطبہ حجتہ الوداع

حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا۔

(۱) اے لوگو میرا خیال ہے کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔

(۲) لوگو! تمہارے خون' تمہارے مال' تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی' اس شہر کی اور اس مہینہ کی حرمت کرتے

ہو۔ لوگو تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔

(۳) لوگو! جاہلیت کی ہر بات میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔ جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے ختم کرتا ہوں۔ پہلا خون جو میرے خاندان کا ہے یعنی ابن ربیعہ بن الحارث کا خون جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا' ہذیل نے اسے مار ڈالا تھا' میں چھوڑتا ہوں۔ جاہلیت کے زمانے کا سود ختم کرتا ہوں۔ جو عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے سارے کا سارا چھوڑ دیا گیا۔

(۴) لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور خدا کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لئے حلال بنایا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو نہ آنے دیں۔ لیکن وہ اگر ایسا کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو نمودار نہ ہو۔ (یعنی معمولی! مار سے کوئی نشان نہ پڑے) عورتوں کا حق تم پر بھی ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ۔ اچھا لباس پہناؤ۔

(۵) لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوط پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔

(۶) لوگو! میرے بعد نہ تو کوئی پیغمبر ہے اور نہ کوئی جدید امت پیدا ہونے والی ہے۔

خوب سن لو ! کہ اپنے رب کی عبادت کرو! پنجگانہ نماز ادا کرو۔ سال بھر میں ایک ماہ (یعنی رمضان شریف) کے روزے رکھو! اپنے مالوں کی زکوۃ خوش دلی سے ادا کرو۔ اپنے رب کے گھر کا حج کرو۔ اپنے اولیائے امور اور حکام کی اطاعت کرو۔ جس کی جزا یہ ہے کہ تم جنت بریں میں داخل ہو جاؤ گے۔

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۹۶) سیدنا بالغ ﷺ (۱۰۳۳ = ۷)

(۷) لوگو! قیامت کے دن **وانتم تسئالون عنی فما انت قائلون**۔ تم سے میری بابت بھی دریافت کیا جائے گا۔ مجھے بتاؤ تم کیا جواب دو گے۔

قالو نشھد انک قد بلغت واد یت و نصحت۔ سب نے ایک زبان ہو کر کہا "ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ کے تمام احکام ہم کو پہنچا دیئے آپ ﷺ نے رسالت نبوت کا حق ادا کر دیا۔ آپ ﷺ نے ہم کو کھوٹے اور کھرے میں امتیاز بتا دیا۔ اس وقت آپ نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا اور لوگوں کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہا۔ "اے خدا سن لے۔ تو گواہ رہنا (تین مرتبہ فرمایا) (یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں) پھر فرمایا۔

(۸) جو لوگ موجود ہیں غیر موجود لوگوں کو (قیامت تک) ان باتوں کی تبلیغ کرتے رہنا۔ ممکن ہے کہ بعض سامعین سے وہ لوگ (مراد محدثین کرام۔ آئمہ اور علماء ہیں) زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہوں جن پر تبلیغ کی جائے۔

اللھم صلی وسلم وبارک علی من اسمہ

(۹۷) سیدنا کامل ﷺ (۹۱ = ۱۰)

حجتہ الوداع میں جو خطبہ ارشاد فرمایا۔ انہیں غور سے پڑھئے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ خطبہ میں جو باتیں ارشاد ہوئیں۔ یہ وہی اصول اور احکام ہیں جن پر عمل کرنا مسلمان کے فرائض میں داخل ہے۔ اسی میں مکمل دین کی اشاعت ہے۔ اسی کامل ﷺ کے اصولوں پر چل کر دنیا و دین دونوں میں سربلندی حاصل ہو سکتی ہے اور کامل نبی ﷺ کے حکم کی اطاعت میں مسلمان کامل بن سکتا ہے۔ نبی ﷺ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ کی کاملیت کے بارے میں **آیتہ** کریمہ نازل ہوئی۔ **الیوم اکملت لکم دینکم اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا**" آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے (اپنے کامل نبی ﷺ کی بدولت) کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں۔ (یہ بھی کامل نبی ﷺ کی بدولت) اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا۔

ایک یہودی نے حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ "اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن عید مناتے۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مجھے خوب معلوم ہے جس دن یہ آیت نازل ہوئی عرفے کا دن تھا۔ اس دن یوم جمعہ بھی تھا۔ یعنی مسلمانوں کی بھی عید ہے۔ جمعہ کے دن بھی عید ہوتی ہے اور عرفہ کے دن بھی عید ہوتی ہے۔ (تواریخ حبیب اللہ) اس روایت سے ان لوگوں کا رد ہوا جو کہتے ہیں۔ اہل سنت جو عید میلاد النبی کہتے ہیں (ﷺ)

یہ تیسری عید کہاں سے آئی؟:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو یہودی کو جواب دیا وہی ان کے لئے جواب کافی ہے (ف) جس دن اللہ کی نعمت کا نزول یا ظہور ہو وہ اس کے بندوں کے لئے عید کا دن ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اس پر دلیل دی گئی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ اے اللہ ہم پر خوان نعمت آسمانوں سے نازل فرما جو

ہمارے اولین و آخرین کے لئے عید ہو۔" (۵:۱۱۴)

حضور ﷺ نے یوم النحر کو ۶۳ اونٹ اپنے دست اقدس سے ذبح کئے اور ۳۷ اونٹ حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی نے حضور ﷺ کی جانب سے ذبح کئے (۱۰۰) یہ قربانی منیٰ میں کی گئی جو ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے قربان گاہ چلی آتی تھی۔ قربانی سے فارغ ہو کر بیت اللہ شریف آئے اور طواف وداع فرمایا۔ غرض نبی اکرم ﷺ اس عظیم الشان کامیابی کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار برگزیدہ بندوں کے سامنے توحید کی تعلیم و عمل اور البلاغ والوداع کے بعد نہایت مسرور ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔

خطیب الامم کا ایک اور خطبہ سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ تعالٰی الکریم کو مولائے کائنات کا خطاب راہ میں بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی بابت کچھ شکایات کیں۔ شکایات کا تعلق حضرت شیر خدا کے چند افعال سے تھا جو حکومت یمن میں جناب مرتضٰی سے تقسیم غنیمت کے متعلق صادر ہوئے تھے۔

خطبہ غدیر خم شکایت کی بنیاد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا اپنا ہی قصور فہم تھا۔ حضور ﷺ نے مقام خم غدیر پر ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا جس میں اہل بیت رضوان اللہ تعالٰی علیہم کی شان و منزلت کا اظہار فرمایا۔ یاد رہے کہ غدیر بڑے تالاب کو کہتے ہیں اور خم اس تالاب کا نام تھا۔ خطبہ

"حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔" کیا میں تم سب کی جانوں سے عزیز نہیں ہوں۔" سب نے عرض کیا "ہاں یا رسول اللہ؟ ہم آپ ﷺ کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز جانتے ہیں۔ فرمایا "کیا میں تمہارا مولا نہیں ہوں" عرض کیا آپ ﷺ ہمارے مولا و آقا ہیں" فرمایا "جان لو! **من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اللھم وال من والاہ۔ وعاد من عادا ○ واخذل منم خذلہ۔ وانصر من نصرہ۔ والحق معہ حیث کان۔** (جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ اے اللہ جو علی کو دوست رکھے تو اسے دوست رکھ جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔ جو اسے ذلیل کرے تو اسے ذلیل کر۔ جو اس کی مدد کرے تو اس کی مدد کر اور جہاں بھی علی ہو اے اللہ تو اس

کے ساتھ رہے۔ سب نے یہ خطبہ سنا لیکن اس خطبہ سے جو خوشی عمر فاروق ؓ کو حاصل ہوئی وہ ظاہر ہے فرمایا بخٍ بخٍ یا ابن ابی طالب اصبحت مولاً کل مومن ومومنۃ مبارک! مبارک اے ابن ابی طالب! آپ نے تمام مومنین کی جانوں کے دوست و مولا بن کر صبح کی۔ اس خطبہ کے بعد حضرت بریدہ اسلمی ؓ نے تازیست مولائے کائنات سے محبت قائم رکھی بالآخر ان کی طرف سے لڑتے ہوئے جنگ جمل میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی سیدنا ومولینا
محمد وعلی آل سیدنا ومولینا
محمد کما صلیت علی ابراھیم
وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید
اللھم بارک علی سیدنا ومولینا
محمد وعلی آل سیدنا ومولینا
محمد کما بارکت علی ابراھیم
وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید
السلام علیک ایھا النبی
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۹۸) سیدنا واصل ﷺ (۳۸ = ۱۰)

(اللہ سے ملنے والے)

آخری رمضان ۱۰ ھ میں نبی ﷺ نے بیس یوم اعتکاف فرمایا (مشکوۃ) حالانکہ ہر سال دس دن اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ ۱۰ ھ میں ہی اذا جاء نازل ہوئی اور ۱۰ ھ ۹ ذی الحجہ کو آیت تکمیل دین' تمام نعمت نازل ہوئی۔ آپ ﷺ سمجھ گئے کہ آخری سفر کی تیاری ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کو اپنی موت قریب ہونے کی اطلاع فرما دی تھی حجتہ الوداع میں لوگوں کو بھی بتا دیا تھا کہ آئندہ میں اور تم اکٹھے نہ ہوں گے۔ شروع ماہ صفر ۱۱ ھ آپ ﷺ نے سفر آخرت کی تیاری شروع کر دی۔ ایک روز آپ ﷺ احد تشریف لے گئے اور شہدائے احد کے گنج شہیداں پر نماز (جنازہ) پڑھی۔ واپسی پر منبر پر رونق افروز ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔

لوگو! میں تم سے آگے جانے والا ہوں اور تمہاری شہادت دینے والا ہوں۔ خدا کی قسم! میں حوض کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے ممالک کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں ہیں (یعنی میں صاحب الکوثر ہوں۔ میں مفتاح الخزائن ہوں۔ میں غائب کو دیکھتا ہوں) مجھے یہ ڈر نہیں کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے ہاں یہ کہ ایک دوسرے سے الجھنے لگو گے (بخاری)

پھر بقیع کے قبرستان میں نیم شب کو قدم رنجہ فرمایا۔ آسودگان بقیع کے لئے دعا کی اور ہر دو جگہ ان بکم سلا حقون کا جملہ استعمال کیا۔ گویا اہل قبرستان کو مژدہ تشریف آوری سنایا۔ پھر ایک روز مسلمانوں کو جمع کر کے

خطبہ ارشاد فرمایا

مرحبا! مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت میں رکھے۔ تمہاری شکستہ دلی کو دور

فرمائے۔ تمہیں رزق دے۔ تمہاری مدد کرے۔ تمہیں بلندیاں عطا فرمائے' تمہیں امن و امان سے رکھے۔ میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ ہی کو تمہارا خلیفہ بناتا ہوں میں تم کو اس لئے ڈراتا ہوں کیوں کہ میں نذیر اور مبین ہوں۔ اللہ کی بستیوں اور اس کے بندوں میں تکبر اور برتری کو اختیار نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

تلک الد ار الاخرۃ نجعلھا للذ ین لا یریدون علوا فی الارض ولا فساد والعاقبتہ للمتقین ○ یہ آخرت کا گھر ہے ہم ان لوگوں کو دیتے ہیں جو زمین میں برتری اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور بہترین انجام تو پرہیز گاروں کے لئے ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم نہیں آخر میں فرمایا "سلام تم سب پر اور ان سب پر جو بذریعہ اسلام میری بیعت میں داخل ہوں گے۔

(وصل) وصال کی تیاری یعنی آغاز مرض

غالباً" ۲۹ صفر تھا اور دو شنبہ کا دن حضور ﷺ ایک جنازے سے واپس آ رہے تھے کہ واپسی پر درد سر ہو گیا پھر شدید بخار ہو گیا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو رومال سر پر باندھ رکھا تھا وہ اس قدر گرم تھا کہ اس سے سینک آتا تھا۔ بدن ایسا گرم تھا کہ میرے ہاتھ کو اس کی گرمی برداشت نہ ہوئی۔ میں نے تعجب کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا انبیاء سے بڑھ کر کسی کو تکلیف نہیں ہوتی۔ اسی لئے ان کا اجر سب سے بڑا ہوتا ہے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فہم و ادراک ایک دن فرمایا ایک بندے کو اس بات کا اختیار دیا گیا کہ دنیا اختیار کرے یا آخرت حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے اور عرض کیا "میرے والدین آپ ﷺ پر قربان ہوں راوی کہتے ہیں کہ ہم متحیر ہوئے کہ حضور ﷺ نے ایک بندے کا ذکر کیا ہے ابوبکر صدیق کیوں روتے ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ بندے سے مراد حضور ﷺ تھے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ حضور

ﷺ کی بات سمجھنے والے، فہم و ادراک والے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اے ابوبکر! مت روئیے۔ سب آدمیوں سے زیادہ احسان مجھ پر ابوبکر کے مال کا ہے۔ یہ میرے ساتھ سب سے زیادہ رفاقت کرنے والے ہیں۔ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن وہ اسلامی بھائی اور دوست ہیں۔ مسجد میں سوائے ابوبکر کے کسی کا دروازہ کھلا نہیں رہنا چاہئے۔ (مشکوۃ)

سیدہ فاطمہ سے سرگوشی :۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (انہی ایام میں) ایک بار حضور ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کان میں سرگوشی فرمائی۔ تو وہ رونے لگیں پھر دوسری بار سرگوشی فرمائی تو وہ مسکرانے لگیں۔ میں نے سیدہ فاطمہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگیں کہ میں ابا جان کا راز افشا نہ کروں گی۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد جو میں نے ان سے پوچھا تو کہنے لگیں "پہلی سرگوشی میں اپنے وصال کی خبر دی تو میں رونے لگی اور فرمایا "جبریل ہر سال رمضان میں ایک بار آ کر قرآن مجید کا دور کرتے تھے اس سال دو مرتبہ آئے۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ میری اجل قریب ہے سو تم اللہ سے ڈرتی رہو اور صبر کرو۔ میں تمہارا اچھا بزرگ تم سے پہلے جاتا ہوں۔ اس پر میں رونے لگی۔ دوسری سرگوشی میں فرمایا "اہل بیت میں تم سب سے پہلے مجھے ملو گی تو میں مسکرانے لگی۔

روایات میں یہ بھی ہے کہ جب آپ ﷺ نماز کے لئے مسجد میں نہ جا سکے تو فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم کرو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے خیال کیا جو شخص آپ کی جگہ امام ہو گا اور حضور ﷺ کا وصال ہو جائے تو لوگ اسے منحوس ہی خیال کریں گے اس لئے میں نے عرض کیا کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نرم دل ہیں جب آپ ﷺ کو مصلی پر نہ پائیں گے تو بیتاب ہو جائیں گے اور نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ ابوبکر کو حکم کرو وہ نماز پڑھائیں۔ فرماتی ہیں میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیلئے نماز پڑھانے کی اجازت لے لو۔ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا حضور ﷺ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا "تم مجھے زنان مصر کی طرح بنانا چاہتی ہو!" "ابوبکر رضی اللہ عنہ کے

ہوتے ہوئے دوسرا امام ہرگز نہ ہونا چاہئے۔" رضی اللہ عنہ

صاحب تواریخ حبیب اللہ نے یہ روایت بھی بیان کی ہے۔ موذن نے جماعت کے لئے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی۔ آپ نے عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "لوگوں کو کہہ دو نماز پڑھ لیں" عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہ پا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جماعت کے لئے کہا۔ انہوں نے نماز پڑھانی شروع کر دی۔ حضور ﷺ نے عمر کی آواز کو سن کر فرمایا "کیا یہ آواز عمر کی نہیں ہے؟" عرض کیا گیا کہ عمر کی ہی آواز ہے۔ آپ نے تاکید فرمایا **"خبردار! ابوبکر کے سوا کوئی امام نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کو سوائے ابوبکر کے کسی کی امامت منظور نہیں۔"**

حضور ﷺ نے بیماری کے گیارہ دن مسجد میں آکر خود نماز پڑھائی۔ بیماری کے سب دن ۱۳ یا ۱۴ تھے۔ آخری ہفتہ حضور ﷺ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں پورا فرمایا تھا۔ آپ فرماتی ہیں "جب حضور ﷺ بیمار ہوتے تو یہ دعا پڑھ کر اپنے ہاتھ جسم پر پھیرا کرتے تھے۔

دعا برائے شفاء **اذھب الباس رب الناس۔** اے لوگوں کے پروردگار! بیماری کو دور کر دے۔ **واشف انت الشافی۔ لا شفاء الا شفاءک لا یغادر سقما"** شفاء عطا فرما تو ہی شفاء دینے والا ہے۔ شفاء وہی ہے جو تو شفاء دے۔ ایسی شفا دے کہ بیماری باقی نہ رہے۔ فرماتی ہیں میں نے یہ دعا پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے آپ کے جسم اطہر پر ہاتھ پھیرنے چاہے تو حضور ﷺ نے ہاتھ ہٹا دیئے اور فرمایا **اللھم اغفرلی الحقنی بالرفیق الاعلی** (بخاری شریف)

وصال شریف سے پانچ دن پیشتر کہ اس دن بدھ تھا حضور ﷺ نے مخضب (ٹب) میں بیٹھ کر سات کنوؤں کا پانی اپنے سر پر ڈلوایا۔ اس سے کچھ سکون ہوا طبیعت ہلکی ہوئی تو مسجد میں رونق افروز ہوئے اور **خطبہ ارشاد فرمایا** ------"تم سے پہلے ایک ایسی قوم ہلاک ہوئی جس نے انبیا کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا تم ایسا نہ کرنا۔ ان یہودیوں اور نصرانیوں پر اللہ لعنت کرے جنہوں نے انبیا اور صلحاء کی قبور کو

سجدہ گاہ بنایا۔ (بخاری۔ مسلم)

میری قبر کو میرے بعد ایسا نہ بنائیو کہ اس کی پرستش ہوا کرے (موطا امام مالک)

اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہے جنہوں نے قبور انبیاء کو مساجد بنایا۔ دیکھو میں اس سے منع کرتا ہوں۔ میں نے تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔ الٰہی تو اس پر گواہ رہنا الٰہی تو اس پر گواہ رہنا۔

خطبہ :۔ نماز پڑھائی پھر منبر پر اجلاس فرمایا یہ حضور ﷺ کی منبر پر آخری نشست تھی (زرقانی) میں تم کو انصار کے حق میں وصیت کرتا ہوں۔ یہ لوگ میرے جسم کے پیرہن میرے زاد راہ رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے حقوق ادا کئے ہیں۔ ان کے حقوق باقی ہیں۔ ان میں سے اچھا کام کرنے والے کی قدر کرنا۔ لغزش کرنے والے سے درگزر کرنا۔ ایک بندہ کے سامنے دنیا پیش کی گئی اس نے آخرت کو قبول کیا۔ (یہ حدیث پیچھے بیان ہو چکی ہے)

پنجشنبہ وصال سے چار دن پیشتر مرض میں شدت ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا "لاؤ میں تمہیں لکھ دوں کہ میرے بعد گمراہ نہ ہو" بعض صحابہ نے کہا شدت مرض سے فرمایا ہے ہمارے پاس قرآن مجید موجود ہے وہ ہمیں کافی ہے۔ آپس میں اختلاف ہوا۔ جب شور و شغب بڑھا تو حضور ﷺ نے سب کو اٹھ جانے کا حکم دیا۔ (بخاری)

(ف) فقیر کہتا ہے یہ نوشتہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور خلافت کے بارے میں ہی ہو سکتا ہے۔ پیچھے وضاحت ہوئی کہ حضور ﷺ نے فرمایا "ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی امامت نہیں کرا سکتا" دوسرے قرآن مجید کی اتباع تھی۔ وہ لوگوں نے خود عرض کر دی۔ حضور ﷺ نے جان لیا یہ قرآن پر راضی ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ بس راہ راست پر ہیں۔ شور آپ ﷺ کو اچھا نہ لگا طبیعت ناساز تھی اس لئے لوگوں کو باہر جانے کا حکم دیا۔ اگر اس امر کے علاوہ کوئی اور بات ہوتی تو آپ ضرور لکھتے یا لکھواتے ہیں۔ نبی اپنا کام ادھورا نہیں چھوڑا کرتا۔

اس کے بعد اسی روز تین وصیتیں فرمائیں۔

(۱) یہود کو عرب سے باہر کر دیا جائے۔
(۲) وفود کی عزت اور مہمانی یونہی کی جائے جیسے میں کرتا تھا۔
(۳) تیسری وصیت قرآن مجید کی اتباع کے متعلق فرمائی۔

اسی روز مغرب تک کی نمازیں خود پڑھائیں۔ نماز مغرب میں سورۃ المرسلات کی تلاوت فرمائی۔ اس سورۃ کی آخری آیت **فبای حدیث بعدہ یومنون** ○ (قرآن مجید کے بعد اور کس چیز پر ایمان لاؤ گے) اس میں بھی قرآن مجید کی شان جلالت ہے۔

اسی روز نماز عشاء کے لئے مسجد میں جانے کا تین بار عزم کیا لیکن ہر دفعہ جب وضو کیلئے بیٹھتے تو بیہوشی طاری ہو جاتی آخر فرمایا "ابوبکر نماز پڑھائیں۔ لوگوں نے جب حضور ﷺ کو مصلی پر نہ پایا اور ابوبکر کو امام پایا تو فرط غم سے لوگوں کی چیخیں نکل گئیں آپ نے پوچھا "شور کیسا ہے؟" سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حال عرض کیا۔ پھر آپ مسجد میں آئے لوگوں کو تسلی دی فرمایا "لوگو! تمہیں خدا کے سپرد کیا۔ اللہ سے ڈرتے رہو! اس کی اطاعت کرو۔ میں دنیا سے جا رہا ہوں۔ کبھی کوئی نبی دنیا میں ہمیشہ نہیں رہا۔ تم خوش قسمت امت ہو کہ میں تمہارے سامنے وصال کر رہا ہوں۔ جس امت سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ تو اس کا نبی زندہ رہتا ہے امت تباہ ہو جاتی ہے۔ **اس حکم سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی حیات پاک میں سترہ نمازیں پڑھائیں۔**

دو یا ایک دن قبل از وصال شنبہ یا **یکشنبہ** ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ظہر قائم ہو چکی تھی کہ نبی ﷺ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر سہارا دیئے ہوئے جماعت میں حاضر ہوئے۔ صدیق اکبر پیچھے ہٹنے لگے لیکن آپ نے باشارہ پیچھے ہٹنے سے منع فرمایا۔ پھر صدیق اکبر کے برابر بیٹھ کر نماز میں داخل ہو گئے۔ اب صدیق اکبر حضور ﷺ کی اقتدا فرماتے تھے اور باقی سب لوگ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تکبیرات پر نماز ادا کر رہے تھے۔ (بخاری۔ مسلم)

یکشنبہ ایک دن قبل سب غلاموں کو آزاد فرما دیا۔ ان کی تعداد چالیس تھی۔ گھر میں سات سو دینار موجود تھے وہ غربا کو تقسیم کر دیئے۔ اس دن شام کو چراغ روشن

کرنے کے لئے سیدہ نے تیل پڑوسن سے عاریتاً منگوایا۔ اسلحہ لوگوں کو ہبہ کر دیا۔

آخری دن یعنی قیامت صغریٰ کا ظہور

۱۲۔ ربیع الاول شریف ۱۱ھ دو شنبہ نماز فجر کے وقت آپ ﷺ نے وہ پردہ اٹھایا جو حجرہ صدیقہ اور مسجد طیبہ کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اس وقت نماز ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک حضور ﷺ اس پاکیزہ منظر کو دیکھتے رہے جو آپ ﷺ ہی کی تعلیم کا نتیجہ تھا۔ (مسلم شریف)

اس نظارے سے رخ انور پر بشاشت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس وقت چہرہ مبارک ورق قرآن معلوم ہوتا تھا۔ (روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ صحیحین) ورق قرآن کی تشبیہ ایک عجیب سی ہے۔ لیکن آج اس منظر کو سامنے رکھیں کہ ورق قرآن پر طلائی کام ہوتا ہے۔ اس وقت چہرہ اقدس پر زردی چھائی ہوئی تھی۔ سفید دانت چاندی کی طرح چمک رہے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خوب خوشگوئی کے ساتھ تشبیہ فرمائی ہے۔ سبحان اللہ صحابہ کرام کا شوق اور اضطراب سے یہ حال تھا کہ ان کی توجہ رخ پرنور ہی کی طرف تھی (یعنی کھڑے تو نماز میں تھے لیکن نظریں کعبہ کی طرف نہ تھیں بلکہ آپ کی طرف تھیں) وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ شاید حضور ﷺ نماز میں آئیں گے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نگاہ بھی اسی طرف تھی۔

(اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں حضور ﷺ کا تصور صحابہ کرام کی سنت ہے) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پردہ کو اٹھا دیکھ کر مصلی سے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کرنے لگے تو حضور ﷺ نے اشارہ سے منع فرما دیا (اس سے یہ معلوم ہوا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پوری توجہ حضور ﷺ کی طرف تھی نہ کہ کعبہ کی طرف۔ اصل کعبہ ہی حضور ﷺ انور کا چہرہ اقدس ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے خوب فرمایا۔

حاجیوں آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

اعلیٰ حضرت سے معذرت کے ساتھ فقیر یوں عرض کرتا ہے کہ گویا جبریل علیہ السلام یوں کہہ رہے تھے۔

صحابیو آج نماز میں آقا کا چہرہ دیکھو
کعبہ کو کیا دیکھو کعبہ کا کعبہ دیکھو

اشارہ سب کی تسکین کا باعث ہوا۔ پھر حضور ﷺ نے پردہ گرا دیا یہ نماز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مکمل کی۔ یہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں صحابہ کی آخری نماز تھی جو حضور ﷺ کی موجودگی میں خلیفۃ المسلمین اول کے پیچھے ادا کی گئی۔ (بخاری و مسلم)

ذرا دن نے روشنی کی تو سرکار ابد قرار نے سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کو اپنے قریب بلایا۔ کان میں کچھ بات کہی (یہ روایت پیچھے بیان ہوئی) اسی روز حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ الزہراء کو سیدہ نساء العلمین ہونے کی بشارت دی۔ انہوں نے کہا حضرت مریم علیہا السلام کدھر گئیں۔ فرمایا "وہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہیں اور تم میری امت کی عورتوں کی سردار ہو" سیدہ نے آپ کی حالت کو دیکھ کر کہا آہ کتنی تکلیف ہے!

فرمایا "بیٹی! آج کے بعد تیرے باپ کو کوئی تکلیف نہ ہو گی" پھر شہزادگان حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو بلایا اور انہیں پیار کیا۔ ان کے احترام کا حکم دیا۔ (مدارج النبوت) ازواج مطہرات کو بلا کر انہیں نصیحتیں کیں۔ پھر علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنیٰ کو بلایا۔ انہوں نے آتے ہی آپ کا سر مبارک اپنی گود میں رکھ لیا ان کو بھی نصیحت فرمائی۔ اس وقت آپ کے بخار کی گرمی کی تپش شیر خدا کے چہرہ پر محسوس ہو رہی تھی۔ اسی موقعہ پر فرمایا۔

الصلوۃ - الصلوۃ وما ملکت ایمانکم

نماز کی پابندی کرنا۔ نماز کی پابندی کرنا۔ غلام اور لونڈیوں سے اچھا برتاؤ کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ پر نور کی آخری وصیت و تبلیغ تھی۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں اس ارشاد گرامی کو بار بار دہراتے رہے۔ (یعنی نماز کی اہمیت کا اظہار فرماتے رہے)

نزع کا عالم

رضی اللہ عنہا آپ کو پس پشت سہارا دیئے بیٹھی تھیں۔ پانی کا پیالہ حضور ﷺ کے سرہانے رکھا تھا۔ حضور ﷺ پیالہ میں ہاتھ ڈال کر منہ پر پھیرتے تھے۔ چہرہ اقدس کبھی سرخ ہوتا اور کبھی زرد۔ زبان مبارک پر تھا **لا الہ الا اللّٰہ ان سکرات الموت بالحق۔** (صحیح بخاری) اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی حضور ﷺ کی نظر مسواک کی طرف ملتفت ہوئی تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی سے مسواک لے کر اپنے دانتوں سے نرم کی اور حضور ﷺ کو پیش کی آپ ﷺ نے آخری وقت مسواک کی جس طرح لوگوں کو نماز کی اہمیت بتلائی عین اسی طرح مسواک کی اہمیت اور افادیت بتائی۔ آج کا مسلمان دونوں سے غافل ہے۔ نماز کی پرواہ نہیں۔ مسواک کی جگہ ٹوتھ پیسٹ استعمال ہونے لگا ہے اور طرح طرح کی روحانی اور جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہے (**اللھم اھد نا الصراط المستقیم**) زبان قدسی سے فرمایا۔

اللھم الرفیق الاعلی

اسی وقت ہاتھ نرم پڑ گیا۔ آنکھ کی پتلی اوپر کو اٹھ گئی۔ (بخاری شریف)

۶۳ سال کی عمر میں ہادی عالم ﷺ اپنا فرض تبلیغ توحید مکمل کر کے ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱ھ یوم دو شنبہ بوقت چاشت واصل باللہ ہوئے۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ○

افائن مت فھم الخلد ون ○ (۲۱:۳۴)

(اے محبوب اگر آپ نے انتقال فرمایا تو کیا یہ ہمیشہ رہیں گے)

دشمنان رسول (ﷺ) اپنی گمراہی اور عناد کی بنا پر یہ کہا کرتے تھے کہ ہم حوادثات زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ عنقریب محمد (ﷺ) کو موت آ گھیرے گی۔ ان سے چھٹکارا ہو گا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور فرمایا "اے کہ یہ ہمارا نظام ہے اس دنیا میں تو کسی کو ہمیشگی حاصل نہیں ہے۔ **کل نفس ذائقۃ الموت** (۲۱:۳۵) موت کے پنجے سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ (خزائن العرفان)

آپ ﷺ کے وصال شریف کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر غم کے پہاڑ

ٹوٹ پڑے۔ اس حادثہ عظیمہ سے دو چار ہونے پر فرمایا۔

"پیارے ابا جان نے دعوت حق کو قبول کر لیا اور فردوس بریں میں نزول فرمایا۔
آہ جبریل کو اس حادثہ کی خبر کون پہنچا سکتا ہے۔ پھر فرمایا (رحمۃ اللعلمین)

الٰہی روح فاطمہ کو روح محمد (ﷺ) کے پاس پہنچا دے۔ الٰہی مجھے دیدار رسول سے مسرور بنا دے۔ الٰہی مجھے اس مصیبت کے ثواب سے تو بے نصیب نہ رکھ اور روز محشر شفاعت رسول سے محروم نہ فرما۔۔۔۔ سیدہ عائشہ صدیقہ نے اس حادثہ پر یوں کہا۔

آہ! وہ نبی جس نے فقر کو غنی پر اور مسکینی کو تو انگری پر اختیار فرمایا۔
آہ! وہ دین پرور جو امت عاصی کے فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سویا
جس نے ہمیشہ بڑی استقامت و استقلال سے نفس کے ساتھ محاربہ کیا۔
جس نے منہیات کو ذرہ بھر بھی نگاہ التفات سے نہ دیکھا۔
جس نے بر و احسان کے دروازے ارباب فقر و احتیاج پر کبھی بند نہ کئے۔
جس کے ضمیر منیر کے دامن پر دشمنوں کی ایذا کا ذرا بھر بھی غبار نہ بیٹھا۔
آہ! وہ جس کے موتی جیسے دانت پتھر سے توڑے گئے۔
آہ! وہ جس کی نورانی پیشانی کو زخمی کیا گیا۔
آج ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دنیا سے رخصت ہوئے۔

یہ خبر سنتے ہی صحابہ کرام سراسیمہ و حیران' دیوانہ و سرگرداں ہو گئے کوئی جنگل کی طرف بھاگ نکلا کوئی ششدر ہو کر جہاں تھا وہیں ساکت ہو گیا۔ عمر فاروق نے تلوار میان سے نکال لی اور کہنے لگے جو کہے گا کہ رسول اللہ انتقال کر گئے میں اسے قتل کر دوں گا۔

راز دار مصطفیٰ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حجرہ صدیقہ میں گئے۔ آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا "جب آپ ظاہراً" زندہ تھے تو پاک تھے آج جبکہ آپ ﷺ رحلت فرما چکے جب بھی پاک ہیں۔ جو موت آپ پر وارد ہوئی دوبارہ نہ ہو گی۔ پھر مسجد میں تشریف لائے حمد و ثناء کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا۔

"جو کوئی تم میں سے محمد (ﷺ) کی عبادت کرتا تھا تو وہ جان لے کہ محمد ﷺ انتقال فرما گئے ہیں اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا تو بیشک اللہ تعالیٰ حی لا یموت ہے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا۔

وما محمد الا رسول محمد تو ایک رسول ہے ان سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں۔ اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں (اسلام) سے پھر جاؤ گے۔ جو کوئی (اسلام) سے پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ تو شکر گزاروں کو اچھا بدلہ دینے والا ہے۔ (بخاری شریف)

جب صحابہ نے یہ خطبہ سنا تو سب کے ہوش و ہواس صحیح ہو گئے۔ سب کی زبان پر جاری تھا۔ **وما محمد الا رسول**۔ سب صحابہ نے یوں معلوم کیا گویا یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے۔ مسلمانوں پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا یہ احسان ہوا کہ سب نے حضور ﷺ کی رحلت کو قبول کر لیا۔

مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنی اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دیا۔ مرتضیٰ جسم پر ہاتھ پھیرتے تھے اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ پانی ڈالتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ایک شخص انصار سے بھی شامل کیا گیا لیکن ماسوائے حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کسی نے جسم کو ہاتھ نہ لگایا۔ غسل کے بعد تین کپڑوں کا کفن دیا گیا تہمند قمیض (لفافہ) ایک چادر

نماز جنازہ :۔ تجہیز و تکفین کے بعد جسم اطہر اسی حجرہ صدیقہ میں رکھا گیا جہاں آپ کا انتقال ہوا۔ اسی حجرہ میں غسل دیا گیا۔ نماز جناہ پہلے اہل بیت و اقربا نے ادا کی پھر مہاجرین اور انصار نے مردوں' بچوں اور عورتوں نے بھی ادا کی۔ اس نماز میں کوئی امام نہ تھا۔ حجرہ مبارک تنگ تھا۔ اس لئے دس دس اشخاص اندر جاتے تھے جب وہ فارغ ہو جاتے تو دوسرے دس اندر تشریف لے جاتے۔ یہ سلسلہ شب و روز جاری رہا۔

اسی لئے تدفین مبارک شب بدھ (۱۳ - ۱۴) کی درمیانی رات) رحلت کے ۳۲ گھنٹہ بعد عمل میں آئی۔ اسی حجرہ مقدسہ میں دفن ہوئے جہاں انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ

اس تجویز سے اتفاق فرمایا تھا۔

آپ کی نماز جنازہ میں نہ تکبیر تھی نہ سلام بس یہ دعا پڑھی گئی۔ ان اللّٰه وملئکته یصلون علی النبی یایھا الذ ین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما ○ اللھم ربنا لبیک وسعد یک صلوت اللّٰه البر الرحیم وملئکته المقربین والنبین والصد یقین وما سبح لک من شیئی یا رب العالمین علی محمد بن عبد اللّٰه خاتم اللنبین وسید المرسلین واما المتقین ورسول رب العالمین الشاھد المبشر الد اعی باذ نک السراج المنیر وبارک علیه وسلم۔ (رحمتہ للعلمین بحوالہ زرقانی جلد ۸ ص ۲۹۳)

مولای صل وسلم دائما ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم



اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۹۹) سیدنا حامل لواء الحمد ﷺ (۲۰۰ = ۲)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

انا حبیب اللہ ولا فخر۔ (میں اللہ کا حبیب ہوں اس پر فخر نہیں کرتا۔

وانا حامل لواء الحمد یوم القیمتہ ولا فخر۔ میں قیامت کے دن لواء حمد پکڑنے والا ہوں اس پر بھی مجھے فخر نہیں۔ (مواہب لدنیہ بحوالہ (ترمذی شریف)

آپ حامل لواء الحمد کے ساتھ حقیقتاً" مسمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ آپ کا مقام کیا ہے جبکہ آپ دو جہانوں میں **احمد الخلق** ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوائے حمد عطا کیا ہے تاکہ آپ کے پاس اولین و آخرین جمع ہو کر سکون حاصل کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

ادم فمن دونہ تحت لوائی آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ جو بھی ہیں۔ میرے جھنڈے تلے کھڑے ہوں گے۔ یہ بھی روایت ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی آپ بہت حمد و ثنا کریں گے تو آپ کو لوائے حمد عطا کیا جائے گا۔ (مواہب لدنیہ)

امام دیو بند تھانوی صاحب اپنی کتاب نشر الطیب میں لکھتے ہیں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے ہاتھ میں لواء حمد ہو گا اور میں فخر کی راہ سے نہیں کہتا اور جتنے نبی ہیں آدم (علیہ السلام) بھی اور ان کے علاوہ اور بھی وہ سب میرے اس لواء کے نیچے ہوں گے (ترمذی) قیامت کے دن لوگوں کو میں بشارت دینے والا ہوں۔ جب وہ نا امید ہو جائیں گے اور کرامت اور (ہر خیر) کی کنجیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی اور لواء حمد اس روز میرے ہاتھ میں ہو گا اور میں اپنے رب کے نزدیک تمام بنی آدم سے زیادہ مکرم ہوں گا ایک ہزار خادم (میرے اکرام و خدمت کے لئے) میرے پاس آمد و رفت کریں گے (اور ایسے حسین ہوں گے) گویا کہ وہ بیضے ہیں جو (غبار وغیرہ سے) محفوظ ہیں یا موتی ہیں جو بکھرے پڑے ہوں۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور دارمی نے ------ نشر الطیب ص ۲۴۴۔

امام اہلسنت مجدد دین و ملت اعلیحضرت مولانا احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں

اصالت کل امامت کل سیاحت کل امارت کل
حکومت کل ولایت کل خدا کے یہاں تمہارے لئے
صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زبان تمہارے لئے
جس کے زیر لوا آدم ومن سوا
اس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

اور ہم بھی لوا کے تلے اعلیحضرت کی زبان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا سنیں (امین)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰينَا
مُحَمَّدٍ طِبِّ الْقُلُوْبِ وَدَوَائِهَا
وَعَافِيَةِ الْأَبْدَانِ وَشِفَائِهَا وَنُوْرِ
الْأَبْصَارِ وَضِيَائِهَا وَعَلٰى آلِهٖ
وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا.

اللھم صل وسلم وبارک علی من اسمہ

(۱۰۰) سیدنا **شفیع** ﷺ (۳۶۰ = ۱۰)

من ذ الذی یشفع عندہ الا باذ نہ (۲۵۵: ۲)

وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے۔ (کنزالایمان)

اس (آیت) میں مشرکین کا رد ہے جن کا گمان تھا کہ بت شفاعت کریں گے۔ انہیں بتا دیا گیا کہ کفار کے لئے شفاعت نہیں ہے اللہ کے حضور ماذونین کے سوا کوئی شفاعت نہیں کر سکتا۔ اذن والے انبیاء و ملا ئکہ و مومنین ہیں (تفسیر خزائن العرفان)

یوم یقوم الروح و الملئکتہ صفا لایتکلمون الا من اذ ن لہ الرحمن وقال صوابا ۝ (۳۸: ۷۸)

جس دن جبریل کھڑا ہو گا اور سب فرشتے پرا باندھے کوئی نہ بول سکے گا (اس کے رعب و جلال سے) مگر جسے رحمن نے اذن دیا (یعنی ماذونین) اور اس نے ٹھیک بات کہی۔ (کنز الایمان) کسی کو کلام شفاعت حاصل نہ ہو گا ماسوائے ماذونین کے جس نے صحیح صحیح بات کی ہو گی اور اسی کے مطابق عمل کیا ہو گا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ٹھیک بات سے مراد لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔

سب سے اعلیٰ و افضل ماذون سرکار دو عالم ﷺ ہیں۔

اب حضرات دیوبند کے حکیم الامت جناب تھانوی صاحب کی قلم کاری ملاحظہ ہو!

حدیث نمبرا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سردار ہوں گا اولاد آدم کا (یعنی کل آدمیوں کا) قیامت کے روز اور میں ان سب میں پہلا ہوں گا۔ جن کی قبر شق ہو گی (یعنی سب سے پہلے میں قبر سے اٹھوں گا اور سب شفاعت کرنے والوں) سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے اول میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

حدیث نمبر۲ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں خصائص کا ذکر ہے یہ جملہ بھی حضور ﷺ کا ارشاد فرمایا ہوا مروی ہے کہ مجھ کو شفاعت (کبریٰ) عطا کی گئی ہے (جو تمام عالم کے

واسطے فصل حساب کے لئے ہو گی اور وہ آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے)

(بخاری و مسلم)

حدیث نمبر۳ حضرت انس راوی ہیں کہ ایک حدیث طویل میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (اذن بالشفاعت کے متعلق) فرمایا اللہ تعالیٰ میرے قلب میں ایسے مضامین حمد و ثنا کے القا فرمائیں گے کہ اب میرے ذہن میں حاضر نہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

(ف) یہ علمی فضیلت آپ ﷺ کی اس روز ظاہر ہو گی کہ ذات و صفات کے متعلق ایسے وسیع معلومات کے ساتھ آپ خاص ہوں گے۔ یہ حدیثیں مشکوۃ میں ہیں۔

(تھانوی صاحب از نشر الطیب ص ۲۱۶)

من القصیدة البردة الشریفه (ترجمہ تھانوی صاحب)

ھوا الحبیب الذی ترجی شفاعته لکل ھول من الاھوال مقتحم

وہی ہے ایسا محبوب خدا تعالیٰ کا کہ اس کی شفاعت کبریٰ کی امید کی جاتی ہے ہر ہول کے لئے ہول ہائے روز قیامت سے جس میں آدمی بزور داخل کئے جاویں گے۔

دعا الی اللہ فالمتستکون به مستمسکون بحبل غیر منفصم

آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو خدا کی طرف بلایا سو جس نے آپ کے طریق کو مضبوط پکڑ لیا تو اس نے ایسی مضبوط رسی کو پکڑ لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گی۔ (بلکہ قیامت میں بھی وہ ذریعہ شفاعت بنے گی)

ان لم یکن فی معادی اخذا بیدی فضلا والا فقل یازلته القدم

اگر آنحضرت ﷺ براہ فضل و کرم واز روئے عہد میری دستگیری آخرت یاد فرمائیں گے تو تو کہہ میری لغزش قدم پر (کہ کیوں اعمال صالحہ نہ کئے)

یاکرم الخلق مالی من الوذ به سواک عند حلول الحادث العمم

اے بزرگ ترین مخلوقات بوقت نزول حادثہ عظیم وعام کے آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی پناہ میں آؤں (صرف آپ کا ہی بھروسہ ہے)

ولن یضیق رسول اللہ جاھک به اذا الکریم تجلی باسم منتقم

اور ہرگز تنگ نہ ہو گا عرصہ قدر و منزلت آپ کا اے رسول اللہ ﷺ لبیب شفاعت میری کے اس وقت کہ خداوند کریم ․صفت منتقم جلوہ فرما ہو گا۔

مولای صل وسلم دائما ابدا

علی حبیبک خیر الخلق کلهم

(نشر الطیب)

جن کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

الحمد للّٰه اوله و اخره الصلوٰة والسلام علی رسول خیر خلقه واله وصحبه

تمت بالخیر

۱۴۔ شوال المکرم ۱۴۱۵ھ ۳۔ بہار پاکستان ۴۸ پ ۱۶۔ مارچ ۱۹۹۵ء

یوم الخمیس ۴۵۔ ۱۲ دوپہر

خادم الفقراء ابومظہر علی اصغر چشتی خطیب جامع صدیق اکبر
کوچہ سدھو مصر اندرون شاہ عالمی لاہور ۸
۵۴۰۰۰ پوسٹ کوڈ

مظہر نامہ

یعنی شرح آسماءُ الحُسنیٰ

بڑی دلچسپ کتاب ہے۔ عجیب انداز میں اسماء الحسنیٰ کی شرح کی گئی ہے۔ گویا کہ یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔

ہر اسم کے معنی، شرح۔ ان کے اعداد اور بلحاظ اعداد اسم پاک کی شرح تعویزات ؛ آخر میں محدثین کرام کے مختصر حالات۔

سلسلہ عثمانیہ یعنی شجرۂ اجازت قرآن مجید

سلسلہ عثمانیہ قدوسیہ مداریہ یعنی شجرۂ اجازت دلائل الخیرات

سلسلہ انبیہ قدوسیہ شاذلیہ یعنی شجرۂ اجازت دعائے حزب البحر

تصنیف
ابومظہر علی اصغر چشتی صابری غنوی

شائع کردہ :۔
بزمِ چشتیہ غنویہ ۔ مدرسہ تنویر الاسلام کوچہ سدھو مصر
نزد چوک فوارہ ، اندرون شاہ عالمی ۔ لاہور نمبر ۸

"ملنے کا پتہ"

شمیم ولایت

یعنی تذکرہ بزرگانِ چشت اہلِ بہشت

رسولِ اکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مولائے کائنات علی المرتضٰے کرم اللہ وجہہ الکریم و دیگر ۵۰۰ بزرگان دین کے حالات

مثلاً

سیدنا امام حسن بصری، خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی خواجہ فرید الدین گنج شکر، سید مخدوم صابر کلیری۔ محبوب الٰہی، شیخ عبدالقدوس گنگوہی، حضرت میراں بھیک، مرشد پاکاں صوفی محمد حسین مرادآبادی، خواجہ محمد سراج الحق چشتی گورداسپوری، مولانا نواب الدین رمتکوہی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، خواجہ قمر الدین سیالوی، سیدی مرشدی مولانا عبدالغنی صابری دوسوہوی رضی اللہ عنہم۔ مولانا غلام ربانی چشتی سلمہ اللہ تعالےٰ و دیگر۔

قیمت ۲۵/۰ روپے

زیر اہتمام

بزم چشتیہ ثنویہ (سابقہ بزم معاذ ومعوذ) کوچہ سدہو مصر شاہ عالمی لاہور

نسیمِ شریعت

مؤلف : ابو منظہر علی اصغر چشتی صابری غنوی

پہلے باب میں : اسلام کے معنی، ایمان کی شرطیں، ایمان باللہ، ملائکہ، کتبِ سماوی، انبیاء علیہم السلام کا بیان، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر حیاتِ طیبہ، خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، اہل بیت اطہار، آئمہ اربعہ کے مختصر حالات، قیامت کا مفصل بیان، ہر چہار سلاسل قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، بیعت، بیعت کی شرائط، مرشدِ کامل کی نشانیاں، امامتِ صغریٰ و کبریٰ کا تذکرہ

دوسرے باب میں : نماز کے مسائل و نفلی نمازیں

تیسرے باب میں : زکوٰۃ کے مسائل و صدقہ فطر

چوتھے باب میں : رمضان المبارک کی فضیلت، روزوں کا فلسفہ اور مسائل، نفلی روزوں کا بیان

پانچویں باب میں : بیت اللہ کی تعمیر، مکہ معظمہ کے فضائل، حج کا مفصل بیان، مدینہ شریف کے فضائل، مدینہ شریف کی تاریخ، روضہ اقدس کی زیارت، مدینہ شریف کی مسجدیں و دیگر ضروری مسائل۔

ہر مسلمان کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے

صفحات ۳۶۸ جلد خوبصورت

گلدستۂ عورت

یہ کتاب صنفِ نازک کو اس کا اصلی مقام بتلانے کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس میں دس باب ہیں

۱۔ عورت کے معنی
۲۔ قبل از اسلام عورت کا مقام
۳۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیا مقام بخشا
۴۔ زندگی کے میدان میں مرد و عورت برابر نہیں۔
۵۔ مرد و عورت کے برابر حقوق کونسے ہیں؟
۶۔ مغرب نے عورت کو کیا مقام دیا؟
۷۔ عورت کی موجودہ منزل؟
۸۔ عورت کا انجام؟
۹۔ لوٹ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو
۱۰۔ ٹھوکریں کھاتے پھرو گے انہی کے در پر پڑے رہو

مؤلف کی دیگر تالیفات

۱۔ مسائل نماز — چارٹ کی شکل میں — بلا قیمت — مطبوعہ

۲۔ طہارت کے مسائل و احکام — " — "

۳۔ قضائے عمری و نوافل نمازیں — " — "
اور ان کے فضائل

۴۔ آخری چہار شنبہ کا تاریخی جائزہ — پمفلٹ — بلا قیمت